الہام منظوم

دفتر چہارم

الہامِ منظوم

ترجمہ اردو

مثنوی مولانائے روم

دفتر چہارم

مرتبہ

مولوی فیروز الدین مصنف و مؤلف

نگارِ دربارِ اسلام - یادگارِ سعدی - کشف المحجوب - تجرید بخاری
وق و فرائض اسلام - سلسلہ اسلامیہ - فیروز اللغات عربی اردو
و متعدد کتب نصاب تعلیم

سنہ ۱۳۴۸ ہجری مطابق سنہ ۱۹۳۰ء

فہرست مضامین

الہامِ منظوم ترجمہ اُردو مثنوی مولانائے روم

دفتر چہارم

ختم

۷۸۶

الہام منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانائے روم

دفتر چہارم

اے ضیاء الحق حسام الدین تویی	کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق ضیا سے تیری ہی	چاند سے بھی بڑھ گئی یہ مثنوی
ہمت عالی تو اے مرتجی	می‌کشد ایں را خدا داند کجا
ہمت عالی تری اے باشرف	کھینچتی ہے اس کو جانے کس طرف
گردن ایں مثنوی را بستہ	می‌کشی آں سو کہ تو دانستہ
مثنوی کا تو نے باندھا ہے گلا	کھینچتا ہے جس طرف ہے چاہتا
مثنوی پویاں کشندہ ناپدید	ناپدید از جاہلے کش نیست دید
کھینچنے والا ہے اس کا ناپدید	ناپدید اس کو نہیں ہے جس کو دید
مثنوی را چوں تو مبدا بودہ	گر فزوں گردد تواش افزودہ
ہے تجھی سے ابتدائے مثنوی	یہ فزونی تیرے بڑھانے سے بڑھی
تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں	می‌دہد حق آرزوئے متقیں
تو جو کچھ چاہے وہی چاہے خدا	دیتا ہے وہ متقی کا مدعا
کان للہ بودہ در ما مضیٰ	تا کہ کان اللہ لہ آمد جزا
ذکر ماضی میں تو کان للہ تھا	اور کان اللہ لہ اب ہو گیا

۱؎ حدیث شریف میں ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہ یعنی جو خدا کا ہو خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

مثنوی از تو ہزاران شکر داشت	در دعا و شکر کفہا بر فراشت
مثنوی ہے تیری شاکر بے شمار	ہاتھ اٹھاتی ہے دعا کو بار بار
در لب و گنجش خدا شکر تو دید	فضل کرد و لطف فرمود و مزید
دیکھ کر شکر اس کے ہونٹوں میں خدا	فضل اور الطاف کرتا ہے سوا
زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است	آنچنانکہ قرب مزد سجدہ است
شاکروں سے وعدہ ہے افراط کا[1]	جس طرح ہے قرب سجدوں کا صلا
گفت واسجد واقترب یزدان ما	قرب جاں شد سجدۂ ابدان ما
بولا واسجد[2] واقترب ربّ العلا	قرب جاں ہے سجدہ ان اجسام کا
گر زیادت میشود زین رو بود	نز برای بوش و ہاؤ و ہو بود
ہے یہ بڑھنا مثنوی کا اس لیے	کب ہے لیکن ہاؤ ہو یا فخر سے
با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم	حکم داری ہیں بکش تا مے کشیم
خوش ہیں جوں انگور تیری دید سے	حکم تو دیتا ہے ہم ہیں کھنچتے
خوش بکش ایں کاروان را تا بہ حج	اے امیر صبر مفتاح الفرج
لے بھی چل اس کارواں کو بہر حج	اے امیر صبر مفتاح[3] الفرج
حج زیارت کردن خانہ بود	حج رب البیت مردانہ بود
حج بظاہر ہے زیارت گھر کی یار	رب حج مردانہ ہے حج کردگار
زاں ضیا گفتم حسام الدین ترا	کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا
اے حسام الدین ضیا تجھ کو کہا	کیونکہ تو خورشید ہے دو وصف کا

۱ مصداق لئن شکرتم لأزیدنکم ۔ یعنی اگر تم شکر کروگے تو ہم ضرور نعمتوں میں اضافہ کریں گے +
۲ سجدہ کر قرب پائیگا + ۳ کشادگی کنجی +

کاین حسام و این ضیا یکیست ہین — تیغ خورشید از ضیا باشد یقین

یہ حسام اور یہ ضیا ہیں ایک ہی — ہے ضیا سے تیغ خورشید لے اخی

نور از آن ماہ باشد وین ضیا — آن خورشید این فرو خوان از نبا

نور ملک ماہ ہے - اور یہ ضیا — بلکہ ہے سورج کی - پڑھ قرآں ذرا

شمس را قرآں ضیا خواند ای پدر — واں قمر را نور خواند این را نگر

شمس کو قرآن کہتا ہے ضیا — اور قمر کو نور ہے سن اے باصفا

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ — پس ضیا از نور افزوں دان بجاہ

ہے قمر سے شمس کا رتبہ سوا — اس لئے ہے نور سے برتر ضیا

بس کس اندر نور مہ منہج ندید — چوں برآمد آفتاب آں شد پدید

نور مہ میں تھا نہ ظاہر راستا — نکلا جب سورج تو ظاہر ہو گیا

آفتاب اعراض را کامل نمود — لاجرم بازارہا در روز بود

آشکارا اعراض سورج سے ہوئے — اس لئے بازار بھی دن میں کھلے

تا کہ قلب و نقد نیک آمد پدید — تا بود از غبن و از حیلہ بعید

تا کہ ہو بالکل عیاں کھوٹا کھرا — مکر اور نقصان سے سب ہوں رہا

تا کہ نورش کامل آمد بر زمین — تاجراں را رحمۃ للعالمین

نور کامل اس کا بالائے زمین — تاجروں کو رحمۃ للعالمین

لیک بر قلاب مبغوض است سخت — زاں کزو شد کاسد او را نقد و رخت

بغض ہی سخت اس سے دغا بازوں کو تھا — کیونکہ اس کا مال کھوٹا ہو گیا

پس عدو جان صراف است قلب — دشمن درویش کہ بود غیر کلب

دشمن جاں قلب ہے صراف کا — دشمن درویش کتا ہے - فنا

۱؎ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ ۔ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا ۱ طعہ اللہ
ایسا ہے جس نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا ۱۲ کھو ۵٫۲

انبیا با دشمناں بر می تنند	پس ملائک ربِّ سلّم می زنند
دشمنوں پر مسلط رہتے انبیا	دی ملائک نے ربِّ سلّم کی دعا
کایں چراغے را کہ ہست آں نورکار	از پف و دمہائے دزداں دور دار
یہ چراغ اُس نور سے ہے پُر ضیا	چوروں کی پھونکوں سے اس کو لے بچا
دزد و قلّابست خصم نور و بس	زیں دو اے فریادرس فریاد رس
چور اور کھوٹا ہے دشمن نور کا	ہے انہیں دونوں سے فریاد اے خدا
روشنی بر دفتر چارم بریز	کافتاب از چرخ چارم کرد خیز
روشنی اس دفتر چارم پہ ڈال	چرخ چارم سے ہے سورج کا کمال
ہیں ز چارم نور دہ خورشید وار	تا بتابد بر بلاد و بر دیار
چرخ چارم سے نزول نور کر	جو کہ چمکے ہر دیار و شہر پر
ہر کش افسانہ بخواند افسانہ ایست	وانکہ دیدش نقد خود مردانہ ایست
سمجھے جو افسانہ تو افسانہ ہے	نقد جو دیکھے وہی مردانہ سمجھے
آبِ نیلست و بقبطی خوں نمود	قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود
خون آب نیل قبطی کو ہوا	قوم موسیٰ کو نہ تھا خوں آب تھا
دشمن ایں حرف ایندم در نظر	شد ممثل سرنگوں اندر سقر
دیکھو جیسے دشمن ان باتوں کے تھے	سرنگوں ہو کر ہیں دوزخ میں پڑے
اے ضیاء الحق تو دیدی حال او	حق نمودت پاسخ افعال او
تو ضیاء الحق! انہیں ہے دیکھتا	تجھ پہ ظاہر ہے جواب افعال کا
دیدۂ غیبت چو غیبست اوستاد	کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
مثل غیب آنکھیں ہیں تیری اوستاد	کم نہ ہو دنیا سے ایسی دید و داد

ا؎ اے خدا انہیں سلامت رکھے۔

آں حکایت را کہ تقریر وقت ماست	گر تمامش مے کنی اینجا رواست
ہاں وہ قصہ جو کہ سبب وقت تھا	گر تمام اس کو کرے تو ہے بجا
ناکساں را ترک کن بہر کساں	قصہ را پایاں برو مخلص[1] رساں
چھوڑ نا اہلوں کو بہر اہل ان کی کہا	انتہا تک قصہ پہنچا دے ذرا
ایں حکایت گر نشد آنجا تمام	چارمیں جلدست آرمش در نظام
یہ حکایت رہ گئی گو نا تمام	چوتھے دفتر میں کر اس کا انتظام

باغ میں بھاگنے والے عاشق کی کہانی

اندر آں بود او کہ شخصے از عسس	راند اندر باغ از خوفے فرس
ہاں یہ قصہ تھا کہ ڈر کر شحنہ سے	باغ میں پنہاں ہوا وہ دوڑ کے
بود اندر باغ آں صاحب جمال	کز غمش ایں در عنا بد ہشت سال
باغ میں بیٹھی تھی وہ صاحب جمال	جس کے غم میں یہ رہا تھا آٹھ سال
سایۂ او را نبود امکان دید	ہمچو عنقا وصف او را مے شنید
سایہ نا ممکن تھا اس کا دیکھنا	مثل عنقا وصف تھا سنتا رہا
جز یکے لقیہ کہ اول از قضا	بر وے افتاد و شد او را دلربا
ہاں قضا اول میں اس نے یک بیک	دلربا کی ایک دیکھی تھی جھلک
بعد از آں چندانکہ مے کوشید او	خود مجالش مے نداد آں تند خو
بعد از آں تھا گو وہ ساعی ہوا	تند خو کی دید کا موقع نہ تھا
نے بلابہ چارہ بودش نے بمال	سیر چشم و بے طمع بود آں نہال
تھا نہ چارہ کا نہ موقع مال کا	سیر چشم اور بے طمع تھی مہ لقا

[1] ختم کرنے کا مقام، قصائد وغیرہ کے خاتمہ کا اصطلاحی لفظ۔

عاشقی ہر پیشہ و ہر مطلبے ‏ ‏ ‏ حق بیالود اوّل کارش لبے
عشق تھا جیسی کام اور جیسی بات سے ‏ ‏ ‏ حق نے اس میں ہونٹ آلودہ کیے
چوں درافتادند اندر جستجو ‏ ‏ ‏ بعد ازاں در ببست و کابین نہاد
جب وہ اس کی جستجو میں پڑ گیا ‏ ‏ ‏ پھر ہانکا بستہ دروازہ کیا
چوں دراں آسیب در جست آمدند ‏ ‏ ‏ پیش پاشاں مے نہد ہر روز بند
پھنسے جب وہ اس بلا میں ہو گیا ‏ ‏ ‏ روز اک حلقہ نیا پڑتا پیش پا
عالم بر آں بوستند و میروند ‏ ‏ ‏ ہر دمے راجی و آیس میشوند
تن کے چلتے ہیں وہ اس امید پر ‏ ‏ ‏ با امید و نا امید اے خوش پسر
ہر کسے را ہست امیدِ برے ‏ ‏ ‏ کہ کشایندش دراں روزے درے
پھل اٹھانے کے ہیں سب امیدوار ‏ ‏ ‏ در کسی دن تو کھلے گا ایک بار
باز دربندندش و آں در پرست ‏ ‏ ‏ بر ہماں امید آتش پا شدست
پھر کیا دربند اور وہ آشنا ‏ ‏ ‏ تھا اسی امید پر آتش بپا

~~~~~~~~~~

چوں درآمد خوش دراں باغ آں جواں ‏ ‏ ‏ خود فرو شد پا بگنجش ناگہاں
باغ میں جب آ گیا وہ نوجواں ‏ ‏ ‏ گنج میں تھا پاؤں اس کا ناگہاں
مر عسس را ساختہ یزداں سبب ‏ ‏ ‏ تا ز بیم او دود در باغ شب
تھا سبب [illegible] کو خالق نے کیا ‏ ‏ ‏ تا وہ ڈر کر باغ میں جا کے چلا
بیند آں معشوقہ را او با چراغ ‏ ‏ ‏ طالب انگشتری در جوئے باغ
دیکھے معشوقہ کو اپنی با چراغ ‏ ‏ ‏ لیتے تجسس میں انگوٹھی کا سراغ

[1] یہاں سے مولانا رح کا مقولہ ہے ۔
~~~~~~~~~~

پس قرین میکرد از ذوق آن نفس | با ثنائے حق دعائے آن خسیس
ذوق سے ہر لحظہ وہ کرتا رہا | حق ہیں شحنہ کے ثنا اور پھر دعا

گر زیان کرد او عسس را از گریز | بیست چندان سیم و زر بروے بریز
بھاگ کر شحنہ کا گر نقصان کیا | دے اُسے یا رب بہت اس کا صلا

از عوانی مر ورا آزاد کن | آنچنانکہ شادم او را شاد کن
جو کیداری سے اُسے آزاد کر | اور میری طرح سے دل شاد کر

سعی دارش این جہان و آن جہان | از عوانی و سگی اش وارہان
دین و دنیا میں رکھ اُس کو نیک کار | کر عوانی اور سگی سے رستگار

گرچہ خوئے آن عوان ہست اے خدا | کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
گو یہی ہے اُس کی عادت اے خدا | ساری دنیا کا برا ہے چاہتا

گر خبر آید کہ شہ جرمے نہاد | بر مسلمانان شود او زفت شاد
گر خبر پائے کہ مجرم کر لیا | شہ نے مومن کو۔ تو وہ خوش ہو بڑا

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمود | از مسلمانان فکند او را بجود
گر خبر پائے عطائے شاہ کی | در گذر یعنی کسی مومن سے کی

ماتمے در جان او افتد ازان | گیردش قولنج ازیں غم در زمان
تو ہو فوراً روح اس کی ماتمی | اور مرض قولنج کا اسے مستقی

صد چنین ادبارہا دارد عوان | زین بلا فریاد رس اے مستعان
سینکڑوں ادبار ہیں جیسے یہ عوان | رحم کر لے تو فریاد رس اے رب جہاں

او عوان را در دعا در میکشید | کز عوان او را چنان رحمت رسید
کھینچا وہ جو کیدار کو دیتا دعا | کیونکہ پہنچا راحم تھا اُس سے بلا

ہر کسے زہر و پیر او تریاق بود | آن عوان پیوند آن مشتاق بود
سب کو تھا وہ زہر تریاق اُس کو تھا | تھا عزیز از جان اُس مشتاق کا

پس بد مطلق نباشد در جہاں | بد بنسبت باشد ایں را ہم بداں

کب بد مطلق ہے کوئی شئے اجی | بد بری نسبت سے ہوتا ہے کوئی

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست | کاں یکے را پا و گر را بند نیست

کب ہے دنیا میں کہیں زہر اور قند | ہو نہ پا کچھ کسی کا آثار اور کسی کا بند

مر یکے را پا دگر را پائے بند | مر یکے را زہر دیگر را چو قند

زہر مہرہ اس کو اس کو پاسنگ بند | زہر اسے اور دوسرے کو مثل قند

زہر ماراں مار را باشد حیات | نسبتش با آدمی آمد ممات

زہر سانپوں کا ہے سانپوں کی حیات | ہے مگر انسان کی اس میں ممات

خلق آبی را بود دریا چو باغ | خلق خاکی را بود آں درد و داغ

خلق آبی کے لئے دریا ہے باغ | خلق خاکی کے لئے ہے درد و داغ

ہمچنیں بر مے شمر اے مرد کار | نسبت ایں از یکے تا صد ہزار

یہی اک نسبت ہے اے مرد کار | ایک سے تو لاکھ تک کر لے شمار

زید اندر حق آں شیطان بود | در حق آں دیگرے انساں بود

زید حق میں ایک کے شیطان ہو | دوسرے کے حق میں وہ انسان ہو

ایں بگوید زید صدیق و سنی ست | واں بگوید زید گبر و کشتنی ست

یہ کہے ہے زید صدیق و سنی | وہ کہے کافر ہے وہ اور کشتنی

زید یک ذات است بر آں یک جناں | او برین دیگر ہمہ رنج و زیاں

زید کی اک ذات ہے اس پر جناں | اور اس پر موجب رنج و زیاں

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر | پس ورا از چشم عشاقش نگر

گر تو یہ چاہے وہ ہو تجھ کو شکر | عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ لے اسے پھر

منگر از چشم خودت آں خوب را | بیں بچشم طالباں مطلوب را

اپنی آنکھ سے نہ دیکھ اس خوب کو | دیکھ طالب کی نظر سے مطلوب کو

لہ بزرگ +

چشم خود بربند زان خوش چشم تو | عاریت کن چشم از عشاق او

بند کرلے آنکھ اس خوش چشم سے | عاشقوں سے اس کے آنکھیں مانگ لے

بلکہ از وی کن عاریت چشم و نظر | پس ز چشم او بروی او نگر

بلکہ اُن سے مانگ آنکھیں اور نظر | پھر تو اُن آنکھوں سے اس پر غور کر

تا شوی ایمن ز سیری و ملال | گفت کان اللہ لہ زان ذوالجلال

تاکہ تو سیری و غم سے ہو رہا | یوں ہے کان اللہ لہ حق نے کہا

چشم او من باشم و دست و دلش | تا رہد از مدبریہا مقبلش

ہیں ہوں میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور دل | تا چھوٹے ادبار سے وہ مقبل

ہرچہ مکروہ ست چوں شد او دلیل | سوی محبوبت حبیب ست و خلیل

جو کہ بری گر وہ بنے تیرا رہنما | یار ہے تیرا کہ محبوب سے وہ ہے ملا

ایک واعظ کی کہانی

آن یکی واعظ چو بر تخت آمدی | قاطعان راہ را داعی شدی

ایک واعظ آتا جس دم تخت پر | رہزنوں کو تھا دعا دیتا بسر

دست بر میداشت یا رب رحم ران | بر بدان و مفسدان و طاغیان

ہاتھ اُٹھا تا تھا کہ یا رب رحم کر | اُن پہ جو ہیں مفسد و بد سر بسر

بر ہمہ تسخر کنان اہل خیر | بر ہمہ کافر دلان اہل دیر

نیک لوگوں سے کریں جو دل لگی | بتکدے میں جتنے کافر ہیں سبھی

می نکردی او دعا بر اصفیا | می نکردی جز خبیثان را دعا

اصفیا کو وہ دعا دیتا نہ تھا | تھی خبیثوں کے لئے اس کی دعا

مر ورا گفتند کاین معهود نیست | دعوت اہل ضلالت جود نیست

نا روا ہے اس سے لوگوں نے کہا | گمرہوں کو ہے دعا دینا برا

گر نہ بدگوئی ازیشاں دیدہ ام   من دعاشاں زیں سبب بگزیدہ ام
بدا اُن سے میں نے دیکھیں نیکیاں   اس لئے ہیں یہ دعائیں بے گماں

خبث و ظلم و جور چنداں ساختند   کہ مرا از شر بخیر انداختند
ظلم و جور اتنے خباثت سے کئے   شر سے ڈالا خیر میں بے شک مجھے

ہر زمے کہ رو بدنیا کردمے   من از ایشاں زخم و ضربت خوردمے
میں نے دنیا کی طرف جب رخ کیا   ضرب اور زخم اُن سے پہنچا برملا

کردمے از زخم آں جانب پناہ   باز آوردندمے گرگاں براہ
زخم کھا کر جب میں لیتا تھا پناہ   کھینچ لیتے مجھکو دکھا دیتے تھے راہ

چوں سبب ساز صلاح من شدند   پس دعاشاں بر منست اے ہوشمند
یہ میری اصلاح کے باعث ہوئے   مجھ پہ واجب ہے دعا ان کے لئے

بندہ مے نالد بحق از درد و نیش   صد شکایت میکند از رنج خویش
حق سے فریادی ہے بندہ درد کا   رنج کا شاکی ہے اس سے برملا

حق ہمیگوید کہ آخر رنج و درد   مر ترا لابہ کناں و راست کرد
حق یہ کہتا ہے یہی رنج و بلا   راست کرنے کا ذریعہ ہے ترا

ایں گلہ زاں نعمتے کن کت زند   از درِ ما دور و مطرودت کند
ایسی نعمت کا گلہ کر جو تجھے   دُور کر دے ہم سے اور باغی کرے

در حقیقت ہر عدو داروئے تست   کیمیائے نافع و دلجوئے تست
ہر عدو فی الاصل ہے تیری دوا   تیری دلجو اور نافع کیمیا

کہ ازو اندر گریزی در خلا   استعانت جوئی از فضل خدا
تا کہ تو خلوت میں اُس سے بھاگ کر   فضل خالق کا ہو طالب بے خبر

در حقیقت دوستانت دشمنند   کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
در حقیقت دوست دشمن ہیں ترے   دُور یادِ حق سے رکھتے ہیں تجھے

هست حیوانے کہ نامش اشغرست — کو بزخم چوب زفت و لمترست
ایک حیوان ہے سیہی جس کا نام — چوٹ سے لکڑی کی ہو موٹا تمام

تاکہ چوبش میزنی بہ میشود — او ز زخم چوب فربہ میشود
پھولتا ہے جتنی مارو لکڑیاں — چوٹ سے لکڑی کی موٹا ہو وہ ہاں

نفس مومن اشغرے آمد یقیں — کو بزخم رنج زفتست و سمیں
نفس مومن بھی ہے سیہی اے فتا — چوٹ سے لکڑی کی ہو موٹا سدا

زیں سبب بر انبیا رنج و شکست — از ہمہ خلق جہاں افزونترست
اس لئے نبیوں پہ رنج و ابتلا — ہے جہاں میں ساری خلقت سے سوا

تا ز جانہا جانشاں شد زفت تر — کہ ندید آں بلا قومے دگر
جانوں سے جان ان کی موٹی ہو گئی — وہ بلا اوروں پہ کب نازل ہوئی

پوست از دارو بلاکش میشود — چوں ادیم طائفی[1] خوش میشود
سہہ کے دوا سے پوست میں سختی پڑی — جیسے طائف کی ادھوڑی ہو گئی

ورنہ تلخ و تیز مالیدے درو — گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بو
ہاں نہ تلخ و تیز اگر ملتے دوا — رہتا وہ ناپاک چمڑا اور برا

آدمی را نیز چوں آں پوست دال — از رطوبتہا شدہ زشت و گراں
آدمی کو بھی سمجھ چمڑا دبا — تر رطوبت سے ہے بھاری زشت بھی

تلخ و تیز و مالش بسیار دہ — تا شود پاک و لطیف و با فرہ
تلخ اور تیز اس پہ مالش کر سوا — تاکہ ہو پاک و لطیف اور خوشنما

ور نمیتانی رضا دہ اے عیار — گر خدا رنجت دہد بے اختیار
اور نہیں تو دے اجازت اے نگار — تا خدا دیوے رنج تجھ کو بے شمار

[1] طائف مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں کا چمڑہ مشہور ہے۔

کہ بلای دوست تطہیر شماست	علم او بالای تدبیر شماست
کیونکہ رنج دوست ہے پاکی تری	علم بالا اُس کا تدبیروں سے بھی
چون صفا بیند بلا شیرین شود	خوش شود دارو چو صحت بین شود
جب صفا دیکھے تو شیریں ہو بلا	دیکھ کر صحت ہو جیسے خوش دوا
بُرد بیند خویش را در عین مات	پس بگوید اقتلونی[ل] یا ثقات
بُرد دیکھے اپنی عین مات میں	اقتلونی یا ثقات اس سے کہیں
این عوان در حق غیرے سود شد	لیک اندر حق خود مردود شد
غیر کے حق میں عواں تھا فائدہ	گو کہ اپنے حق میں وہ مردود تھا
رحم ربانی ازو ببریده شد	کین شیطانی برو پیچیده شد
قطع اس سے رحم ربانی ہوا	کینہ شیطاں کا لپٹ کر رہ گیا
کارگاه خشم گشت و کین وری	کینہ وری اصل ضلال و کافری
خشم گیں رکھتی اُسے کینہ وری	جو ہے اصل گمرہی و کافری

حضرت عیسیٰؑ اور ایک شخص

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر	چیست در ہستی ز جملہ صعب‌تر
پوچھا عیسیٰؑ سے کسی نے اے اخی	سخت تر دنیا میں شے ہے کون سی
گفتش ای جان صعب‌تر خشم خدا	کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما
بولے سب سے سخت تر خشم خدا	جس سے دوزخ میں بھی ہے اک زلزلا
گفت زین خشم خدا چہ بود اماں	گفت ترک خشم خویش اندر زماں
بولا اُس غصے سے کیونکر ہو اماں	بولے ترک خشم اپنا بیگماں

ل اے ثقہ لوگو مجھ کو مار ڈالو

کظمِ غیظ است اے پسر خطِ اماں | خشمِ حق یاد آور و درکش عناں
غصہ پینا ہے پسر خطِ اماں | غصۂ حق یاد کر لے اے جواں

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت | خشمِ زشتش از سبع ہم در گذشت
پس جو چوکیدار سے غصہ کیا | غصہ حیوانوں سے اس کا بڑھ گیا

چہ امیدستش برحمت جز مگر | باز گردد زاں صفت آں بے ہنر
اس کو رحمت کی بھلا امید کیا | جب تلک اپنی خو نہ چھوڑ دے بیوفا

گرچہ عالم را از ایشاں چارہ نیست | ایں سخن اندر ضلال افگندنیست
گو کہ دنیا کو نہیں چارہ کوئی | ہیں یہی باتیں اصول گمرہی

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں | لیک نبود آں چمیں ماءِ معیں
اور نہیں سرگیں سے بھی چارہ کہیں | لیک بھلا گوبر سے ماءِ معیں[۱]

عاشق و معشوق کا قصہ

باز گو احوالِ آں خستہ جگر | در بیانِ باغ یارِ شکر قمر
ہاں سنا پھر قصۂ خستہ جگر | باغ میں جب ساتھ تھی اک شکر قمر

چونکہ تنہا یافتش آں سادہ مرد | زود او قصدِ کنار و بوس کرد
مرد سادہ اس کو جو تنہا پا لیا | قصد اس کے بوسہ لینے کا کیا

بانگ بروے زد بہیبت آں نگار | کہ مرو گستاخ ادب را گوش دار
ڈانٹ کر کہنے لگی وہ ماہرو | بس ادب کر یوں نہ ہو گستاخ تو

گفت آخر خلوت است و خلق نے | آب حاضر تشنہ ہمچوں من کسے
اب تو خلوت ہے یہاں کوئی نہیں | تشنہ کیوں رہ جاؤں پانی ہے یہیں

۱ جاری اور پاک و صاف پانی۔

کس نجنبد در جہاں جز کہ باد | کیست حاضر کیست بالغ زیں کشاد
چلتا پھرتا جز ہوا ہے کون ہاں | کون حاضر ہے جو ہو بالغ یہاں

گفت اے رشید تو ابلہ بودہ | ابلہی وز عاقلاں نشنودہ
بولی تو سمجھ ہو تو نے اے مبتلا | عقلمندوں سے نہیں تو نے سنا

باد را دیدی کہ مے جنبد بداں | باد جنباں نیست اینجا باد راں
تو ہے جنبش میں ہوا کو دیکھتا | کیا نہیں وہ جو چلاتا ہے ہوا

مروحہ تصریف صنع ایزدش | زد براں باد وہمے جنباندش
ہے جو پنکھا صنعت اللہ کا | وہ ہوا کو ہے ہلاتا جابجا

جزوِ بادے کہ بحکم بادرست | بادبیزن تا نجنبانی نجست
ہے ہوا کا جزو پنکھے بیچ ترے | تو نہ گر پنکھا ہلائے کب ہلے

جنبش ایں جزو بادے سادہ مرد | بے تو و بے بادبیزن سر نکرد
ایک بھی جزوِ ہوا اسے بدیقیں | بے ترے اور پنکھے کے ہلتا نہیں

جنبش بادِ نفس کاندر لب است | تابع تصریف جان و قالب است
جنبش بادِ نفس لب میں یہاں | جان و قالب کے ہے تابع بیگماں

گاہ دم را مدح و پیغامے کند | گاہ دم را ہجو و دشنامے کند
وہ کبھی دم کو کرے مدح و پیام | اور بنا دے گاہ دشنام سے ہمام

پس بداں احوال دیگر بادہا | کہ ز جزوے کل ہمے بیند نہا
سب ہواؤں کو اسی پر کر قیاس | جزو سے ہوتی ہیں عقلیں کل شناس

باد را حق گہ بہاری میکند | در دیش زیں لطف عاری میکند
کبھی ہوا کو حق بناتا ہے بہار | گاہ کرتا ہے خزاں کو پُر غبار

بر گروہ عاد صرصر میکند | باز بر ہودش معطر میکند
عاد والوں پر ہوئی صرصر ہوا | ہود کی خاطر معطر بھی ہوا

میکند یک باد را زہر سموم | مر صبا را میکند خرم قدوم
اک ہوا کو تو وہ زہر بلا کرے | جان و دل کو تو تئیں دے اپات

باز دم را در تو بنہاد او اساس | تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
دم کی اک بنیاد ہے تجھ میں رکھی | ہر ہوا کو کر قیاس اس پہ ابھی

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر | بر گروہے شہد و بر قومے چو زہر
بات کوئی بھی نہیں بے لطف و قہر | اک جگہ وہ شہد ہے اک جا ہے زہر

مروحہ جنباں پئے انعام کس | وز برائے قہر ہر پشہ و مگس
آدمی پر لطف سے پنکھا جھلے | قہر مچھر اور مکھی کے لئے

مروحۂ تقدیر ربانی چرا | پر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
پنکھا تقدیر الٰہی کا کہو | کیوں بلا و امتحاں سے پر نہ ہو

چونکہ جزو باد دم یا مروحہ | نیست الا مفسدہ یا مصلحہ
پنکھا ہو یا سانس یا جزو ہوا | یا تو اچھا ہوگا یا ہوگا برا

این شمال و این صبا و این دبور[1] | کے بود از لطف و از انعام دور
یہ شمالی یہ صبا اور یہ دبور | اس کے لطف و فضل سے کب ہیں دور

یک کف گندم ز انبارے ببین | فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنین
ڈھیر سے تو ایک مٹھی گیہوں لے | سب کو ویسا ہی سمجھنا چاہئے

کل باد از برج باد آسماں | کے جہد بے مروحہ آں بادراں
کل ہوائیں برج بادی سے یہاں | کب چلیں گر ہو نہ حکم بادراں

بر سر خرمن بوقت انتقاد[2] | نے کہ فلاحاں ہمی جویند باد
ڈھیر پہ گیہوں کے وقت انتقاد | کیا کسان و دہقاں نہیں چاہتے باد

[1] صبا کے خلاف جو ہوا چلتی ہے، وہ دبور کہلاتی ہے +
[2] گندم اور جو کو الگ الگ کرنے سے مراد ہے +

تا جدا گردد ز گندم کاہہا	تا بانبان آید او یا چاہہا
تاکہ گیہوں سے جدا تنکے رہیں	ڈھیر ہوں پہنچیں کنوئیں میں یا گڑہوں
چوں بماند دیر آں بادِ وزاں	جملہ را بینی سرانگشتاں گزاں
اور ہوا اگر دیر تک چلتی رہے	سب کریں افسوس انگلی کاٹ کے
ہمچنیں در طلق آں بادِ ولاد	گر نیاید بانگ درد آید کہ داد
ایسے ہی بادِ ولادت گر نہ آئے	درد سے زچہ یہ کہتی ہے کہ ہائے
گر نمیداند کسش رانندہ اوست	باد را پس کردن زاری چہ روست
گر نہیں اس کو سمجھتے بادراں	کیوں براہِ بادراں گریہ کناں
رقعۂ تعویذ میخواہند نیز	در شکنجہ طلق زن ازبس عزیز
چاہتے ہیں گنڈے اور تعویذ بھی	درد زہ میں پیاری عورتیں بھی
اہل کشتی ہمچناں جویائے باد	جملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اہل کشتی بھی ہیں جویائے ہوا	چاہتے ہیں وہ ہوا بھیجے خدا
ہمچنیں در درد دندانہا ز باد	دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
ہو ہوا سے درد دانتوں میں ترے	دفع تو اس کو عقیدے سے کرے
از خدا لابہ کناں آں جندیاں	کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
لشکری کرتے ہیں منت بیگماں	بھیج دے بادِ ظفر اے حکمراں
پس ہمہ دانستہ اند اہل الیقین	کہ فرستد باد ربّ العالمین
متقیوں سب کو ہے اس کا یقین	بھیجتا ہے باد ربّ العالمین
پس یقیں در عقلِ ہر دانندہ ہست	اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست
عقل کو اس کا یقیں آیا ہے خود	ہے ہلانے والا جنبندہ کے ساتھ

ساہ ہلنے والا۔

گر تو او را می نہ بینی در نظر ‌ ‌ ‌ فہم کن آنرا باظہار اثر

٥٠ اگر تجھ کو نہیں آتا نظر ‌ ‌ ‌ تو سمجھ اس کو جو ہو ظاہر اثر

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں ‌ ‌ ‌ لیک از جنبیدن تن جاں بداں

جان سے ہلتا ہے تن گو وہ ہے نہاں ‌ ‌ ‌ جسم کے ہلنے سے کر اقرار جاں

گفت او گر ابلہم من ور ادب ‌ ‌ ‌ زیرکم اندر وفا و در طلب

بولا گو نادان ہوں اور بے ادب ‌ ‌ ‌ مجھ میں ہے دانش ہے وفا کی اور طلب

گفت ادب این بود کہ خود دیدہ شد ‌ ‌ ‌ آں دگر را خود ہمی دانی تو لد

بولی وہ یہ تھا ادب جو کھل گیا ‌ ‌ ‌ اور وفا تو نے ہے خود ہی جانتا

خود ادب این بود آں دیگر دفیں ‌ ‌ ‌ زیں بتر باشد کہ در پیشش یقیں

سب ادب یہ ہے کہ جو ظاہر ہوا ‌ ‌ ‌ ہوگا بدتر اس سے جو کچھ ہے چھپا

ہر چہ زیں کوزہ تراود بعد ازیں ‌ ‌ ‌ یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں

کوزے سے جو کچھ بھی ٹپکے بعد ازیں ‌ ‌ ‌ ایسا ہی کوزے میں ہوگا بالیقیں

صوفی اور اُس کی عورت

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز ‌ ‌ ‌ خانہ یک در بود و زن با کفش دوز

ایک صوفی آیا گھر پر ایک روز ‌ ‌ ‌ در پہ تھا اک عورت کی نزد کفش دوز

جفت گشتہ با حریف خویش زن ‌ ‌ ‌ اندر آں یک حجرہ از وسواس تن

یار سے اپنے تھی عورت ہمکنار ‌ ‌ ‌ حجرے کے اندر ہوس سے بیقرار

چوں بزد صوفی بجد در چاشتگاہ ‌ ‌ ‌ ہر دو درماندند نے حیلہ نہ راہ

صوفی نے در کھٹکھٹایا چاشت گاہ ‌ ‌ ‌ دونوں بے بس تھے نہ حیلہ تھا نہ راہ

ہیچ معہودش نبد کو آں زماں ‌ ‌ ‌ سوئے خانہ باز گردد از دکاں

اس گھڑی کب یہ گماں تھا سر بسر ‌ ‌ ‌ آئیگا دکان سے گھر لوٹ کر

قاصداً آں روز ہوئت آں مرجع   از خیالے کرد با خانہ رجوع
آج وہ بے وقت قصداً آ گیا   لوٹا گھر کی سمت کوئی کام تھا

اعتماد زن بر او کو ہیچ بار   ایں زماں تا خانہ ناید روزگار
تھا یقیں عورت کو بالکل زینہار   گھر پر آئیگا نہ وہ خستہ شعار

اعتمادش بود از روئے قیاس   خانہ نتواں کرد در کوئے قیاس
اعتماد اس کو تھا از روئے قیاس   کب یقیں کا گھر بنا کوئے قیاس

آں قیاسش راست نامد از قضا   گرچہ ستار است ہم بد بد جزا
وہ قیاس اس کا غلط ثابت ہوا   گو وہ ہے ستار لیکن دے سزا

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش   زانکہ تخم ست و برو یاند خداش
ڈر اگر تو نے بدی ہیں بتلا   بیج ڈالا ہے۔ اُگائیگا خدا

خدا پہلے گناہ پر بندے کو رسوا نہیں کرتا

چند گاہے او بپوشاند کہ تا   آیدش زیں پس پشیمانی حیا
چند بار اس کو چھپاتا ہے خدا   تا پشیمانی سے کچھ آئے حیا

عہد عمرؓ آں امیر مؤمناں   داد دزدے را بجلاد و عواں
عہد میں اپنے عمرؓ جو سن لیے تھا   قتل کا حکم ایک رہزن کو دیا

بانگ زد آں دزد کاے میر دیار   اولیں بار است جرمم زینہار
چور چلایا اے امیر المؤمنیں   ہے مری پہلی خطا ہے بالیقیں

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا   بار اول قہر راند در جزا
آپ بولے حاش للہ وہ خدا   جرم اول کی نہیں دیتا سزا

بارہا پوشد پئے اظہار فضل   باز گیرد از پئے اظہار عدل
بارہا پہلے چھپائے فضل سے   اور پھر مأخوذ کرے عدل سے

تا کہ ایں ہر دو صفت ظاہر شود ۔۔۔ آں ملبّس گردد ایں مستور شود
تاکہ ہوں اوصاف دونوں آشکار ۔۔۔ اُس کو خوش خبری ہو اس کو خوف کار

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود ۔۔۔ سہل بگذشت آن و سہلش می‌نمود
بارہا عورت نے کی تھی یہ بدی ۔۔۔ یہ بدی اُس کے لئے آسان تھی

آں نمی دانست عقل پائے سست ۔۔۔ کہ سبو دائم ز جو ناید درست
بیوقوفی سے نہ سمجھی وہ کبھی ۔۔۔ ہر بار نہ آتا ہے مٹکا لوٹ بھی

آں چنانش تنگ آورد آں قضا ۔۔۔ کہ منافق را کند مرگ فجا
تنگ وہ یوں تھی قضا سے بیگماں ۔۔۔ جوں منافق پہ ہو مرگ ناگہاں

نے طریق و نے رفیق و نے اماں ۔۔۔ زانکہ عزرائیل شد در قصد جاں
راہ نہ ساتھی اور نہ تھی جائے اماں ۔۔۔ کیونکہ عزرائیل تھے لینے کو جاں

آنچناں کاں زن درآں حجرہ خفا ۔۔۔ خشمناک شد او و حریفش در ابتلا
تنگ حجرے میں تھا یہ عورت کا حال ۔۔۔ خشمناک تھی وہ، دوست تھا اس کا نڈھال

گفت صوفی با دل خود کاے دو گبر ۔۔۔ از شما کینہ کشم لیکن بہ صبر
دل میں صوفی نے کہا اے کافرو ۔۔۔ تم سے بدلہ لونگا ٹھہرے تو رہو

لیک نادانستہ آرم ایں زماں ۔۔۔ تا نہ ہر گوشے نیوشد ایں نہاں
اس گھڑی انجان بننا ہے روا ۔۔۔ فاش تا سب میں نہ ہو یہ ماجرا

از شما پنہاں کشد کینہ محق ۔۔۔ اندک اندک ہمچوں بیماری دق
صاحب حق بدلہ لے گا، مگر ۔۔۔ رفتہ رفتہ جیسے دق کا ہو اثر

مرد دق باشد چو یخ ہر لحظہ کم ۔۔۔ لیک پندارد بہر دم بہترم
ہوتا ہے مدقوق مثل برف کم ۔۔۔ بہتر اپنے کو سمجھتا ہے وہ ہم

ہمچو گفتاری کہ می‌گیرندش او ۔۔۔ غرۂ آں گفت کایں گفتار کو
جس طرح بجّو کو پکڑیں ہیں اسے جواں ۔۔۔ اور کہیں بجّو کہاں ڈھونڈو کہاں

نیست در سوراخ کفتار ای عمو — گشته او مغرور زین گفتگو

اسے چھپا بل میں کہیں بجو نہیں — وہ یہ سنکر پھولتا ہے با ابتہاج

این همی گوید و بندش می نهد — او خوش آسوده که از من غافلند

وہ یہ کہکر رکھتا ہیں پھندا لئے تمام — پردہ سے پردہ اکر غافل ہیں تمام

هیچ پنهان خانه آن زن را نبود — هیچ دهلیز و رهٔ بالا نبود

کوئی خلوت خانہ عورت کا نہ تھا — کوئی دہلیز خانہ نہ تھا کوٹھا نہ تھا

نے تنوری که در آن پنهان شود — نے جوالے که حجاب آن شود

تھا نہ واں تنور جو دیتا اماں — تھی نہ کوئی گون جو کرتی نہاں

همچو عرصهٔ پهن روز رستخیز — نے گو و نے پشته نے جای گریز

چوڑا اک میداں قیامت کا سا تھا — تھا نہ ٹیلہ یا گڑھا نہ راستا

گفت یزدان وصف آن جا هم حرج — بهر محشر لا ترى فيها عوج

جو کہا حق نے وہ تھی اس گھر کی دھج — بہر محشر لا ترى فيها عوج

چادر خود را برو افگند زود — مرد را زن کرد و در را برگشود

چادر اپنی ڈالدی اس مرد پر — مرد کو عورت بنا کر کھولا در

عورت کا مرد کو چادر میں چھپانا

زیر چادر مرد رسوا و عیان — سخت پیدا چون شتر بر نردبان

زیر چادر مرد تھا ظاہر صاف تھا — اونٹ جیسی طرح سیڑھی پر کھڑا

از تعجب گفت صوفی چیست این — هرگز این را من ندیدم کیست این

صوفی نے حیرت سے پوچھا ماجرا — کون ہے یہ ۔ میں تو نہیں پہچانتا

له قوله تعالیٰ عزّ وجل ۔ لا ترى فيها عوجا ولا امتا ۔ خداوند تعالیٰ میدان قیامت کی صفت میں فرماتا ہے کہ تو اس میدان میں نہ گڑھا دیکھیگا نہ ٹیلہ نہ پستی نہ بلندی۔

گفت خاتونیست از اعیان شہر	مر ورا از مال و اقبال است بہر
بولی، بیبی ہیں رئیس شہر کی	مال اور اقبال سے جو ہیں غنی
در بہ بستم تا کسے بیگانہ	در نیاید زود نا دانا شدہ
بند دروازہ کیا تھا تا کوئی	گھر میں نامحرم نہ گھس آئے کبھی
گفت صوفی چیستش پیش سخن	تا برآدم بہر پیاس سخن
بولا صوفی ہو مرے لائق جو کام	اس کو بے منت کروں فوراً تمام
گفت مباش خوش خوبی و پوشیدگیست	نیک خاتونیست حق داند کہ کیست
بولی کوئی رشتہ ہے وہ چاہتی	بولی خدا جانے مگر ہے نیک سی
یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست	خوب زیرک چابک و یکتا کسیست
اس کا لڑکا جوان ہے اس شہر کی	خوبصورت رشید، محنتی ہے اور ذکی
خواست دختر را ببیند رو و دست	اتفاقاً دختر اندر مکتب است
لڑکی کو وہ دیکھنا تھی چاہتی	اتفاقاً وہ ہے مکتب کو گئی
باز گفت ار آرزو باشد با سبوس	می کنم او را بجان و دل عروس
پھر وہ کہتی ہے ہو آٹا با سبوس	ہیں بجان و دل بنا لونگی عروس
گفت صوفی با فقیر و زاد کم	تو ہم خاتون مالدار و محتشم
بولا صوفی ہم فقیر اور مال کم	اور یہ بی بی مالدار و محتشم
کے بود این کفو ایشان در زواج	یک در از چوب و دیگر از عاج
کس طرح جوڑا اسے ہو گا کیا	ایک اور لکڑی کا اور اک عاج کا
کے بود ہمرنگ، فقر و احتشام	جفت شو و تا ہم جنس یا قوت تمام
کب ہوا فقر و غنا کا ایک رنگ	کب ہوئے ہم جنس یاقوت اور سنگ

سلہ کنجوسی +

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس | عیب باشد نزد اربابِ شناس

آدھا ریشم اور آدھا ٹاٹ، یہ جو | عیب ہے یہ بات [illegible] کو

با کبوتر باز کے شد ہم قفس | کے شود ہمراز عنقا با مگس

ہو کبوتر کا مصاحب باز کب | مکھیاں عنقا کی ہوں ہمراز کب

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح | ورنہ تنگ آید [illegible]

جفت کو ہم کفو ہونا چاہیے | اختلاط آپس ہیں [illegible] ورنہ کب رہے

عورت کا جواب

گفت گفتم من چنیں عذرے بداو | گفت [illegible] نے من بستم اسباب جو

بولی عورت عذر سب ہیں سنے گئے | وہ [illegible] بولی کیا [illegible] اسباب سے

ما زمال و زر ملول و تشنہ ایم | ما [illegible]

اب وبالِ جاں ہمیں ہے مال و زر | [illegible] عام لے کر خوش کہو

ما ملولیم از تماشِ و زر و سیم | [illegible] از مال [illegible]

سونے چاندی سے ہمیں ہے اب ملال | [illegible] بالکل خیال

قصدِ ما ستر است پاکی و صلاح | [illegible] باشد فلاح

مدعا عصمت ہے، پاکی اور صلاح | [illegible] ہوئی ہے فلاح

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت | [illegible] تا نبود نہفت

صوفی نے پھر عذرِ درویشی کیا | [illegible] دوبارہ ماجرا

گفت زن من ہم مکرر کردہ ام | [illegible] را مقرر کردہ ام

بولی عورت میں مکرر کہہ چکی | [illegible] مقرر ہو گئی

اعتماد اوست راسخ تر ز کوہ | [illegible] نباید شکوہ

کوہ سے بڑھ کر ہے اس کا اعتماد | [illegible] اعتقاد

او همی گوید مُرادم عفّت است — از شما مقصود صدق و همّت است

وہ تو کہتی ہے کہ عفّت چاہیے — تم سے مجھ کو صدق و ہمّت چاہیے

گفت صوفی خود جهاز و مال را — دیده وے کہ بیند هویدا نے خفا

بولا صوفی خود جہیز اور مال بھی — اُس نے دیکھا بات ہے کیا راز کی

خانۂ تنگی مقاوم پاک ستی — کاندرو پنهان نماند سوزنی

تنگ سا گھر اک شخص کے رہنے کی جا — ہے سوئی کا جس میں چھپنا وہم سا

باز ستر و پاکی و زهد و صلاح — از ما به داند اندر افتضاح

ستر و پاکی زہد اور پھر اتقا — جانتی ہے وہ یہ سب ہم سے سوا

به ز ما بهداند او احوال ستر — وز پس و پیش و سر و دنبال ستر

حال وہ خود جانتی ہے ستر کا — سب پس و پیش ابتدا و انتہا

بی‌جهازی خود عیان همچون خور است — وز صلاح و ستر او واقف تر است

بے جہیزی زر کی صورت عیاں — ہے صلاح و ستر سے وہ راز داں

ظاهر او بی جهاز و خادم است — وز صلاح و ستر او خود عالم است

ہے بظاہر بے نوا لڑکی مری — ہے مگر عالم صلاح و ستر کی

شرح مستوری ز بابا شرط نیست — چون بر او پیدا چو روز روشنیست

باپ ظاہر ستر و خفر کیا کرے — روز روشن کی طرح جب خود کھلے

این حکایت را بدان گفتم که تا — لاف کم بافی چو رسوا شد خطا

یوں سنایا ہے یہ قصہ ایک بار — جب خطا رسوا ہوئی شیخی نہ مار

مر ترا ایسے ہم بدعوی مستزاد — این بدست اجتهاد و اعتقاد

اپنے دعوے کو تو سمجھا مستزاد — تھا یہ تیرا اجتہاد و اعتقاد

۵ یہاں سے اس زن معشوقہ کی گفتگو ہے جو اپنے جوان عاشق سے ہمکلام ہو رہی ہے +

چوں زن صوفی تو خائن بودہ	دام مکر اندر دغا بکشودہ
ہے زن صوفی سا خائن ترا کلام	کھولا ہے مکر و دغا کا تو نے دام
کز ہر ناشستہ روئے کپ زنے	شرم داری وز خدائے خویش نے
ہے ہر اک نا اہل سے گپ مارنا	پھر نہیں اللہ سے تجھ کو حیا

خدا اپنے آپ کو بصیر و سمیع و علیم کیوں کہتا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر	کہ بود دید ویت ہر دم نذیر
حق کہے خود کو "بصیر" اس واسطے	دید ہے تا اس کی تو ڈرتا رہے
از پئے آں گفت حق خود را سمیع	تا ببندی لب ز گفتار شنیع
ہے "سمیع" اس واسطے خود کو کہا	ہوں نہ لب تیرے بدی سے آشنا
از پئے آں گفت حق خود را علیم	تا نیندیشی فسادے تو ز بیم
یوں "علیم" اللہ نے خود کو کہا	تا نہ ڈر کر تو کرے فتنہ بپا
نیست اینہا بر خدا اسم علم	کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کب ہیں نام اللہ کے اسم علم	کہتے ہیں کافور ہی زنگی کو ہم
اسم مشتق ست و اوصاف قدیم	نے مثال علت اولی سقیم[1]
اسم مشتق ہیں قدیم اوصاف سے	کب ہیں مثل علت اولی برے
ورنہ تسخر باشد و طنز و دغا	کر را سامع ضریری را ضیا
ہے یہ تسخر ورنہ اور طعن و دغا	کر کو سامع کہنا اندھے کو ضیا
یا علم باشد حیی نام وقیح	یا سیاہ زشت را نام صبیح
کہہ دیا یا بے شرم کو ہم باحیا	یا سیہ رو کو صبیح و مہ لقا

[1] جیسا کہ فلاسفہ خدائے تعالیٰ کو علت اولیٰ کہتے ہیں۔

طفلکی تو زادہ را حاجی لقب	یا لقب غازی نہی بہر نسب
کوئی کسی بچے کو حاجی کا لقب	یا کوئی غازی رکھے اپنا لقب
گر بگویند ایں لقبہا در مدیح	چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
مدحتاً دیں یہ لقب جس شخص کو	ہو غلط گر یہ صفت اس میں نہ ہو
تسخر و طنزے بود آں یا جنون	پاک حق عما یقول الظالمون[1]
یا جنوں یا طعنہ ہے یا کہ ہے	ظالموں کے کہنے سے حق پاک ہے
من ہمی دانستمت پیش از وصال	کہ نکو روئی ولیکن بد خصال
جانتی تھی میں تجھے قبل وصال	خوبصورت ہے مگر ہے بد خصال
من ہمی دانستمت پیش از لقا	کز ستیزہ راسخی اندر شقا
دیکھنے سے پہلے تھی میں جانتی	سفلہ پن راسخ ہے عادت میں تری
چونکہ چشمم سرخ باشد در عمش	دانمش زاں درد گر کم بینمش
آنکھ جب دکھنے کو آتی ہے مری	درد سے سرخی کو ہوں میں جانتی
تو مرا چوں برہ دیدی بے شبان	تو گماں کردی ندارم پاسباں
بکری ہے بے چرواہے کی سمجھا مجھے	ہے محافظ نہیں نظر آتی تجھے
عاشقاں از درد زاں نالیدہ اند	کہ نظر نا جایگہ مالیدہ اند
درد سے ہے عاشقوں کی آنکھ تر	لڑ گئی ہے بے جگہ ان کی نظر
پیشیاں دانستہ اند آں گلی را	رایگاں دانستہ اند آں سنجی را
وہ ہرن کو سمجھے ہیں بے پاسباں	قید اس کی جانتے ہیں رائیگاں
تا ز غیرت تیر[2] آید بر جگر	کہ منم حارس مگر افگند نگر
پہنچے کا اس کو تیر غیرت سینے پر	ہیں نگہباں ہوں نہ تاکو دیکھ ادھر

۱ یعنی ظالموں کے کہنے سے خدائے تعالیٰ پاک ہے

۲ یعنی غیرت الٰہی کا تیر

کے کم از برّہ کم از بزغالہ ام
کہ نباشد حارسی از دنبالہ ام

بکری کے بچے سے تو ہیں کم نہیں
کیوں نہ میرا پاسباں ہو بالیقیں

حارسے دارم کہ ملکش می‌سزد
داند آں بادے کہ بر من می‌وزد

پاسباں وہ ۔ حاکمِ ملکِ جہاں
جو ہوا مجھ کو چھوئے وہ عیاں

سرد بود آں باد یا گرم آں علیم
نیست غافل نیست غائب اے سقیم

جانتا ہے سرد تھی یا گرم تھی
وہ نہ غافل ہے نہ غائب ہے کبھی

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں
من بدل کورت بدیدم عیاں

نفسِ شہوانی میں کب ہے نورِ جاں
میرے دل پر ہے تری کوری عیاں

نفسِ شہوانی ز حق کر ست و کور
من بدل کور بینا بدیدم ز دور

نفسِ شہوانی ہے بہرا کور بھی
تیرے اندھے پن کو میں تھی دیکھتی

ہشت سالت زاں نپرسیدم بہیچ
کہ پرت دیدم ز جہلِ پیچ پیچ

آٹھ سال اس واسطے پرسش نہ کی
جہل سے لبریز تھا تو واقعی

خود چہ پرسم آنکہ او باشد چو نون
کہ تو چونی چوں بود او سرنگوں

کس طرح سے اس سے میں پوچھوں کہوں
نون کی صورت جو خود ہو سرنگوں

دنیا بھاڑ اور تقویٰ حمّام ہے

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن است
کہ ازو حمّامِ تقویٰ روشن است

شہوتِ دنیا ہے گلخن کی مثال
گرم ہے حمّامِ تقویٰ اور لال

لیک قسمِ متقی زیں تون صفاست
زانکہ در گرمابہ است و در نقاست

اہل اللہ رستہ بری ہیں متقی
کیونکہ ہیں حمّام میں اور پاک بھی

اغنیا مانندۂ سرگیں کشاں
بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں

لا کے ڈاکر کرتے اغنیا ہیں [illegible]
غسل خانہ گرم کرنے کے لئے

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا ‏ ‏ تا بود گرمابہ گرم و با نوا

حرص بھر دینا ہے ان میں کبریا ‏ ‏ تاکہ ہو حمام گرم اور با نوا

ترکِ ایں توں گیر در گرمابہ راں ‏ ‏ ترکِ توں را عینِ آں گرمابہ داں

یہ دلدّر چھوڑ اور حمام کر ‏ ‏ ترک اس کا عین حمام اے پسر!

ہر کہ در تونست او چوں خادم است ‏ ‏ مر ورا گو صابرست و حازم است

جو دلدّر میں ہے خادم ہے یہاں ‏ ‏ اُس سے کہدے تو ہے نقصہ بیکراں

ہر کہ در حمام شد سیمائے او ‏ ‏ ہست پیدا بر رخِ زیبائے او

جو گیا[1] حمام میں اس کی جبیں ‏ ‏ ہے رخِ زیبا پہ روشن بالیقیں

تونیاں را نیز سیما آشکار ‏ ‏ از لباس و از دخان و از غبار

ہیں دلدّر کے نشاں بھی آشکار ‏ ‏ کپڑوں سے اور منہ سے جن پر ہو غبار

ور نہ بینی روش بویش را بگیر ‏ ‏ بو عصا آمد برائے ہر ضریر

منہ نہ دیکھے اُس کا تو بو اُس کی لے ‏ ‏ بو عصا ہے ایسے اندھے کے لئے

ور ندانی تو بیارش در سخن ‏ ‏ از حدیثِ نو بداں رازِ کہن

بو نہ پائے تو تو باتیں اس سے کر ‏ ‏ رازِ کہنہ اخذ کر اُن سے پسر!

پس بگوید تونئے صاحب ذہب ‏ ‏ بیست سالہ چرک بردم تا بشب

پس کہے یوں وہ دلدّر مالدار ‏ ‏ بیس سال افسوس ڈھویا چرک بار

حرصِ تو چوں آتش است اندر جہاں ‏ ‏ باز کردہ صد زبانہ ہر دہاں

حرص تیری آگ ہے یہ جان لے ‏ ‏ لاکھ شعلے منہ میں پھیلائے ہوئے

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش است ‏ ‏ گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش است

مثلِ سرگیں مال و زر ہے عقل سوز ‏ ‏ گو ہے گوڑے کی طرح آتش فروز

[1] ارشادِ خدائے تعالیٰ عزّ و جلّ ‏ ‏ سِیمَاهُمْ فِی وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ
یعنی سجدوں کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں نشان ہوں گے +

آفتابی کو دم از آتش زند | چرک تر را لائق آتش کند
آگ کا دعویٰ جو ہو سورج کو ہے | چرک تر کو آگ کے لائق کرے

آفتاب آں سنگ را ہم کرد زر | تا بجوزن چرس افتد صد شرر
ہو تو سکے پتھر کبھی سورج ہی سے زر | تا و لیکن بیس رگیا ہے سینہ سو شرر

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام | چیست یعنی چرک چندیں خوردہ ام
جس نے جمع مال کا دعویٰ کیا | کتنا ہے یہ بول چرک اتنا کھا گیا

ایں سخن گرچہ کہ رسوائی فزاست | درمیان لوشیاں زیں فخرہاست
بات یہ ہے گو کہ رسوائی فزا | ہے ولایت کے لئے فخر اے فتا

گر تو شش سال کشیدی تا شب | من کشیدم بیست سال اے کرب
تو نے ہے چھ سال ڈھویا با ملال | میں نے گوبر ڈھویا ہے بیس سال

آنکہ در توں زاد پاکی را ندید | بوئے مشک آرد برو رنجے پدید
پاک کب سمجھے اُن میں جو پیدا ہوئے | ہے انہیں تکلیف بوئے مشک سے

گر بتوں انبار خواہی باد و نو | زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو
ڈھیر میں کوڑے کے گر تو گر پڑا | اس زیاں میں تجھ نہ ہو گا فائدا

ایک چمڑا رنگنے والے کا قصہ

آں یکی دباغ در بازار شد | تا خرد آنچہ درآورد کار بہر
گزرا اک دباغ اک بازار سے | تا خریدے چند چیزیں مول سے

چونکہ در بازار عطاراں رسید | ناگہاں افتاد بیہوش و خمید
پہونچ میں جب عطر والوں کے گیا | ناگہاں بیہوش ہو کر گر پڑا

بوئے عطرش زد ز عطاراں راد | تا بگردید سرش بر جا فتاد
عطر کی بو کا جو جھونکا آگیا | گر پڑا دباغ سر چکرا گیا

ہمچو مردار اوفتاد او بے خبر　　نیم روز اندر میان رہگذر

صورت مُردار تھا وہ بے خبر　　آدھے دن تک درمیان رہگذر

جمع آمد خلق بر وے آن زمان　　جملگاں لاحول گو درماں کناں

لوگ سب آکر اکٹھے ہو گئے　　اور لاحول اس پہ سب پڑھنے لگے

آن یکے کف بر دل او مے براند　　وز گلاب آن دیگرے بر وے فشاند

کوئی دل پر ہاتھ اس کے پھیرتا　　اور چھڑکتا تھا گلابی دوسرا

او نمیداند کاندر مرتعہ　　از گلاب آمد ورا این واقعہ

کون جانے مرتع روح خراب　　واقعہ کی وجہ تھی بوئے گلاب

آن یکے دستش ہمی مالید و سر　　وان دگر کہگل ہمے آورد تر

ہاتھ اک ملتا تھا اس کے اور سر　　لخلخہ کوئی سنگھاتا کر کے تر

آن بخور عود و شکر زد بہم　　وان دگر از پوششش مے کرد کم

ایک لایا عود و شکر کا بخور　　ایک نے کپڑے کئے سب اس کے دور

وان دگر نبضش کہ تا چون مے جہد　　وان دگر بو از دہانش مے ستد

نبض کی رفتار تھا اک دیکھتا　　سونگھتا تھا اس کے منہ کو دوسرا

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش　　خلق درماندند اندر بیہشیش

تاکہ یہ معلوم ہو پی ہے کہ بھنگ　　خلق تھی بیہوشیوں سے اس کی تنگ

پس خبر بردند خویشاں را شتاب　　کہ فلاں افتادہ است آنجا خراب

دی خبر اس کے عزیزوں کو شتاب　　ہے فلاں شخص اس جگہ بیہوش خراب

کس نمیداند کہ چوں مصروع گشت　　یا چہ شد کو را فتاد از بام طشت

کون جانے اس کو مرگی آگئی　　یا ہوا کچھ اور شہرت سے بڑی

یک برادر داشت آن دباغ زفت　　گربز و دانا بیامد زود تفت

ایک موٹا بھائی تھا دباغ کا　　تھا عقل و دانا وہ فوراً آگیا

اندکے سرگین سگ در آستین   خلق را بشگافت و آمد با چنین
کتے کا گوہ آستیں میں رکھ لیا   بھیڑ کو اک بار آیا چیرتا
گفت من رنجش ہمے دانم ز چیست   چوں سبب دانی دوا کردن جلیست
بولا اس کے دکھ کی مجھ کو ہے خبر   ہے مداوا اس لئے آسان تر
چوں سبب معلوم نبود مشکل است   داروے رنج و در آں صد محتمل است
ہو سبب پنہاں، تو ہوں سو مشکلیں   دقتیں ہوں ہر دوا اور درد میں
چوں بدانستی سبب را سہل شد   دانش اسباب دفع جہل شد
جب سبب سمجھا تو آساں ہو گیا   دفع اس سے جہل کو فوراً کیا
گفت با خود ہستش اندر مغز و رگ   تو بتو بوئے آں سرگین سگ
بھائی اس کا دل میں یوں کہنے لگا   یہ تو ہے سرگین سگ ہی سے بھرا
تا میاں اندر حدث او تا بشب   غرق و باغیست او روزی طلب
یہ نجاست میں کمر تک تا بہ شب   غرق رہتا ہے، سدا روزی طلب
با حدث کرد است عادت سال و ماہ   بوئے عطرش لاجرم دارد تباہ
یہ نجاست کا ہے خوگر سال و ماہ   عطر کی بو نے کیا اس کو تباہ
پس چنیں گفت است جالینوس مہ   آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
اس لئے ہے قول جالینوس کا   جو ہے عادت، وہ مریضوں کو کھلا
کز خلاف عادت است آں رنج او   پس دوائے رنجش از معتاد جو
ترک عادت ہی مرض ہے جان لے   ڈھونڈ لے تو اس کی دوا معتاد سے
چوں جعل گشت است از سرگیں کشی   از گلاب آید جعل را بیہشی
جب جعل سرگیں کشی سے ہو گیا   عطر سے کیا ہوش آئے پھر بھلا
ہم از آں سرگین سگ داروے اوست   کہ بداں او را ہمیں معتاد و خوست
ہے فقط سرگین سگ اس کی دوا   داء جعل عادت وہی ہے بر ملا

الخبیثات الخبیثیں را بخواں[1]	رو و پشت ایں سخن را باز داں
الخبیثات الخبیثیں پڑھ دو ذرا	پائیگا رُو پشت سے اس کا پتا
ناصحاں آنرا بعنبر یا گلاب	مے دوا سازند بہر فتح باب
چارہ گر عنبر گلاب اور کیوڑا	دیتے ہیں بہر دوا تا ہو شفا
مر خبیثاں را نسازد طیبات	درخور و لائق نباشد اے ثقات
کب خبیثوں کو ہے پاکی سازگار	اُن کے قابل ہی نہیں یہ اے نگار
چوں ز عطر وحی کژ گشتند و گم	بد فغان شاں کہ تطیرنا بکم
ہو گئے جب وحی کی خوشبو سے گم	کہتے تھے کافر تطیرنا بکم[2]
رنج و بیمار یست ما را زیں مقال	نیست نیکو وعظتاں ما را بفال
رنج و بیماری ہے اس تقریر سے	وعظ یہ اچھا نہیں اپنے لئے
گر بیاغازید نصحے آشکار	ما کنیم اینندم شما را سنگسار
اب نصیحت کی جو تم نے آشکار	ہم تمہیں کر دیں گے فوراً سنگسار
ما بلہو و لعب فربہ گشتہ ایم	در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم ہوئے موٹے ہیں لہو و لعب سے	ہیں نصیحت سے الگ اب تک کے
ہست قوت ما دروغ و لہو و لاغ	شورش معدہ است ما را زیں بلاغ
جھوٹ ہے یا مکر ہے اپنی غذا	شورش معدہ ہے پیغام خدا

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ :- اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ یعنی پلید چیزیں پلید لوگوں کے لئے ہیں۔ اگر اسے رو و پشت کیا جائے تو "اَلْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ" ہوگا یعنی پلید لوگ پلید چیزوں کے لئے ہیں۔ ۱۲

[2] قَالُوْا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَلَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ یعنی کافروں نے انبیاء سے کہا کہ اپنے درمیان ہم تمہیں نحس اور شوم سمجھتے ہیں، کہ تم نے ہم میں تفرقہ ڈال دیا، اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اور تم کو ہم سے بڑے عذاب پہنچیں گے ۔

رنج را صد تو و افزوں میکنند | عقل را دارو بافیوں میکنند
بڑھاتے رنج کو ہیں سو گنا | عقل کو دیتے ہیں یہ افیوں کھلا

گندہ شرک و کفر ایشاں بیحد است | ہیں کہ دباغ اوفتادہ بیخود است
گندگی بیحد ہے کفر و شرک کی | دیکھیں اب دباغ کی کیا بیہوشی

دباغ کا علاج

خلق را میراند از وے آں جواں | تا علاجش را نہ بیند آں کساں
بھیڑ کو اس سے ہٹاتا تھا جواں | تا علاج اس کا نہ ہو ان پر عیاں

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو | پس نہاد آں چیز بر بینی او
راز گو کی طرح پہنچا کر کے سر | رکھ دیا پھر کہیں اس کی ناک پر

کو بکف سرگین سگ سائیدہ بود | داروئے مغز پلیداں دیدہ بود
ہاتھ میں کتے کا تھا گوہ مل لیا | جو پلیدوں کی مجرب تھا دوا

چونکہ بوئے آں حدث را واکشید | مغز آشفتہ بوئے ناخوش را شنید
اس نجاست کی جو بو اس تک گئی | بوئے ناخوش مغز میں جا کر بسی

ساعتے شد مردہ جنبیدن گرفت | خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت
مردہ وہ کچھ دیر میں ہلنے لگا | لوگوں نے سمجھا کہ جادو کر دیا

کایں بخواند افسوں بگوشش او دمید | مردہ بود افسوں بفریادش رسید
اس نے جادو پڑھ کے پھونکا کان میں | کام افسوں کر گئی گزر جان میں

جنبش اہل نیاز آنسو بود | کہ زنا و غمزہ ابرو بود
ہے وہاں سے جنبش اہل نیاز | غمزہ ابرو ہو یا ہو تیر ناز

ہر کرا مشک نصیحت سود نیست | جز بدیں بوئے پلیدش بہبود نیست
مشک سے جس کو نہ ہو کچھ فائدہ | کیا علاج اس کا ہے بد بو کے سوا

مشرکان را زان نجس خواندہ است حق	کاندرون پشک زادند از سبق
مشرکوں کو یوں نجس حق نے کہا	مینگنی میں گویا پڑی ان کی بنا
کرم کو زاد و ست از سرگین ابد	مے نگردد از عنبر خوے خود
کیڑا جو گوبر میں سے پیدا ہوا	اس کی عادت بدلے گی عنبر سے کیا
چون نزد بر وے نثار رش نور	او ہمہ جسم است بے دل چون قشور
نور کی آس پر نہ جو چھاڑیں پڑیں	جسم ہے چھلکا سا جاں اس میں نہیں
ور ز رش نور حق قسمیش داد	ہمچو رسم مصر سرگین مرغ زاد
نور حق میں کچھ اگر حصہ ملا	مرغ رسم مصر سے گوبر پیدا ہوا
لیک نے مرغ خسیس خانگی	بلکہ مرغ دانش و فرزانگی
کب ہے وہ ناپاک مرغ خانگی	بلکہ مرغ دانش و فرزانگی
تو بدان مانی کز آن نسلے بُدی	زانکہ بینی بر پلیدی مے نہی
تو بھی ایسا ہی ہے نالی در سے	ناک ہے اپنی پلیدی پر رکھے
از فراقت زرد شد رخسار و رو	برگ زرد و میوۂ ناپختہ تو
گال تیرے ہجر سے مرجھا گئے	برگ زرد اور میوے ناپختہ ترے
دیگ ز آتش شد سیاہ و دود فام	گوشت از سختی چنین ماند است خام
دیگ آتش سے ہوئی گو دود فام	گوشت سختی سے رہا ویسا ہی خام
ہشت سالت جوش دادم از فراق	کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق
ہجر میں یا تجھ کو آٹھ سال	تیری خامی کم نہ نکلی ایک بال

لہ قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ: انما المشرکون نجس — یعنی بے شک مشرک ناپاک ہیں۔

۲لہ مصر میں یہ رسم ہے کہ انڈے کو گوبر میں دبا دیتے ہیں پھر اپنے پیٹے اور دل کی گرمی سے بچے پیدا کرتے ہیں۔ ۳لہ وہ معشوقہ اپنے عاشق سے کہتی ہے۔

خامی و هرگز نخواهی پخته تو گر هزاراں بار جوشی ای عتو
خام ہے ہرگز پکے گا تو نہیں گو ہزاروں بار ابلے بالیقیں
غورهٔ تو سنگ بسته از مقام غورها اکنوں مویزند و تو خام
تیرا غورہ سنگ بستہ ہے تمام سب منقی بن گئے اور تو ہے خام

عاشق کی فریب سے عذرخواہی

گفت عاشق امتحاں کردم مگیر تا ببینم تو حریفی یا ستیر
بولا عاشق سے رہا تھا امتحاں ہے حقیقی یا حریف دوستاں
من همی دانستمت بے امتحاں لیک کے باشد خبر همچوں عیاں
جانتا ہے امتحاں بھی تھا مگر دیکھنا کچھ اور ہے سننا دگر
آفتابی نام تو مشهور و فاش چه زیانست ار بکردم ابتلاش
نام تیرا مہر کی صورت عیاں کیا ہے نقصاں سے لیا گر امتحاں
انبیا را امتحاں کرده عداة تا شده ظاهر از ایشاں معجزات
امتحاں لوگوں نے نبیوں کے لئے اور اُن سے معجزے ظاہر ہوئے
تو منی من خویشتن را امتحاں میکنم هر روز در سود و زیاں
تو ہے مجھ میں اور میں اپنا امتحاں کرتا ہوں ہر روز با سود و زیاں
امتحاں چشم خود کردم بنور ای که چشم بد ز چشمانت تو دور
آزمایا آنکھ کو ہے نور سے دور اے جاں! تجھ سے چشم بد رہے
ایں جهاں همچوں خرابه است و تو گنج گر تفحص کردم از گنج است مرنج
یہ جہاں ویرانہ ہے اور تو ہے گنج جستجو کی گنج کی تو کیوں ہے رنج

؎ کچا انگور

زآں چنیں بیخودگی کردم گزاف | تا نلافم با دشمناں ہر بار لاف
اس لئے کتنی بیہودگی سے گماں | دشمنوں میں تاکہ ماروں شیخیاں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد | چشمم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد
تا زباں جب نام لے اے رشک ماہ | میری آنکھیں تیری ہو جائیں گواہ

گر شدم در راہ حرمت راہزن | آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
تیری حرمت کا ہوا گر راہزن | لیکے آیا ہوں یہاں تیغ و کفن

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش | پیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
تیغ سے اپنی ہی مجھ کو قتل کر | مار دوری ہی نہ دے اب اس قدر

جز بدست خود مبرم پا و سر | کہ ازیں کشتم نہ از دست دگر
پاؤں اور سر کاٹ اپنے ہاتھ سے | کیوں مروں میں دوسروں کے ہاتھ سے

از جدائی باز میرانی سخن | ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
پھر جدائی کا لیا کیوں تو نے نام | اور سب کچھ کر نہ کر لیکن یہ کام

در سخن آبادم ایندم راہ شد | گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
گو سخن آباد کا رستہ رہا | اپنی کہنے کا کہاں موقع رہا

پوستہا گفتیم و مغز آمد دفیں | گر بمانیم ایں نماند ہمچنیں
پوست ظاہر ہیں مگر گودا نہاں | چھوڑ دوں یوں ہی تو جائے رائگاں

گر خطائے آمد از ما در وجود | چشم بیداریم در عفوے ودود
مجھ سے سرزد گر ہوئی کوئی خطا | اے حبیبہ بخشدے اے پر خطا

امتحاں کردم مرا معذور دار | چوں زفعل خویش گشتم شرمسار
آزمایش کی تھی کر دے عفو یار | فعل سے اپنے میں خود ہوں شرمسار

ملہ چونکہ وہ عاشق اس جگہ اپنی معشوقہ سے ہمکلام تھا اس لئے سخن آباد کہا ہے

معشوق کا عاشق کے عذر کو رد کرنا

در جوابش بر گشاد آن ماہ لب … کز سوئے ما روز و سوئے تست شب

یوں جواب اس ماہِ عالم نے دیا … رات تیری ہے مگر ہے دن مرا

حیلہاے تیرہ اندر داوری … پیش بینایاں چرا مے آوری

مکر ہی تاریک کیوں کرتا ہے تو … وہ بھی جو بینا ہیں، ان کے روبرو

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز … پیش ما رسوا و پیدا ہمچو روز

مکر سے جو تیرے دل میں ہے نہاں … ہے مثالِ روز وہ ہم پر عیاں

گر بپوشیمش ز بندہ پروری … تو چرا بیرونی از حد مے بری

ہاں چھپا لی ہوں اُسے یہ ہے عطا … اپنی حد سے تو ہے کیوں آگے بڑھا

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ … خوش فرود آمد بسوئے پایگاہ

سیکھ باپ سے جب آدمؑ ہوئے محوِ گناہ … پہنچے آخر سے شاد و سرخوشی پا بگاہ

چوں بدید آں عالم الاسرار را … بر دو پا استاد استغفار را

شان دیکھی عالمِ اسرار کی … ہو گئے استادہ، استغفار کی

بر سرِ خاکستر اندہ نشست … وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست

بیٹھے وہ خاکسترِ اندوہ پر … شاخ سے تا شاخ نہ پہنچے کود کر

رَبَّنَا إِنَّا ظَلَمْنَا گفت و بس … چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس

رَبَّنَا إِنَّا ظَلَمْنَا صرف کہا … پیش و پس سے جانداروں کو تکا

لہ قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ، رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ یعنی آدم علیہ السلام نے کہا یا اللہ ہم نے اپنی ذات پر خود ظلم کیا ہے اگر تو ہم کو نہ بخشیگا، اور ہم پر رحم نہ کریگا، تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہوں گے۔

دیدہ جانداران نہان ہمچو جاں ۔ دور باشش ہر یکے تا آسماں
دیکھا جانداروں کو پنہاں مثل جاں ۔ دور باشیں جن کی کھٹیں تا آسماں

کہ ہلا پیش سلیماں مور باش ۔ تا نبشگافد ترا ایں دور باش
ہاں تو آ پیش سلیماں مور ہو ۔ پھاڑ بیٹھے تجھ کو ڈانسے دور ہو

جز مقام راستی یکدم مایست ۔ ہیچ لالا ہر ورا چوں چشم نیست
ہاں نہ لے دم جز مقام راستی ۔ آنکھ سے بہتر نہیں خادم کوئی

کور اگر از پند پالودہ شود ۔ ہر دمے او باز آلودہ شود
صاف کر دیں کور کو گر پند سے ۔ گندگی میں پھر وہ ہر دم جا پڑے

آدمی تو نیستی کور از نظر ۔ لیک اذا جاء القضا عمی البصر[1]
گرچہ اے آدم نہیں تو کم نظر ۔ جب قضا آئے ہے آنکھ اندھی مگر

عمرہا باید بنا در گاہ گاہ ۔ تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
شاذ و نادر مدتوں میں ہاں کبھی ۔ چاہ میں گر جاتا ہے بینا کوئی

کور را خود ایں قضا ہمراہ اوست ۔ کہ مر اورا اوفتادن طبع و خوست
کور کے ہمرہ قضا ہے کو بکو ۔ اس کا گرنا ہے طبیعت اور خو

در حدث افتد نداند بوئے چیست ۔ از منست ایں بوئے یا آلودگیست
جانے کیا وہ گر گئے ناپاکی میں بھی ۔ بو ہے میری یا کہ ہے آلودگی

ور کسے بر وے کند مشکے نثار ۔ ہم ز خود داند نہ از احسان یار
مشک اس پر ڈالدے کوئی تو کیا ۔ اپنی بو سمجھے نہ احساں دوست کا

پس دو چشم روشن صاحب نظر ۔ بہتر از صد مادر است و صد پدر
آنکھیں دو اہل نظر کی دیکھئے ۔ بہتر و برتر ہیں سو ماں باپ سے

[1] یعنی جس وقت قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں۔

خاصه چشم دل که آن هفتاد توست	پیش چشم حس که خوشه چین اوست
پردے ستر چشم دل ہیں کہ الٰہی	چشم حس اس آنکھ کی ہے خوشہ چیں
اے دریغا رہزنان بنشستہ اند	صد گرہ زیر زبانم بستہ اند
راہزن ہیں راہ میں بیٹھے ہوئے	گرہ ہیں سو میری زباں میں ڈالتے
پای بستہ چون رود خوش راہوار	بس گران بندیست این معذور دار
جو ہو پابستہ چلے کیا راہوار	ہے گراں بندش سمجھ معذور یار
این سخن اشکستہ می آید دلا	کاین سخن در است و غیرت آسیا
یہ سخن تیرا شکستہ ہے دلا	ہے سخن موتی تو غیرت آسیا
در اگر چہ خرد و اشکستہ شود	توتیای دیدۂ خستہ شود
موتی چورا چورا ہو کر ٹوٹ کے	دیدۂ خستہ کا وہ سرمہ بنے
اے در از اشکست خود بر سر مزن	کز شکستن روشنی خواہی شدن
اے دُر اپنے ٹوٹنے کا غم نہ کھا	ٹوٹنے ہی روشنی بن جائیگا
ہمچنین اشکستہ بستہ گفتنیست	حق کند آخر درستش کو غنیست
ایسی ہی ہے ٹوٹی پھوٹی بات بھی	حق درست اس کو کرے جو ہے غنی
گندم ار اشکست ازہم درگسست	بر دکان آمد کہ نک نان درست
گیہوں ٹوٹے اور پسے بے اختیار	جب دکاں پر آئے تو روٹی ہو یار
تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش	آب و روغن ترک کن اشکستہ باش
تو بھی اے عاشق نمایاں ہو جرم اگر	ہو شکستہ اسب لگاوٹ ترک کر
آنکہ فرزندان خاص آدمند	نفخۂ انّا ظلمنا میدمند
خاص جو فرزند آدم ہیں یہاں	ان کو ہے انّا ظلمنا بر زباں
حاجت خود عرضہ کن حجت مگو	ہمچو ابلیس لعین سخت رو
اپنی حاجت کر بیاں حجت نہ کر	مثل ابلیس لعین بد سیر

سخت روئی گر ورا شد عیب پوش
در شکستہ سخت روئی را بکوش

سخت روئی عیب پوش اس کی ہے یار
چاہئے کر تو سخت روئی اختیار

آں ابوجہل از پیمبر معجزے
خواستہ ہمچوں کینہ ور ترک غزے

مقصد اپنا معجزہ سے بوجہل نے
چاہا۔ اور جوں ترک آیا سامنے

معجزہ جست از نبی بوجہل سگ
دید و افزودش از آں الا کہ شک

معجزہ بوجہل نے چاہا تو کب
کب بڑھی بینائی یاں شک بڑھ گیا

لیک آں صدیق حق معجز نخواست
گفت ایں رو خود نگوید غیر راست

معجزہ صدیق رض نے چاہا نہ تھا
بولے اس منہ کی سوا باتوں کے جھوٹ کیا

کے رسد ہمچوں توئی را کز منی
امتحاں ہمچو من یارے کنی

تو جو ہے مغرور تو کب ہے بجا
امتحاں لینا مجھ ایسے دوست کا

حضرت علی رض اور ایک یہودی

مرتضی را گفت روزے یک عنود
کو ز تعظیم خدا آگہ نبود

یوں علی رض سے ایک سرکش نے کہا
جو نہ تھا آگاہ تعظیم خدا

بر سر بامے و قصرے بس بلند
حفظ حق را واقفی اے ہوشمند

ایک کوٹھے پر بلند اک محل پر
حفظ حق سے آپ واقف ہیں مگر؟

گفت آرے او حفیظ است و غنی
ہستی ما را ز طفلی و منی

بولے ہاں وہ ہے محافظ اور غنی
عالم طفلی سے ہے اس سے قبل بھی

گفت خود را اندر افگن ہیں ز بام
اعتمادے کن بحفظ حق تمام

بولا اس کوٹھے سے نیچے گر پڑو
اور بھروسہ حفظ خالق پر کرو

تا یقیں گردد مرا ایقان تو
و اعتقاد خوب با برہان تو

تا یقیں اس بات کا آئے مجھے
اعتقاد ایسی دلیلوں پر رہے

پس امیرش گفت خامش کن برو　　تا نگردد جانت ایں جرأت گرو
ہیں علی بولے کہ ہو خاموش جا　　جان نہ اس جرأت میں پائے ابتلا
کے رسد مر بندہ را کو با خدا　　آزمایش پیش آرد ز ابتلا
بندہ کے لائق ہے کب جو امتحاں　　لے خدا کا سامنے آکر یہاں
بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول　　امتحان حق کند اے گیج گول
بندہ کی طاقت ہے کیا جو بھول کر　　لے خدا کا امتحاں اے بد سیر
آں خدا را میرسد کو امتحاں　　پیش آرد ہر دمے با بندگاں
ہے فقط یہ بات خالق کو روا　　امتحاں لے ہر گھڑی مخلوق کا
تا بما ما را نماید آشکار　　کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
تا ہمیں پر ہم کو کر دے آشکار　　غیب پر ہے ہم کو کتنا اعتبار
ہیچ آدم گفت حق را کہ ترا　　امتحاں کردم دریں جرم و خطا
کیا کسی نے بھی خدا سے ہے کہا　　ہاں کیا ہے امتحاں میں نے ترا
تا بہ بینم غایت حلمت شہا　　وہ کرا باشد مجال ایں کرا
تا کہ تیرے حلم کی حد دیکھ لوں　　ہے مجال اس کی کسے اے سرنگوں
عقل تو از بس کہ آمد خیرہ سر　　ہست عذرت از گناہ تو بتر
عقل تیری ہے بہت خوار و تباہ　　ہے گنہ سے بھی بڑا عذر گناہ
آنکہ او افراشت سقف آسماں　　تو چہ دانی کردن او را امتحاں
جس نے تانی ہے یہ سقف آسماں　　تو بھلا اس کا کرے گا امتحاں
اے ندانستہ تو شر و خیر را　　امتحاں خود را کن آنگہ غیر را
علم کب ہے تجھ کو شر و خیر کا　　لے تو اپنا امتحاں پھر غیر کا
امتحان خود چو کردی اے فلاں　　فارغ آئی ز امتحان دیگراں
امتحاں اپنا لیا جب اے فلاں　　امتحان غیر سے فارغ ہوا

چوں بدانستی کہ شکر داں نۂ
پس بدانی کاہل شکر خانۂ

جب تو سمجھے خود کو شکر دانہ ہے
لائق تو نہیں شکر خانہ ہے

پس بداں بے امتحانے کہ اگر
شکرے نفرستدت تا پایگاہ

وہ خدا بے آزمائش کے کہیں
بھیجتا شکر مکانوں تک نہیں

ایں بداں بے امتحاں از علم شاہ
چوں سری نفرستدت تا پایگاہ

علم حق سے یہ بھی کر لے تو یقیں
سر دری بے امتحاں الٰہی نہیں

ہیچ عاقل افگند دُرِّ ثمیں
در میان مستراح پُر چمیں

کوئی عاقل گوہر دُرِّ ثمیں
ڈالتا پھرتا ہے کوڑے پر کہیں

زانکہ گندم را حکیم آگہے
ہیچ نفرستد بانبار کہے

گیہوں کے دانے کوئی عاقل بنا
گھاس کے انبار میں ہے پھینکتا

شیخ را کہ پیشوا و رہبر است
گر مریدے امتحاں کرد او خر است

شیخ کا جو رہنما ہے پیشوا
لے جو خام امتحاں تو ہے گدھا

امتحانش گر کنی در راہ دیں
ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں

لے جو اس کا امتحان راہ دیں
ممتحن تو بھی بنا ہے بے یقیں

جرأت و جہلت شود عریان و فاش
او برہنہ کے شود زیں افتتاش

جہل اور جرأت ہوں تیرے برہنہ
وہ نہ ہو اس جستجو سے برہنہ

گر بیاید ذرہ سنجد کوہ را
بر درد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ

کوہ کو ذرہ گر آئے تولنے
ٹکڑے ہو اس کی ترازو کوہ سے

کز قیاس خود ترازو مے تند
مرد حق را در ترازو مے کند

وہم کی لے کر ترازو ہے تولا
آدمی پیسہ ہے خدا کو تولتا

چوں نگنجد او بمیزان خرد
پس ترازوئے خرد را بر درد

جبکہ گنجائش نہیں ملتی کوئی
توڑ دیتا ہے ترازو عقل کی

امتحان همچون تصرف دان در او ॥ تو تصرف بر چنان شاهی مجو

امتحاں بھی اک تصرف ہے اسیرا ॥ تو تصرف کر نہ اپنے شاہ پر

چه تصرف کرد خواهد نقشها ॥ بر چنان نقاش بهر ابتلا

کیا تصرف نقش یہ کرلیں بھلا ॥ کس طرح نقاش کو لیں آزما

امتحانی گر بدانست و بدید ॥ نے کہ ہم نقاش آن بر وی کشید

امتحاں سے وہ بد اور دانست سے ॥ کیا نہیں یہ نقش کھینچا اس نقاش سے

چه قدر باشد خود این صورت که بست ॥ پیش صورتها که در علم وی است

قدر کیا رکھتی ہیں یہ سب صورتیں ॥ اُن کے آگے جو ہیں اُس کے علم میں

وسوسهٔ این امتحان چون آمدت ॥ بخت بد دان کامد و گردن زدت

آئے جب یہ امتحاں کا وسوسا ॥ بد نصیبی کا سمجھ سے سامنا

چون چنین وسواس دیدی زود زود ॥ با خدا گرد و در آ اندر سجود

میں جب پیدا ہو ایسا وسوسا ॥ سجدے میں گر جلد تر پیشِ خدا

سجده گه را تر کن از اشک روان ॥ کای خدا تو وارهانم زین گمان

آنسوؤں سے سجدہ گہ کر اپنی تر ॥ اس گماں سے چھوٹنے کی عرض کر

آن زمان کت امتحان مطلوب شد ॥ مسجد دین تو پر خروب شد

امتحاں کی آرزو ہو جس گھڑی ॥ مسجدِ دیں، جان لے ویراں ہوئی

این چو وسواس آمدت در امتحان ॥ باز گردو رو بحق آر آزمان

دل میں جب ہوں امتحاں کے وسوسے ॥ جانب حق چاہیے پھرنا تجھے

تا نگهدارد ترا آن ممتحن ॥ از گمانِ امتحانِ انس و جن

ممتحن رکھتا ہے تا تجھ کو [illegible] ॥ امتحاں سے جملہ جن و انس کے

۱ یعنی دید اور دانست کہ

مسجد اقصیٰ کا قصہ

ای ضیاء الحق حسام الدین بیا ۔ قصۂ داؤدؑ بر گو و بنا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ ۔ قصۂ داؤدؑ و مسجد ہی سنا

چون در آمد عزم داؤدی به تنگ ۔ که بسازد مسجد اقصیٰ بسنگ
عزم جب داؤدؑ کا راسخ ہوا ۔ مسجد اقصیٰ کی پڑ جائے بنا

وحی کردش حق که ترک این بخوان ۔ که ز دستت بر نیاید این مکان
وحی کی حق نے ارادہ ترک کر ۔ کب بنے گا تیرے ہاتھوں سے یہ گھر

نیست در تقدیر ما آنکه تو این ۔ مسجد اقصیٰ بر آری ای گزین
تیری قسمت میں نہیں ہم نے لکھا ۔ مسجد اقصیٰ کی تو ڈالے بنا

گفت جرمم چیست ای دانای راز ۔ که مرا گوئی که مسجد را مساز
بولے اے دانا خطا میری ہے کیا ۔ مجھ سے کہتا ہے نہ تو مسجد بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردۂ ۔ خون مظلومان بگردن بردۂ
بولا قتل بے گنہ تو نے کیا ۔ خون مظلوموں کا تجھ پر ہے دھرا

کز آواز تو خلقے بے شمار ۔ جاں بدادند و شدند آنرا شکار
تیری خوش الحانی سے خلقت بے شمار ۔ جان دے کر ہو گئی تیرا شکار

خون بسے رفتست بر آواز تو ۔ بر صدائے خوب جاں پرداز تو
خون تیری آواز سے کتنے ہوئے ۔ خوش صدائی پر تری لاکھوں مٹے

گفت مغلوب تو بودم مست تو ۔ دست من بر بستہ بود از دست تو
بولے ہیں مغلوب تھا تیرا ہی مست تھا ۔ ہاتھ میرا تیرے ہاتھوں سے بندھا

نے کہ ہر مغلوب شہ مرحوم بود ۔ نے کہ المغلوب کالمعدوم بود
کیا نہ ہر مغلوب شہ مرحوم تھا ۔ کیا نہ "المغلوب[1] کالمعدوم" تھا

[1] مغلوب معدوم کی مانند ہے۔

گفت اے مغلوب معدومیست کو　　جز بنسبت نیست معدوم ایقنوا
بولا اے مغلوب معدومی کہاں　　نسبتاً معدوم کہنا چپ ہو کبھی جب

ہمچنیں معدوم کو از خویش رفت　　بہترین ہستہا افتاد و زفت
نیست ایسا جو خودی کو دے مٹا　　اچھی اچھی ہستیوں سے ہے بڑا

او بہ نسبت با صفات حق فناست　　در حقیقت در فنا او را بقاست
نسبتاً گو وہ خدا میں ہے فنا　　در حقیقت ہے فنا اس کی بقا

جملہ ارواح در تدبیر اوست　　جملۂ اشباح در تاثیر اوست
ہیں اسی کے حکم میں روحیں تمام　　اس کی تاثیریں ہیں سب جسموں میں عام

آنکہ او مغلوب اندر لطف ماست　　نیست مضطر بلکہ مختار ولاست
وہ جو ہے مغلوب میرے لطف سے　　کب ہے مضطر، اختیار اس کو ملے

منتہائے اختیار آن است خود　　کاختیارش گردد اینجا مفتقد
وہ تو خود ہے انتہائے اختیار　　بھول جاتا ہے وہ اپنے اختیار

اختیارش گر نبودے چاشنی　　کے نگشتے آخر او محو از منی
اختیار اس کی نہ ہو گر چاشنی　　محو ہو کر کیوں مٹائے وہ خودی

در جہاں گر لقمہ و گر شربت است　　لذت او فرع ترک لذت است
ہو غذا یا شربت دہر فراخ　　سب کی لذت ترک لذت کی ہے شاخ

گرچہ از لذات بے تاثیر شد　　لذتے بود او و لذت گیر شد
لذت دنیا سے بے تاثیر ہے　　اصل لذت ہے تو لذت گیر ہے

ہر کہ او مغلوب شد مرحوم گشت　　در بحار رحمتش معدوم گشت
جو ہوا مغلوب وہ مرحوم ہے　　رحمتوں کے بحر میں معدوم ہے

نے چناں معدوم کز اہل وجود　　ہیچ بر وے چیرہ بد اندر گاہ جود
نیست وہ ایسا کہ ہیں ہنگام جود　　اس پہ غالب ہو کوئی اہل وجود

بلکہ والی گشت موجودات را ۔ بیگمان و بے نفاق و بے ریا
بلکہ وہ مالک ہے موجودات کا ۔ بے گماں بے اختلاف اور بے ریا

بے مثال و بے نشان و بے مکاں ۔ بے زبان و بے چنین بے چناں
بے مثال و بے نشاں ہے بے مکاں ۔ اب چنیں باقی نہ ہے اُس کی چناں

بے اشکال اندر سوال و در جواب ۔ دم مزن واللہ اعلم بالصواب
مشکل اس کو کب سوال اور ہے جواب ۔ دم نہ مارو اللہ اعلم بالصواب

مومن بھائی بھائی اور علما کنفس واحدہ

پس خطاب آمد بداؤد از خدا ۔ کاے گزیدہ پیغمبر نیکو لقا
پس کہا داؤد سے اللہ نے ۔ اے شہ خاص پیغمبر مرسلے

دل مدار اندر تفکر زیں خبر ۔ رہ مدہ در دل ملال و غم مخور
اس خبر سے فکر کچھ دل میں نہ کر ۔ رنج و غم دل میں نہ لا اے باخبر

گرچہ برنا یاید از جہد و زور تو ۔ لیک مسجد را برآرد پور تو
تیرے امکاں میں نہیں ایسا تو کیا ۔ تیرا بیٹا لیگا یہ مسجد بنا

گرچہ برنا یاید از جہدت این مقام ۔ لیک پور تو کند آنرا تمام
تیری کوشش سے نہ گو بن جائے یہ مقام ۔ پر ترا فرزند کریگا مستدام

کردہ او کردہ تست اے حکیم ۔ مومناں را اتصالے داں قدیم
اُس کا کرنا تیرا کرنا ہے حکیم ۔ اتصال ان مومنوں کا ہے قدیم

مومناں معدود لیک ایماں یکے ۔ جسم شاں معدود لیکن جاں یکے
ہیں کئی مومن مگر ایمان ایک ۔ ہیں کئی جسم مگر ہے جان ایک

غیر فہم و جاں کہ در گاو و خر است ۔ آدمی را عقل و جانے دیگر است
گاؤ و خر میں ہے سمجھ جو اور جاں ۔ آدمی میں عقل و جاں ہے دوسری

باز غیر عقل و جان آدمی / ہست جانے در نبیؐ و در ولی
آدمی کی عقل و جاں سے بھی نئی / جان نبیوں اور ولیوں کو ملی

جان حیوانے ندارد اتحاد / تو مجو ایں اتحاد از روح باد
جانِ حیوانی میں کب ہے اتحاد / اس سے خالی ہے سراسر روح باد

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں / ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
سیر روٹی سے وہ ہو سکتی نہیں / بار سے اس کو گرانباری نہیں

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ آں / از حسد میرد چو بیند برگِ آں
بلکہ اس کی موت ہو شادی اسے / دیکھے باساماں حسد سے جل مرے

جانِ گرگان و سگاں از ہم جدا است / متحد جانہائے شیرانِ خدا است
بھیڑیوں کتوں کی جانیں ہیں جدا / متحد ہے جانِ شیرانِ خدا

جمع گفتم جانہاشاں من باسم / کاں یکے صد جاں بود نسبت بجسم
ان سب کی جانیں جو کہا از روئے اسم / ایک جاں سو طرح ہے بعنوانِ جسم

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما / صد بود نسبت بصحنِ خانہا
جس طرح اک نور ہے خورشید کا / سینکڑوں صحنوں میں گھر گھر پھیلتا

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں / چونکہ برگیری تو دیوار از میاں
لیکن اُن کا نور یکساں ہو عیاں / ہو نہ گر دیوار کوئی درمیاں

چوں نماند خانہا را قاعدہ / مومناں مانندِ نفسِ واحدہ
جب نہ گھروں کا کچھ نہ ٹھہرا قاعدہ / ٹھہرے مومن مثلِ نفسِ واحدہ

فرق و اشکالات آید زیں مقال / لیک نبود مثل ایں باشد مثال
مشکلیں گو اس بیاں میں ہیں کمال / ہو مثیل لیکن نہیں ۔ یہ ہے مثال

؎ یعنی میں نے جو جانوں کو جمع کہا ۔

فرقہا بیحد بود از شخص شیر — تا بشخص آدمی زادِ دلیر
فرق بیحد ہے کہاں وہ جسمِ شیر — اور کہاں اک آدمی زادہ دلیر

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر — اتحاد از روئے جانبازی نگر
ہاں مگر وقتِ مثال اے خوش نظر — دونوں کی جانبازیوں پر غور کر

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بود — نیست مثلِ شیر در جملہ حدود
وہ دلیر آخر مثالِ شیر تھا — پر نہ مثلِ شیر بالکل اے فتا

متحد نقشے ندارد ایں سرا — تا کہ مثلے وانمایم من ترا
ایک سے نقش اس جہاں میں ہیں کہاں — تا مثال اس کی کروں تجھ سے بیاں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم — تا ز حیرانی خرد را وا خرم
ہیں مثال اک اور ناقص تجھ کو دوں — عقل کو حیرانیوں سے دوں سکوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند — تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
رات کو رکھتے ہیں ہر گھر میں چراغ — تا اندھیرے سے رہے حاصل فراغ

آں چراغ ایں تن بود نورش چو جاں — ہست محتاجِ فتیل ایں و آں
ہے بدن مثلِ چراغ اور نور جاں — بتی کا محتاج ہے یہ بے گماں

آں چراغِ شش فتیلہ ایں حواس — جملگی بر خواب و خور دارد اساس
چھ فتیلوں کا دیا ہیں یہ حواس — کھانے اور سونے پہ ہے ان کی اساس

بے خور و بے خواب نزید نیم دم — با خور و با خواب نزید نیز ہم
بے خور و بے خواب کب ہو زندگی — کھانے سونے ہی سے آئے موت بھی

بے فتیلہ و روغنش نبود بقا — با فتیل و روغن او ہم بے وفا
گو نہیں بے تیل بتی کے بقا — تیل بتی سے بھی ہے وہ بے وفا

سلہ چراغ

زانکہ نور علتی اش مرگ جوست
موت کا جویا ہے نور یہ علتی ہے
چوں زاید روز روشن مرگ اوست
روز روشن میں موت ہے اس کی بکلی

جملہ حسہائے بشر ہم بے بقاست
آدمی کی سب حسیں ہیں بے بقا
زانکہ پیش نور روز حشر لاست
نور روز حشر کے آگے فنا

نور حس و جان بے بایان ما
جان بے پایاں ہیں نور حسیں سے
نیست کلی فانی و لا چوں گیا
فانی یہ کلی نہیں جوں گھاس کے

لیک مانند ستارہ و ماہتاب
چاند تاروں کی طرح ہیں لا کلام
جملہ محو اند از شعاع آفتاب
محو سورج کی کرن میں ہیں تمام

آنچنانکہ سوز و درد زخم کیک
جیسے پسو کی خلش تو بچھو کی ہے
محو گردد چوں در آید مار لیک
سامنے جس وقت تیرے سانپ آئے

آنچنانکہ عور اندر آب جست
جس طرح پانی میں کود سے برہنہ
تا در آب از زخم زنبوراں برست
تا کہ پانی میں بھڑوں سے ہو رہا

میکند زنبور بر بالا طواف
اس کے سر پر اڑ رہی ہیں وہ بھڑیں
چوں برآرد سر ندارندش معاف
سر نکالے وہ تو فوراً کاٹ لیں

آب ذکر حق و زنبور این زماں
آب ذکر حق سے بھڑ ہے یہ جہاں
ہست یاد این فلان و آں فلاں
یاد ہیں یہ فلاں اور وہ فلاں

دم بخور در آب ذکر و صبر کن
ذکر کے پانی میں تو غوطہ لگا
تا رہی از فکر و وسواس کہن
وسوسوں اور فکر سے تا ہو رہا

بعد از آں تو طبع آں آب صفا
بعد از آں تو خود طبیعت آب کی
خود بگیری جملگی سر تا بپا
پا سے گا ہو جائیگا یکسر وہ ہی

آنچناں کز آب آں زنبور شر
جس طرح بھاگی تھی وہ بھڑ آب سے
میگریزد از تو ہم گیرد حذر
تجھ سے بھی بھاگے گی مارے خوف کے

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش | کہ بسر ہم طبع آبی خواجہ تاش

پھر اگر چاہے تو ہو پانی سے جدا | کیونکہ اب تو خود ہے پانی بن گیا

بس کسانے کز جہاں بگذشتہ اند | لا نیند و در صفات آغشتہ اند

آدمی ایسے بہت سے چل بسے | جو نہیں فانی، صفات ان کے رہے

در صفات حق صفات جملہ شاں | ہمچو اختر پیش آں خور بے نشاں

ہیں صفات حق میں ان کی سب صفات | مثل اختر سامنے خور کے ہیں مات

گر ز قرآں نقل خواہی اے حرون | خواں جمیع ہم لدینا محضرون

تو ثبوت اس کا جو چاہے تو لکھوں | پڑھ لے قرآں میں لدینا محضرون

محضروں معدوم نبود نیک بیں | تا بقائے روحہا دانی یقیں

ہیں جو حاضر نیست وہ ہرگز نہیں | یوں بقائے روح کا کر لے یقیں

روح محجوب از بقا بس در عذاب | روح واصل در بقا پاک از حجاب

روح غافل ہے اسیر صد سزا | روح واصل سے ہے پردہ اٹھ گیا

زیں چراغ حس حیوان المراد | گفتمت ہاں تا نجوئی اتحاد

ہے، چراغ حس حیواں سے مراد | یعنی اس میں تو نہ ڈھونڈے اتحاد

روح خود را متصل کن اے فلاں | زود با ارواح قدس سالکاں

روح کو اپنی ملا دے جوڑ دے | سالکوں کی پاک تر ارواح سے

صد چراغت ار مرند ار بیستند | باش فارغ چوں یگانہ نیستند

سو دئے بجھ جائیں تیرے یا جلیں | چھوڑ سب کو سب یہ یگانہ رہیں

زاں ہمہ جنگند ایں اصحاب ما | جنگ کس نشنیدہ اندر انبیا

ہیں ہمارے دوست سب اس جنگ میں | انبیاء اس جنگ سے فارغ رہیں

۱؎ قولہ تعالیٰ عز و جل: ... فاذا ھم جمیع لدینا محضرون یعنی ناگہاں وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے گئے ہیں ۔ ۲؎ چراغ ۔

زانکہ نور انبیا خورشید بود / نور حسّ ما چراغ و شمع و دود

کیونکہ ہے خورشید نورِ انبیاء / نورِ حس اپنا دھوئیں کا ہے دیا

یک بمیرد یک بماند تا بروز / یک بود پژمرده دیگر با فروز

اک بجھے، ہو ایک روشن تا سحر / اک ہو پژمردہ تو اک با نور تر

جان حیوانی بود حی از غذا / هم بمیرد او بهر نیک و بدے

جان حیوانی غذا ہی سے جئے / اور بری اچھی غذا ہی سے مرے

گر بمیرد این چراغ و طے شود / خانۂ همسایہ مظلم کے شود

یہ چراغ آخر جو بجھ بھی جائے تو / خانہ ہمسایہ کیوں تاریک ہو

نور آں خانہ چو بے این هم بپاست / پس چراغ حس ہر خانہ جداست

نور اس گھر کا ہے بے اس کے بجا / پس چراغ حس ہے ہر گھر کا جدا

این مثال جان حیوانی بود / نے مثال جان ربّانی بود

جان حیوانی کی ہے یہ اک مثال / جان ربّانی کی کب ہے خوش خصال!

باز از هندوی شب چوں ماہ زاد / بر سر ہر روزنے نورے فتاد

رات کو جب چاند نکلا پرضیا / نور ہر روزن پر اس کا جا پڑا

نور آں صد خانہ را تو یک شمر / کہ نماند نور آں بے این دگر

سو گھروں کے نور کو تو ایک جان / ہو نہ اس کا نور بے اس کے عیاں

تا بود خورشید تاباں بر افق / ہست در ہر خانہ نور او قنق

ہو نہ جب تک مہر افق پر ضو فشاں / نور ہر گھر میں ہے اس کا میہماں

باز چوں خورشید جاں آفل شود / نور جملہ خانہا زائل شود

ڈوب جائے جبکہ پھر خورشید جاں / نور سب جانوں سے کر دے رائیگاں

این مثال نور آمد مثل نے / مر ترا ہادی عدو را رہزنے

کب مثل ہے - ہے مثال نور یار / تیری رہبر اور عدو کی راہ مار

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خو ‌ ‌ ‌ پردہ ہائے گندہ را بربافد او
وہ تو مکڑی کی طرح نا آشنا ‌ ‌ ‌ پردے بُنتا ہے اپنے اوپر نا شنا
از لعابِ خویش پردۂ نور کرد ‌ ‌ ‌ دیدۂ ادراکِ خود را کور کرد
نور اس کی چیپ سے پنہاں ہوا ‌ ‌ ‌ دیدۂ ادراک کو اندھا کیا
گردنِ اسپ ار بگیرد برخورد ‌ ‌ ‌ ور بگیرد پاش بستاند لگد
گھوڑے کی گردن جو پکڑے نفع پائے ‌ ‌ ‌ پاؤں جو اس کا چھوئے تو لات کھائے
کم نشیں بر اسپِ توسن بے لگام ‌ ‌ ‌ عقل و دیں را پیشوا کن والسلام
گھوڑے پر کیوں بیٹھتا ہے بے لگام ‌ ‌ ‌ عقل و دیں کو پیشوا کر لیجے غلام
اندریں آہنگ منگر سست و پست ‌ ‌ ‌ کاندریں رہ صبر و شقِ نفس ہست
سست و پست آہنگ کا کیا دیکھنا ‌ ‌ ‌ ہے ریاضت نفس کی صبر اے فنا
بازگرد و قصۂ مسجد بگو ‌ ‌ ‌ با سلیمانؑ نبیِ نیک خو
لوٹ اور پھر قصۂ مسجد سنا ‌ ‌ ‌ اور سلیمانؑ نبی کا ماجرا

مسجد اقصیٰ کا باقی حصہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا ‌ ‌ ‌ پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
ڈال دی جس دم سلیمانؑ نے بنا ‌ ‌ ‌ پاک جوں کعبہ مبارک جوں منیٰ
در بنااش دیدہ میشد کرّ و فر ‌ ‌ ‌ نے فسردہ چوں بناہائے دگر
اس کی بنیادوں میں ہے سو کرّ و فر ‌ ‌ ‌ کب نکمّی اور وں کی طرح افسردہ تر
در بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست ‌ ‌ ‌ فاش سیروا بی ہمی گفت از نخست
توڑا جاتا تھا جو پتھر کوہ کا ‌ ‌ ‌ سیروا بی کی صاف آتی تھی صدا

ۂ منیٰ مکہ معظمہ میں ایک مقام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں +

ہمچو از آب و گِل آدم کدہ ... نور ازآں گِل پارہا تاباں شدہ

آب و گِل کی جسم ہیں جو ہے ضیا ... کوہ کے ٹکڑی پتھروں ہیں برملا

سنگ بے حمّال آئندہ شدہ ... واں در و دیوارہا زندہ شدہ

پتھر آجاتے تھے بے حمّال کے ... اور در و دیوار سب زندہ ہوئے

حق ہمے گوید کہ دیوارِ بہشت ... نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت

قولِ خالق ہے کہ دیوارِ جناں ... مثل دیواروں کے ہے بیجاں کہاں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست ... زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست

جسم کی دیوار کو ہے آگہی ... گھر سلامت ہو تو ہے شاہنشہی

ہم بہشت و میوہ ہم آبِ زلال ... با بہشتی در حدیث و در مقال

خلد میں میوے بھی آب صاف بھی ... ہم سخن ہیں اُن سے جو ہیں جنتی

زانکہ جنّت را نہ زالت بستہ اند ... بلکہ از اعمال و نیّت بستہ اند

جو بنے مٹّی کی نہیں جنّت بنی ... بلکہ ہے اعمال و نیّت سے بنی

ایں بنا ز آب و گِل مردہ بُدست ... واں بنا از طاعت زندہ شدست

مردہ آب و گِل سے ہے اس کی بنا ... طاعتِ زندہ سے اس کی ابتدا

ایں باصلِ خویش ماند پُر خلل ... واں باصلِ خود کہ علم ست و عمل

یہ تو اپنی اصل سے ہے پُر خلل ... اور اُس کی اصل ہے علم و عمل

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب ... با بہشتی در سوال و در جواب

ہیں لباس اور تاج۔ قصر اور تخت بھی ... جنتی سے ہم سخن گویا سبھی

فرش بے فرّاش پیچیدہ شدہ ... خانہ بے مکناس روبیدہ شدہ

فرش طے ہوتا ہے بے فرّاش کے ... صاف گھر ہوتا ہے بے جھاڑو دیے

تخت از اسرار بے حمّال شد ... حلقہ و در مطرب و قوّال شد

تخت بے حمّال کے اُٹھ کر چلیں ... حلقہ و در اس کے قوّالی کریں

خانۂ دل بیں ز غم ژولیدہ شد | بیکناسش از توبہ روبیدہ شد
دیکھ برہم غم سے ہے یہ دل کا گھر | توبہ سے ہے صاف ہوتا سر بسر

ہست در دل زندگی دار الخلود | در زبانم چوں نمے آید چہ سود
دل میں دار الخلد کی ہے زندگی | کب وہ قابل ہے بیاں کے اے اخی

چونکہ گشت آں مسجد اقصیٰ تمام | زانتہا مات سلیمانؑ والسلام
جب ہوئی وہ مسجد اقصیٰ تمام | تھے سلیمانؑ جس کا کرتے اہتمام

چوں سلیمانؑ در شدے ہر بامداد | مسجد اندر بہر ارشاد عباد
جب سلیمانؑ صبحدم جاتے وہاں | تا سنائیں حکم رب بندوں کو ہاں

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز | گہ بفعل اعنی رکوع با نیاز
پند دیتے گاہ لحن و ساز سے | گہ رکوع و سجدہ سے دل کھول کے

پند فعلی خلق را جذاب تر | کو رسد در جان ہر بے گوش و کر
پندِ فعلی کا ہے خلقت پر اثر | کیونکہ بہرہ بھی ہو اس سے بہرہ ور

واندر آں وہم امیری کم بود | در حشم تاثیر آں محکم بود
وہم سرداری کا جس میں کم ہوا | فوج میں اس کا اثر محکم ہوا

حضرت عثمانؓ کا آغازِ خلافت

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت | چوں خلافت یافت بشتابید تفت
قصۂ عثمانؓ کہ منبر پر گئے | جب خلافت کے عروج ان کو ملے

منبر مہتر کہ سہ پایہ بدست | رفت بوبکرؓ دوم پایہ نشست
منبر نبوی کا سہ پایہ تھا بنا | دوسرے پر بیٹھے بوبکرؓ لیکے فتا

لہ یعنی وہ نصیحت جو عملاً کی جائے ۔ ۲؎ یعنی جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ چھوڑ دی اور آپ دوسرے پایۂ منبر پر رونق افروز ہوئے ۔

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش ۔۔۔ از برائے حرمتِ اسلام و کیش

تیسرے پائے پہ بیٹھے تھے عمرؓ ۔۔۔ حرمتِ اسلام تھی پیشِ نظر

دورِ عثمانؓ آمد و بالائے تخت ۔۔۔ بر شد و بنشست آں مسعود بخت

دورِ عثمانؓ آیا تو بالائے تخت ۔۔۔ جا کے بیٹھے وہ کہ تھے مسعود بخت

پس سوالش کرد مردے بوالفضول ۔۔۔ کاں دو بنشستند بر جائے رسولؐ

پوچھنے ان سے لگا اک بوالفضول ۔۔۔ دو نہ بیٹھے تھے جہاں بجائے رسولؐ

پس تو چوں جستی بر ایشاں سروری ۔۔۔ چوں برتبت تو از ایشاں کمتری

تم نے کیوں کی اُن پہ حاصل سروری ۔۔۔ جب کہ رتبے میں ہے اُن سے کمتری

گفت اگر جاہم سوم پایہ بدے ۔۔۔ وہم مثلِ عمرؓ تاہم ہنشستے

بولے گر لیتا میں پایہ تیسرا ۔۔۔ وہم ہوتا ہوں عمرؓ کا ہم را

ور دوم پایہ شدم من جائے جو ۔۔۔ گفتنی مثلِ ابوبکرؓ ست او

دوسرا پایہ جو میں لیتا سنبھال ۔۔۔ سب سمجھتے بوبکرؓ سے تھے مثال

ہست ایں بالا مقامِ مصطفیٰؐ ۔۔۔ وہم مثلے نیست با آں شہ مرا

یہ ہے بالا تر مقامِ مصطفیٰؐ ۔۔۔ وہم ہو تمثیل کا اس شہ سے کیا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آں ودود ۔۔۔ تا بقربِ عصر لب خاموش بود

پھر وہ خطبہ کی جگہ اکرام سے ۔۔۔ بیٹھے وقتِ عصر تک بیٹھے رہے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں ۔۔۔ یا برون آید ز مسجد آں زماں

کون کر سکتا تھا "خطبہ پڑھیے ہاں" ۔۔۔ یا کوئی مسجد سے باہر ہو رواں

ہیبتے بنشستہ بد بر خاص و عام ۔۔۔ پُر شدہ از نورِ یزداں صحن و بام

خوف سے لبریز تھے سب خاص و عام ۔۔۔ نورِ حق سے تھے منور صحن و بام

۱؎ ساتھ ساتھ جھنڈا رکھنے والا یعنی ہم پلہ ۔

هر که بینا ناقد آن نور بود
کور را زان تاب هم گرمی فزود
تھا جو بینا نور سے کرتا دیکھنا
کور کو تھی نور سے گرمی سوا

تا ز گرمی فہم کردے آن ضریر
که برآمد آفتاب بس منیر
سمجھا نابینا یہ گرمی سے شتاب
نور افشاں ہو گیا ہے آفتاب

لیک این گرمی گشاید دیده را
تا ببیند عین هر بشنیده را
کھولتی ہے آنکھ یہ گرمی مگر
جو سنا تھا اس کو اب دیکھے بشر

گرمیش را ضجرتے و حالتے
زان تپش دل را گشادے فسحتے
گرمی میں اک اضطراب و وجد تھا
کھلتا تھا دل تپش سے برملا

کور چون شد گرم از نور قدم
از فرح گوید که من بینا شدم
گرم جب اس نور سے اندھا ہوا
میں ہوں بینا ہو کے خوش کہنے لگا

سخت خوش مستی ولے ای بوالحسن
پارهٔ راهست تا بینا شدن
خوش ہے اور سرمست لیکن دیکھنا
ہے سوا انکھا ہونے میں کم فاصلا

این نصیب کور باشد ز آفتاب
صد چنین والله اعلم بالصواب
یہ مقدر کور کو ہے آفتاب
اور بھی ۔ و اللہ اعلم بالصواب

وانکه او این نور را بینا بود
شرح او کے کار بوسینا بود
اور جو اس نور سے بینا ہوا
ہو ابوسینا سے اس کی شرح کیا

گر شود صد تو که باشد این زبان
که بجنباند بکف پرده عیان
ستی نہیں کبھی اس زباں کی ہوں اگر
اٹھ سکے کب پردۂ راز اے پسر

وائے بر وے کو ببالد پرده را
تیغ اللهی کند دستش جدا
وائے اس پر جس نے یہ پردہ چھوا
تیغ حق نے ہاتھ کر ڈالا جدا

دست چه بود خود سرش را بر کند
آن سرے کز جهل با سر سرکند
ہاتھ کیا وہ سر بھی اس کا کاٹ لے
سر وہ سر ہو جہل و شر جس کا بھرے

این بتقدیر سخن گفتم ترا ‏— ورنہ خود نقشش کجا و این کجا

بات یہ اک بات میں کر دی بیاں ‏— ورنہ ہے نقش اس کے کہاں اور یہ کہاں

نہال را خالہ بُدے خالو بُدے ‏— این بتقدیر آمد است از او بُدے

خال[1] سے خالہ ہوا خالو ہوا ‏— کہتا یہ لفظ بر اگر ایسا ہو گیا

از زباں تا چشم کو پاک از شکستہ ‏— صد ہزاران سال گویم اندکست

سب شکستہ آنکھ سے ہیں تا زباں ‏— کم ہے ہو لاکھوں برس تک گو بیاں

ہین مشو نومید نور آسماں ‏— حق چو خواہد میرساند در یکزماں

ہو نہ تو مایوس نور چرخ سے ‏— حق اگر چاہے تو دم بھر میں ملے

اختر گردوں ظلم را ناسخ است ‏— اختر حق در صفاتش راسخ است

دافع ظلمت ہیں تارے چرخ کے ‏— اختر حق کی صفت کیا پوچھئے

صد اثر در کانہا از اختراں ‏— میرساند قدرتش در ہر زماں

کان میں تاروں سے ہیں لاکھوں اثر ‏— جو ہیں قدرت سے ہو پیدا سربسر

چرخ پانصد سالہ راہ اے مستعین ‏— در اثر نزدیک آمد با زمین

چرخ پانصد سال کی رہ ہے پرے ‏— ہے زمیں پر رات دن اس کا اثر

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل ‏— دمبدم خاصیتش آرد عمل

سہ ہزار و پنج صد سال لے زحل ‏— ہے زحل دور اور اثر ہے آشکار

در ہنرش آرد چو سایہ در ایاب ‏— طول سایہ چیست پیش آفتاب

بازگشت اس کو کرے کیونکر خراب ‏— طول سایہ کیا ہے پیش آفتاب

[1] خال عربی میں ماموں کو کہتے ہیں تو ممانی کو خالہ کہنا چاہیئے، مگر مجازاً خالہ ماں کی بہن کو اور اس کے شوہر کو خالو کہتے ہیں۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسی طرح میں نے بھی ایک لفظ مقرر کر لیا ہے مگر اس کے معنی دوسرے ہیں۔"

در نفوسِ پاک اختر وش بدو
سوئے اختر ہائے گردوں میرسد

پاک نفسوں سے ستاروں کی مثال
ہے مدد تاروں کو اے فرخندہ فال

ظاہرا آں اختراں قوّامِ ما
باطناً ما گشتہ قوّامِ سما

ظاہرا اپنا ہے تاروں سے قیام
باطناً ہم آسماں کا ہیں دوام

آدمی کے متعلق حکماء و انبیاء کا قول

پس بصورت عالمِ اصغر توئی
پس بمعنی عالمِ اکبر توئی

ظاہرا ہے چھوٹی سی دنیا تو ہی
باطناً ہے اک بڑی دنیا تو ہی

ظاہرا آں شاخ اصلِ میوہ است
باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

ظاہرا ہے اصلِ میوہ شاخِ تر
باطناً ہے شاخ بھی بہرِ ثمر

گر نبودے میل و امیدِ ثمر
کے نشاندے باغباں بیخِ شجر

گر نہ ہوتی فکر و امیدِ ثمر
کب لگاتا باغباں بیخِ شجر

پس بمعنی آں شجر از میوہ زاد
گر بصورت از شجر بودش نہاد

پیڑ اُس سے اصل میں پیدا ہوا
ظاہراً گو پیڑ میں وہ ہے لگا

مصطفیٰؐ زیں گفت آدم و انبیا
خلفِ من باشند در زیرِ لوا[1]

مصطفیٰؐ اس سے کہتے ہیں آدم و انبیاء
حشر میں ہوں گے مرے زیرِ لوا

بہرِ ایں فرمودہ است آں ذو فنون
رمزِ نحن الآخرون السابقون[2]

اس لئے کہتے ہیں وہ صاحبِ فنون
رمزِ نحن الآخرون السابقون

[1] لوا یا لوائے حمد وہ جھنڈا ہے، جو قیامت کے دن حضرت سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے دستِ مبارک میں سایہ افگنی کے لئے ہوگا۔

[2] یعنی ہم آخری عہد کے لوگوں میں سے ہیں، مگر پھر بھی سابق ہیں۔

گر بصورت من ز آدم زادہ ام ۔ من بمعنی جدّ جد افتادہ ام

ظاہرا آدم سے گو پیدا ہوں میں ۔ فی الحقیقت دادا کا دادا ہوں میاں

کز برائے من بدش سجدہ ملک ۔ وز پئے من رفت بر ہفتم فلک

میری ہی خاطر ہوئے سجدہ ملک ۔ میرے پیچھے وہ گئے ساتوں فلک

پس ز من زائید در معنی پدر ۔ پس ز میوہ زاد در معنی شجر

باطنا پیدا ہوئے مجھ سے پدر ۔ اصل میں میوے سے نکلا ہے شجر

اوّل فکر آخر آمد در عمل ۔ خاصہ فکرے کو بود وصف ازل

پہلے فکر اور بعد ہوتا ہے عمل ۔ خاص کر جو فکر ہو وصف ازل

حاصل اندر یک زماں از آسماں ۔ میرود و مے آید ایدر کارواں

اک گھڑی میں چرخ سے المختصر ۔ قافلہ ہے آتا جاتا ہے بسر

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز ۔ کے مفازہ زفت آید با مفاز

قافلے پر کچھ نہیں مشکل یہ راہ ۔ دشت مہلک ہے مگر ہے رستگاہ

دل بکعبہ میرود در ہر زماں ۔ جسم طبع دل بگیرد ز امتناں

کعبہ کو جاتا ہے دل بے اختلاج ۔ جسم کو مل جاتا ہے دل کا مزاج

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست ۔ چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست

ہے درازی کوتہی تن کو روا ۔ کیا دراز و کوتہ جس جا ہے خدا

چوں خدا مر جسم را تبدیل کرد ۔ رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد

جسم کو تبدیل جب کردے خدا ۔ جانے میں پھر چال کیا اور میل کیا[1]

صد امید است ایں زماں بردار گام ۔ عاشقانہ اے فتیٰ خل الکلام

ہیں امیدیں سینکڑوں پاؤں بڑھا ۔ عاشقانہ، حل مطلب ہو چکا

---

[1] یعنی پھر جانے کے لئے چلنے کی حاجت نہیں اور نہ میل منزل کی احتیاج ہے ۔ جیسے عارف کا دل گھر بیٹھے بیٹھے جب چاہتا ہے کعبہ کو پہنچ جاتا ہے ۔

گرچہ پیلہ چشم بر ہم می زنی | در سفینہ خفتہ رہ می کنی

کیا عجب ہے گا وہ زوداں ہیں اٹھ آئے | جیاتی کشتی ہیں تو جا کر بیٹھ جائے

ارشادِ رسول اللہؐ

بہرِ ایں فرمود پیغمبرؐ کہ من | ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن

اس لئے یوں مصطفیٰؐ فرماتے تھے | میں ہوں کشتی اس بھنور میں دہر کے

ما و اصحابم چو آں کشتی نوحؑ | ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح

ہیں مرے اصحاب ہیں کشتی نوحؑ | جو انہیں پکڑے وہی پائے فتوح[۱]

چونکہ با شیخی تو دور از زشتیے | روز و شب سیاری و در کشتیے

دور ہے تو زشتی سے ہمرہ شیخ کے | روز و شب ہے سیر کشتی میں تجھے

در پناہِ جانِ جاں بخشی قوی | کشتی اندر خفتہ رہ میروی

ہے جو جاں بخش قوی کا آسرا | جاتا ہے کشتی میں تو سوتا ہوا

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش | تکیہ کم کن بر فن و بر کامِ خویش

ہو رسولِ وقت سے مت بے خبر | اور بھروسہ اپنے کاموں پر نہ کر

گرچہ شیری چوں روی رہ بے دلیل | ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل

شیر ہے، لیکن چلے جب بے دلیل | لومڑی کی طرح ہوتا ہے ذلیل

ہیں مپر الا کہ با پرہائے شیخ | تا ببینی عونِ لشکرہائے شیخ

ہاں نہ اڑ لیکن پروں پر شیخ کے | تا نظر آجائیں لشکر شیخ کے

یکزمانے موجِ لطفش بالِ تست | آتشِ قہرش دمے حمالِ تست

اس کی موجِ لطف تیرے پر و بال | آتشِ قہر اس کی لیکن ہے سنبھال

۱؎ فتوح فتح کی جمع ہے +

قہر او را ضد لطفش کم شمر ‌ ‌ اتحاد ہر دو بین اندر اثر

قہر کو اس کے نہ ضد لطف جان ‌ ‌ متحد دونوں اثر میں ہیں یہ مان

یک زماں چوں خاک سبزت میکند ‌ ‌ یک زماں پر باد و گبرت میکند

تجھ کو دم بھر میں بنا دے سبز خاک ‌ ‌ اور گھڑی بھر میں بنا دے گبر ناک

جسم عارف را دہد وصف جماد ‌ ‌ تا بروید گل و نسرین رشاد

جسم عارف کو وہ دے وصف جماد[1] ‌ ‌ تا اگیں آ کر اس پہ گلہائے رشاد

لیک او بیند نہ بیند غیر او ‌ ‌ جز بمغز پاک ندہد خلد بو

دیکھے وہ لیکن نہ دیکھے غیر اسے ‌ ‌ خلد کی خوشبو پاک مغزوں ہی کو دے

مغز را خالی کن از انکار یار ‌ ‌ تا کہ ریحاں یابد از گلزار یار

مغز کو خالی تو کر انکار سے ‌ ‌ پائے ریحاں یار کے گلزار سے

تا بیابی بوئے خلد از یار من ‌ ‌ چوں محمد بوئے رحماں از یمن

خلد کی تو اس طرح بو پائیگا ‌ ‌ بوئے رحماں جوں یمن سے مصطفیٰ

در صف معراجیاں گر بیستی ‌ ‌ چوں براقت بر کشاید نیستی

صف میں گر معراجیوں کی تو ٹکے ‌ ‌ جوں براق اب نیستی پر کھول دے

نے چو معراج زمینی تا قمر ‌ ‌ بلکہ چوں معراج کلکی تا شجر

یہ نہیں معراج ہوسے تا قمر ‌ ‌ بلکہ وہ معراج تا شاخ شجر[2]

نے چو معراج بخاری تا سما ‌ ‌ بل چو معراج جنینی تا نہا

ہاں نہ معراج بخاری تا سما ‌ ‌ بلکہ معراج جنینی وا نما

خوش براقے گشت خنگ نیستی ‌ ‌ سوئے ہستی آردت گر نیستی

ہے براق اچھا یہ اسپ نیستی ‌ ‌ نیستی سے تجھ کو پہنچے ہستی ہی

۱؎ یعنی جمادات ۔

۲؎ شجر سے مراد شجر طوبیٰ یا سدرۃ المنتہیٰ ہے جو ساتویں آسمان پر ہے ۔

کوه و دریاها سمش مس میکند | تا جهان حس را پس میکند

اس کے سم میں کوہ و دریا چھو رہے | تا جہانِ حس کو پیچھے ڈالدے

پا بکش در کشتی و میرو روان | چوں سوئے معشوق جان جاں رواں

بیٹھ کشتی میں رواں ہو بیگراں | جیسے جاں معشوق کی جانب رواں

دست نے و پائے نے رو تا قدم | آنچنانکہ تاخت جانہا از عدم

اب یونہی بے دست و پا تو جا وہیں | جس طرح جانیں عدم سے آگئی تھیں

بر دریدے در سخن پردہ قیاس | گر نبودے سمع سامع را نعاس

پھاڑ دیتا سارے پردے راز کے | گر نہ اس کے سننے والے اونگھتے

اے فلک برگفت او گوہر ببار | از جہان او جہاں تا شرم دار

اے فلک باتوں پہ کر گوہر نثار | اس کے عالم سے ہو دنیا شرمسار

گر بباری گوہرت کش تا شود | چادرت گوینده و بینا شود

ایک کے بدلے ہوں جو موتی لائے تو | گو سہے چادر پھر کبھی آنکھیں پائے تو

پس نثارے کرده باشی بہر خود | چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود

در نثاری اپنی خاطر ہے بجا | تاکہ سرمایہ ترا ہو سو گنا

ملکہ بلقیسؑ اور حضرت سلیمانؑ

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیسؑ از سبا | بر سلیمانؑ میفرستاد اے کیا

جوں سبا سے ملکہ بلقیس نے | ہدیہ بھیجا تھا سلیمانؑ کے لئے

ہدیۂ بلقیسؑ چہل اشتر بدست | بار آنہا جملہ خشت زر بدست

ہدیہ بلقیس میں چالیس اونٹ تھے | جو کہ تھے سونے کی اینٹوں سے لدے

چوں بصحرائے سلیمانی رسید | فرش آنرا جملہ زر پختہ دید

جب ہوا دشت سلیمانی میں گذر | دیکھا پختہ ہو رہا ہے فرش زر

بر سرِ زر تا چہل منزل برانند ‌ تا کہ زر را در نظر آبے نماند
سونے پر چالیس منزل تک چلے ‌ حتیٰ کہ اب زر کی وقعت کے نہ تھے
بارہا گفتند زر را وا بریم ‌ سوئے مخزن ما چہ بیکار اندریم
بارہا سوچا کہ لوٹیں لے کے زر ‌ رکھدیں مخزن میں کہ ہے بیکار زر
عرصۂ کش خاک زر دہ دہی ست ‌ زر بہدیہ بردن آنجا ابلہی ست
خاک بھی ہو زرِ خالص کی جہاں ‌ ہدیۂ زر لیکے کیا جائیں وہاں
اے بردہ عقل ہدیہ تا الٰہ ‌ عقل آنجا کمتر ست از خاکِ راہ
پیشِ خالق، ہدیۂ عقل اے جواں ‌ عقل خاکِ رہ سے کمتر ہے وہاں
چوں کسادِ ہدیہ آنجا شد پدید ‌ شرمساری شاں ہمے واپس کشید
جب حقارت ہدیہ کی ظاہر ہوئی ‌ شرم سے ہونے لگی پھر واپسی
باز گفتند از کساد و از روا ‌ چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
پھر یہ سوچا تحفہ اچھا یا بُرا ‌ حکم کے بندے ہیں ہم تو ہم کو کیا
گر زر و گر خاک ما را بردنیست ‌ امر فرمانندہ بجا آوردنیست
زر ہو یا ہو خاک ہم پہنچا تو دیں ‌ فرض ہے فرماں بجا لانا ہمیں
گر بفرمایند کہ واپس برید ‌ ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
وہ جو فرمائیں کہ لے جاؤ اسے ‌ حکم جب ہم دیں تو پھر لاؤ اسے
امرِ فرماں را ہمے باید شنید ‌ تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
حکم جو کچھ ہو وہ سننا چاہیے ‌ ہم کو پہنچانا یہ تحفہ چاہیے
پس رواں گشتند ہدیہ آوراں ‌ تا بہ تختِ آں سلیمانِ جہاں
ہدیہ لانے والے پس آگے بڑھے ‌ سامنے تختِ سلیماں کے گئے
خندش آمد چوں سلیماں آں بدید ‌ کز شما من کے طلب کردم ثرید
ہنس کے بولے ان سے سلیماں نے کہا ‌ میں نے کب چاہا یہ طلب تم سے کیا

من نگفتم کہ مرا ہر بیہدہ	بلکہ گفتم لائق ہر بیہدہ شو بیار
کب کہا تھا یہ کہ ہر بیہدہ کو دو	یہ کہا تھا لائق ہر بیہدہ شو
کہ مرا از غیب نادر بہرہ ہاست	کہ بشر آن را نیارد نیز خواست
غیب سے نادر ملے ہر بہرے مجھے	جو نہیں ممکن کہ انساں مانگ لے
مے پرستید اختری کو زر کند	رو باو آرید کو اختر کند
پوجتے ہو تارے جو بنتے ہیں زر	خالق اختر کو پوجو سب سے بہتر
مے پرستید آفتاب چرخ را	خوار کردہ جان عالی نرخ را
آفتاب چرخ کو ہو پوجتے	خوار ہو جانوں کو اپنی کر کے
آفتاب از امر حق طباخ ماست	ابلہی باشد کہ گوئیم او خداست
حکم حق سے مہر باورچی ؏ بنا	بیوقوفی ہے اگر کہیے خدا
آفتابت گر بگیرد چوں کنی	آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی
جب گہن سورج کو ہو تو کیا کرو	دور کیونکر کرو گے اس کا کالا کرو
نے بدرگاہِ خدا آری صداع	کہ سیاہی را ببر وادہ شعاع
کیا خدا سے تم نہیں کرتے دعا	کر سیاہی دور اور زریں دکھا
گر کشندت نیم شب خورشید کو	تا بنالی یا امان خواہی ازو
نصف شب تم کو جو ماریں کیا کرو	اور پناہ ہیں کس طرح سورج سے لو
حادثات اغلب بشب واقع شود	وآں زمان معبود تو غائب بود
حادثے ہوتے ہیں اکثر رات کو	ہوتا ہے غائب تمہارا رب سنو
سوئے حق گر راستانہ خم شوی	وارہی از اختراں محرم شوی
سوئے حق گر صدقِ دل سے تو جھکے	محرم اس کا ہو ستاروں سے چھٹے

؏ باورچی اس لئے کہا کہ نباتات وغیرہ کو پکاتا ہے ۔

چوں شوی محرم کشایم با تو لب — تا ببینی آفتابے نیم شب

تو جو ہو محرم تو کھولوں میں بھی لب — تا کہ دیکھے آفتاب نیم شب

چوں رواں پاک او را شرق نے — در طلوعش روز و شب را فرق نے

مثل جاں پاک وہ بے شرق ہے — رات اور دن میں کب اس کے فرق ہے

روز آں باشد کہ او شارق شود — شب نماند چونکہ او بارق شود

دن وہی ہے جبکہ پھیلا دے ضیا — رات اس کی روشنی میں ہو فنا

چوں نماید ذرہ پیش آفتاب — خود چناں باشد در آں انوار و تاب

جیسے ذرہ سامنے خورشید کے — آفتاب ایسا ہے اس کے سامنے

آفتابے را کہ رخشاں مے شود — دیدہ پیشش کند و حیراں می شود

جس گھڑی ہوتا ہے سورج ضو فشاں — تو جھپک جاتی ہیں آنکھیں بیگماں

ہمچو ذرہ بینیش در نور عرش — پیش نور بے حد موفور عرش

عرش میں تو دیکھے جوں ذرہ اسے — آگے نور بے کنار عرش کے

بینیش مسکین و خوار و بے قرار — دیدہ را قوت شدہ از کردگار

اس کو دیکھے تو ذلیل و بے قرار — قوت آنکھوں کو ملی اللہ سے یار

کیمیائے کہ از و یک باثرے — بر دخاں افتاد و گشت او اخترے

کیمیا ایسی اثر جس کا فقط — جب دھوئیں پر پڑ گیا اختر بنا

نادر اکسیرے کہ از وے نیم تاب — بر ظلامے زد بکردش آفتاب

ایسی اکسیر اس کی معمولی سی تاب — جب اندھیرے پر پڑی بنا آفتاب

بوالعجب میناگرے کز یک عمل — بست چندیں خاصیتہا بر زحل

ایسا مینا گر ہے جب اک عمل — اس قدر خاصیتیں پائے زحل

باقی ذرہ ہائے جان و اختراں — ہم بریں مقیاس اے طالب بداں

ذرے اور تارے جو باقی ہیں یہاں — ان کو بھی اس حال پر محمول کر

دیدهٔ حسی زبون آفتاب — دیدهٔ ربانیی جو و بیاب

تو ہے چشم حس خراب آفتاب — چشم ربانی ڈھونڈ بن جا شتاب

کان نظر نوری و این ناری بود — نار پیش نور بس تاری بود

وہ نظر نوری ہے یہ ناری نظر — نار پیش نور ہے تاریک تر

تا زبون گردد به پیش آن نظر — شعشعات آفتاب با شرر

تا ہوں پھیکے سامنے اس آنکھ کے — آفتاب پُر شرر کے پرتو سے

حضرت شیخ عبد اللہ مغربی کی کرامتیں

گفت عبد اللہ شیخ مغربی — شصت سال از شب ندیدم من شبی

بولے عبد اللہ شیخ مغربی — ساٹھ سال اک شب نہیں دیکھی کبھی

من ندیدم ظلمتی در شصت سال — نے بروز و نے بشب از اعتدال

ہاں نہیں دیکھا اندھیرا ساٹھ سال — رات اور دن میں تھا اتنا اعتدال

صوفیان گفتند صدق قال او — نیم شب رفتیم در دنبال او

صوفیوں نے دی گواہی صدق کی — پیچھے ہم جاتے تھے آدھی رات تھی

در بیابانهای پر از خار و گو — او چو ماه بدر ما را پیش رو

ان بیابانوں میں جن میں غار تھے — چودھویں کا چاند وہ بن کر چلے

روی پس ناکرده میگفتی بشب — ہین گو آمد میل کن بر دست چپ

منہ نہ پھیرا اور اکثر کہہ دیا — دیکھو بائیں کو گڑھا ہے اک گڑھا

باز گفتی بعد یکدم سوی راست — میل کن زیرا که خاری پیش ماست

پھر یہ کہتے دیکھو سیدھے ہاتھ پر — ہوشیار آتے ہیں کچھ کانٹے نظر

روز گشتی پائے بوسش کرده ما — زانکه بودی پاکش از گل ہر دو پا

دن چڑھا پابوس ہم سارے ہوئے — گرد سے پاک ان کے دونوں پاؤں تھے

نے ز خاکش نے نگل بر روے اثر ‎ ‎ ‎ نے خراشش خار و آسیب حجر

خاک کیچڑ کا نہ تھا اُن پر اثر ‎ ‎ ‎ پھٹ اور کانٹوں سے تھے محفوظ تر

مغربی را مشرقی کردہ خدا ‎ ‎ ‎ کردہ مغرب را چو مشرق نورزا

مغربی کو مشرقی حق نے کیا ‎ ‎ ‎ اور مغرب کو دیا مشرق بنا

نور این شمس شموس فارس است ‎ ‎ ‎ روز خاص و عام را او حارس است

شمس یہ ہر روشنی پر ہے سوار ‎ ‎ ‎ روز خاص و عام کا ہے پاسدار

چوں نباشد حارس آں نور مجید ‎ ‎ ‎ کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

کیوں نگہباں ہو نہ وہ نور نگار ‎ ‎ ‎ جس سے ہوں سورج ہزاروں آشکار

تو بنور او ہمی رو در اماں ‎ ‎ ‎ در میان اژدہا و کژدماں

تو بھی اس کے نور ہی میں ہے اماں ‎ ‎ ‎ اژدہوں اور بچھوؤں کے درمیاں

پیش پیشت می رود آں نور پاک ‎ ‎ ‎ می کند ہر رہزنے را چاک چاک

تیرے آگے آگے ہے وہ نور پاک ‎ ‎ ‎ کرتا ہے ہر راہ زن کو چاک چاک

یوم لا یخزی[1] النبی را راست داں ‎ ‎ ‎ نور یسعیٰ[2] بین ایدیہم بخواں

یوم لا یخزی النبی کو راست جان ‎ ‎ ‎ نور یسعیٰ بین ایدیہم کو مان

گرچہ گردد در قیامت آں فزوں ‎ ‎ ‎ از خدا اینجا بخواہید آزموں

نور گو ہوگا قیامت میں سوا ‎ ‎ ‎ امتحاں کر یہاں بھی انتخب

کو ببخشد ہم بمیغ و ہم بماغ ‎ ‎ ‎ نور جاں واللہ اعلم بالبلاغ

جو سحاب و ابر کو کر دے عطا ‎ ‎ ‎ نور جان اللہ ہے بہتر جانتا

۱؎ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو لوگ اُس پر ایمان لائے ہیں یا اُس کے ساتھ ہیں رسوا نہ کریگا۔ ۲؎ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ۔ نورہم یسعیٰ بین ایدیہم وبایمانہم یعنی اُن کا نور آگے اور سیدھے ہاتھوں کی طرف دوڑتا ہے +

حضرت سلیمانؑ کا قاصدانِ بلقیس کو واپس کرنا

باز گردید اے رسولانِ خجل ــــ زر شما را دل بما آرید دل

لوٹ جاؤ اے رسولانِ خجل ــــ زر مبارک ہو تمہیں، دِل لاؤ دل

ایں زرِ من بر سرِ آں زر نہید ــــ کوریٔ تن فرجِ استر را دہید

میرا سونا اپنے سونے پر رکھو ــــ کوریٔ تن خچروں کو سونپ دو

فرجِ استر لائقِ حلقہ زر است ــــ زرِ عاشق روئے زردِ اصفر است

زر کے قابل ہیں یہ خچر یگاں ــــ زرد رنگت زر ہے عاشق کا یہاں

کہ نظر گاہِ خداوند است آں ــــ کہ نظر انداز خورشید است کاں

کیونکہ دل ہی ہے نظر گاہِ خدا ــــ کان پر سورج کی پڑتی ہے ضیا

کو نظر گاہِ شعاعِ آفتاب ــــ کو نظر گاہِ خداوندِ لباب

پس کہاں خورشید کی جلوہ سرا ــــ اور کہاں یہ جلوہ گاہِ کبریا

از گرفتِ من ز جاں اسپر کنید ــــ گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید

ان گرفتوں سے کرو جاں کو سپر ــــ اب بھی ہو میری گرفتوں میں مگر

مرغِ فتنہ دانہ بر بام است او ــــ پر گشادہ بستۂ دام است او

مرغِ دانہ دوست ہے بالائے بام ــــ پر کھلے ہیں پر وہ ہے پابند دام

چوں بدانہ داد او دل را بجاں ــــ ناگرفتہ مر ورا بگرفتہ داں

چونکہ دانے میں ہے اس کا دل پھنسا ــــ گو رہا ہے جان اُسے پکڑا ہوا

آں نظرہا سوئے دانہ میکند ــــ آں گرہ داں کو بپا بر میزند

دانے پر پڑتی ہے اس کی ہر نظر ــــ وہ گرہ ہے پڑتی ہے جو پاؤں پر

۱؎ یعنی نصیحتیں

دانہ گوید گر تو میدزدی نظر　　این ہمہ وزدم ز تو صبر و مقر
دانہ بولے تو چرائے گر نظر　　صبر تیرا میں چراؤں بے خبر
چوں کشید ست آں نظر اندر ہیم　　پس بدانی کز تو من غافل نیم
جب تری نظریں ہیں مجھ پر بالیقیں　　تو سمجھ تجھ سے بھی میں غافل نہیں

ایک عطار اور ایک مٹی کھانے والا شخص

پیش عطارے یکے گلخوار رفت　　تا خرد ابلوج و قند خاص زفت
پیش عطار ایک گل خور گیا　　تا خریدے قند اور شکر ذرا
پس بر عطار طرار دو دل　　موضع سنگ ترازو بود گل
چونکہ اس عطار نے دو دل کھٹے پائے　　باٹ کھٹے مٹی کے پتھر کے بجائے
گفت عطار ار بجواں ابلوج من　　ہست نیکو بے تکلف بے سخن
بولا عطار اے جواں شکر مری　　بے تکلف ہے بہت اچھی نئی
لیک گل سنگ ترازوئے منست　　گر ترا میل شکر بخرید نست
باٹ مٹی کے ہیں پاڑے ہیں مگر　　مول لے تو اگر چاہے شکر
گفت ہستم در مہمے قند جو　　سنگ میزان ہر چہ خواہد باش گو
بولا میں تجھ سے ہوں شکر مانگتا　　باٹ چاہے جس کے ہوں پھر اس سے کیا
گفت با خود پیش آنکہ گل خورست　　سنگ چہ بود گل نکوتر از زرست
دل میں کہتا تھا کہ جو گل خوار ہو　　سنگ کیا مٹی ہے سونا دو سنو
ہمچوآں دلالہ کو گفت اے پسر　　نو عروسے یافتم بس خوب فر
جیسے دلالہ تھی کہتی اے پسر　　اک عروس لڑکی ہے خوب تر
سخت زیبا لیک ہم یک چیز است　　کاں ستیرہ دختر حلوا گر است
ہے حسیں لیکن ہے اک یہ بات بھی　　وہ ستیزہ لڑکی ہے حلوائی کی

گفت بہتر اینچنیں خود گر بود | دختر او چرب و شیریں تر بود

بولا لڑکا اچھا ایسا ہے اگر | ہوگی لڑکی چکنی اور شیریں نظر

گر نداری سنگ و سنگت از گل ست | ایں بہ و بہ گل مرا میوۂ دل ست

باٹ مٹی کے ہیں پتھر کے نہیں | ہے مجھے تو بس یہ میوہ بہتریں

اندر آں کفۂ ترازو ز اعتداد | او بجائے سنگ آں گل بر نہاد

پلڑے میں پھر وزن کرنے کے لئے | سنگ کی جا باٹ مٹی کے رکھے

پس برائے کفۂ دیگر بدست | ہم بقدر آں شکر را مے شکست

دوسرے پلڑے میں اپنے ہاتھ سے | وہ شکر رکھنے لگا پھر توڑ کے

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند | مشتری را منتظر آنجا نشاند

تھا نہ تیشہ اس لئے وقفہ ہوا | لینے والا منتظر بیٹھا رہا

رویش آں سو بود گل خور ناشکفت | گل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت

منہ ادھر پھیرے ہوئے تھا آدمی | مٹی نوش نے چرا لی باٹ کی

ترس ترساں کہ نباید ناگہاں | چشم او بر من فتد از امتحاں

ڈرتے ہی ڈرتے کہ شاید ناگہاں | اس پہ پڑ جائے نہ چشم امتحاں

دید عطار آں و خود مشغول کرد | کہ فزوں تر دزد ہاں اے روئے زرد

دیکھ کر عطار غافل ہو گیا | ہاں زیادہ اس سے تو مٹی چرا

گر بدزدی وز گل من مے بری | رو کہ ہم از پہلوئے خود مے خوری

گرچہ اکر سب کی سب لیجائے تو | خود ہی کچھ نقصان نادان اے تو

تو ہمے ترسی ز من لیک از خری | من ہمے ترسم کہ تو کمتر خوری

مجھ سے تو ڈرتا ہے لیکن ہم شکر | ڈرتا ہوں میں تو نہ کم کھائے کہیں

چوں ببینی تو شکر را آزمود | پس بدانی احمق و غافل کہ بود

جب شکر تولے گا پائیگا پتا | کون تھا نادان عاقل کون تھا

گرچہ مشغولم چناں احمق نیم — کہ شکر افزوں کشی تو از نیم
محو بیشک ہوں نہیں احمق مگر — تا زیادہ مجھ سے لے جائے شکر

مرغ ازاں دانہ نظر خوش میکند — دانہ ہم از دور راہش مے زند
مرغ خوش ہوتا ہے دانہ دیکھ کر — رہزنی کرتا ہے دانہ بیشتر

کز زنائے چشم حظے میبری — نے کباب از پہلوئے خود میخوری
ہے زنائے چشم سے تو کامیاب — کیا نہ کھاتے اپنے پہلو سے کباب

ایں نظر از دور چوں تیرست و سم — عشقت افزوں میشود صبر تو کم
یہ نظر ہے دور سے تیر اور سم — عشق افزوں ہو رہا ہے صبر کم

مال دنیا دام مرغان ضعیف — ملک عقبیٰ دام مرغان شریف
مال دنیا، دام مرغان ضعیف — اور عقبیٰ، دام مرغان شریف

تا بدیں ملکے کہ او دامیست ژرف — در شکار آیند مرغان شگرف
اس لئے رکھا بڑا عقبیٰ کا دام — تا کہ پھنس جائیں بڑے سے طائر تمام

من سلیمانؑ مے نخواہم ملکتاں — بلکہ من برہانم از ہر ملک تاں
ہیں سلیمانؑ کیوں تمہارا ملک لوں — ہاں ہلاکت سے رہا تم کو کروں

کایں زماں ہستند خود مملوک ملک — مالک ملک آنکہ او بجہد ز ہلک
آج کل مملوک ہیں مالک بڑے — وہ ہے مالک جو ہلاکت سے بچے

باژگونہ اے اسیران جہاں — نام خود کردید امیران جہاں
اے اسیرو نام اُلٹا رکھ لیا — تم امیران جہاں کب ہو بھلا

اے تو بندہ ایں جہاں محبوس جاں — چند گوئی خویش را خواجہ جہاں
بندۂ دنیا ہے تو محبوس جاں — کیوں کہے پھرتا ہے سردار جہاں

اے رسولاں میفرستم تاں رسولؑ — ردّ من بہتر شمارا از قبول
قاصدو اب میں تمہیں ہوں بھیجتا — ہے قبولیت سے بہتر ردّ مرا

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کی دل جوئی کرنا

پیش بلقیس آنچہ دیدید از عجب ‖ باز گوئید از بیابان ذہب

سامنے بلقیس کے دیکھا ہوا ‖ دشت زر کا حال کہنا بر ملا

کہ چہل منزل برفتیم زر بدید ‖ وز چنیں ہدیہ خجل چوں میشدید

سونے پر چالیس منزل تم چلے ‖ اور پشیماں ایسے تحفے سے ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم ‖ ما زر از زر آفریں آوردہ ایم

تا وہ سمجھے ہم کو طمع زر نہیں ‖ ہم کو زر دیتا ہے وہ زر آفریں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاک زمیں ‖ سر بسر زر گردد و دُرِّ ثمیں

وہ اگر چاہے تو سب خاک زمیں ‖ سر بسر سونا ہو اور دُرِّ[1] ثمیں

حق برائے او کند اے زرگزیں ‖ روز محشر ایں زمیں را نقرہ گیں

حق کرے اس کے لئے با صد خوشی ‖ روز محشر اس زمیں کو نقرئی

فارغیم از زر کہ ما بس پر فنیم ‖ خاکیاں را سربسر زرّیں کنیم

سونے کی پروا نہیں مطلق ہمیں ‖ خاکیوں کو سربسر زرّیں کریں

از شما کے گدیۂ زر مے کنیم ‖ ما شما را کیمیا گر مے کنیم

تم سے ہم مانگیں گے زر کی بھیک کیا ‖ کیمیا گر خود تمہیں دیں گے بنا

ترک آں گیرید کہ ملک سباست ‖ کہ بروں از آب و گل بس ملکہاست

چھوڑ دو تم جو وہ ہے ملک سبا ‖ ہیں بہت ملک آب و گل کے ماسوا

تختہ بند است آنکہ تختش خواندۂ ‖ صدر پنداری و بر در ماندۂ

گور کا تختہ ہے تخت سروری ‖ صدر سمجھی خود کو ہے در پہ کھڑی

[1] گراں قیمت موتی +

پادشاہی نیست بر ریش خود — بادشاہی چوں کنی بر نیک و بد

جب نہیں ڈاڑھی بھی قابو میں ترے — نیک و بد پر بادشاہی کیا کرے

بے مرادت می شود ریشت سفید — شرم دار از ریش خود اے کژ امید

بے خلاف امید کے ڈاڑھی سفید — شرم کر ڈاڑھی سے اپنی بد امید

مالک الملک است ہر کس سر نہد — بے جہان خاک صد ملکش دہد

وہ ہے مالک ملک کا جو سر جھکائے — ماسوا دنیا کے لاکھوں ملک پائے

لیک ذوق سجدۂ پیش خدا — خوشتر آید از دو صد دولت ترا

ذوق کا اک سجدہ پیش کبریا — تیرے حق میں ہے خزانوں سے سوا

پس بنالی کہ نخواہم ملکہا — ملک آں سجدہ مسلم کن مرا

تو کہے رو کر کہ دونگا ملک کیا — ملک سجدہ کر مجھے یا رب عطا

پادشاہان جہاں از بد رگی — بو نبردند از شراب بندگی

بادشاہان جہاں کب فخر سے — بو شراب بندگی کی لے سکے

ورنہ ادہم[1] وار سرگرداں و دنگ — ملک را برہم زدندے بے درنگ

ورنہ ادہم کی طرح ہو کر وہ دنگ — ملک کو ویران کرتے بے درنگ

لیک حق بہر ثبات ایں جہاں — مہرشاں بنہاد بر چشم و زباں

نظم عالم کے لئے حق نے مگر — مہر کی ان کی زبان و چشم پر

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج — تا ستانند از جہانداراں خراج

تا ہوں تخت و تاج ان کو خوشگوار — لیں سلاطیں سے خراج بیشمار

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ — آخر آں از تو بماند مردہ ریگ

ریت سے زائد جو دولت جمع کی — غیر کی میراث ہے آخر وہ بھی

[1] ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے مراد ہے۔

همرهٔ جانت نگردد ملک و زر	زر بده سرمه ستان بهر نظر
ساتھ جاتے جان کے کب ملک و زر	دیجئے زر سرمہ تو لے بہر نظر
تا به بینی کاین جهان چاهیست تنگ	یوسفانه آن رسن آری بچنگ
تا تو دیکھے ہے جہاں اندھا کنواں	مثلِ یوسفؑ پکڑ لے رسی اے جواں
تا بگوید چون ز چاه آئی ببام	جان که یا بشرای لنا هذا غلام
جان کہے - آ کر کنوئیں سے سوئے بام	دیکھ، یا بشریٰ[1] لنا هذا غلام
هست در چه انعکاسات نظر	کمترین آنکه نماید سنگ زر
چاہ میں جاتے تو اُلٹی ہو نظر	کم سے کم بہتر نظر آتا ہے زر
وقت بازی کودکان را ز اختلال	می‌نماید آن خزفها زر و مال
کھیلتے وقت لڑکوں کا خیال	ٹھیکروں کو ہے بناتا زرّ و مال
عارفانش کیمیاگر گشته اند	تا که شد کانها بر ایشان نژند
عارف اس کے کیمیا گر ہو گئے	کانِ زر بھی ہیچ ہے اُن کے لئے

ایک درویش کا خواب

آن یکی درویش گفت اندر سحر	خضریان را من بدیدم خواب در
بولا اک درویش یوں وقتِ سحر	مجھ کو خضری[2] خواب میں آئے نظر
گفتم ایشان را که روزی حلال	از کجا نوشم که آن نبود وبال
پوچھا میں نے اُن سے روزیِ حلال	پاؤں کیونکر جو نہ ہو مجھ کو وبال
مر مرا سوی کهستان راندند	میوه‌ها زان بیشه می‌افشاندند
مجھ کو کوہستاں کی جانب لے گئے	میوے پھر جنگل سے توڑے شوق سے

[1] ہمارے لئے خوشخبری ہے۔ کہ ایک نوجوان ہے +

[2] یعنی وہ لوگ جو حضرت خضر علیہ السّلام سے نسبتِ عقیدت رکھتے ہیں +

که خدا شیریں بگرداں میوه را ‌ ‌ ‌ ور دہاں تو بہ تنہاے ما

اور کہا شیریں انہیں کرے خدا ‌ ‌ ‌ تیرے حق میں یہ ہماری ہے دعا

ہیں بجور پاک و حلال و بے حسیب ‌ ‌ ‌ بے صداع و نقل بالا و نشیب

کہا یہ ہیں پاک اور حلال اور بے حساب ‌ ‌ ‌ نقل و حرکت سے نہ ہے کوئی عذاب

پس مرا زاں رزق لطفے رو نمود ‌ ‌ ‌ ذوق گفت من خرد ہامے ربود

پس مجھے اس رزق سے لطف آ گیا ‌ ‌ ‌ ہو گیا حیران وہ جس سے کہا

گفتم ایں فتنہ است یارب در جہاں ‌ ‌ ‌ بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں

کی دعا فتنوں سے پر ہے یہ جہاں ‌ ‌ ‌ لطف کر تو لے خدا سب سے نہاں

شد سخن از من دل خوش یافتم ‌ ‌ ‌ چوں انار از ذوق مے بشگافتم

اس دعا سے دل کو پایا کامگار ‌ ‌ ‌ کھل گیا میں ذوق سے مثل انار

گفتم از چیزے نباشد در بہشت ‌ ‌ ‌ غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت

بولا میں کوئی نہیں جنت میں شے ‌ ‌ ‌ اس خوشی سے ماسوا جو مجھ کو ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دگر ‌ ‌ ‌ زیں نپردازم بجوز و نیشکر

اب کوئی نعمت نہیں زیر نظر ‌ ‌ ‌ چھوڑ کر اس کو نہ کھاؤں نیشکر

ماندہ بود از کسب یک دو حبہ ام ‌ ‌ ‌ دوختہ در آستین جبہ ام

ایک دو رتی کمائی کی جو تھی ‌ ‌ ‌ آستین جبہ میں وہ ہے سلی

درویش اور لکڑہارا

آں یکے درویش ہیزم میکشید ‌ ‌ ‌ خستہ و ماندہ ز بیشہ مے رسید

اور اک درویش لیکر لکڑیاں ‌ ‌ ‌ آیا جنگل سے لکڑہارا وہاں

پس بگفتم من ز روزی فارغم ‌ ‌ ‌ زیں سپس از بہر رزقم نیست غم

ہوں میں فارغ میں نے یہ دل میں کہا ‌ ‌ ‌ اب مجھے کچھ بھی نہیں غم رزق کا

میوہ کردہ بر من خوش شد سفت　　رزق خاصے جسم را آمد بدست
ہو گئے کڑوہ میوے خوش گوار　　خاص روزی سے بدن ہے کامگار

چونکہ من فارغ شدستم از گلو　　حبۂ چند ست من بدہم بدو
ہیں تو اب اس فکر سے آزاد ہوں　　چند حبے یہ اسی کو کیوں نہ دوں

بارہم ایں زر بدیں تکلیف کش　　تا دو سہ روزک شود از قوت خوش
ہے اسے تکلیف۔ دیدوں اس کو زر　　تاکہ یہ دو تین دن کر لے بسر

خود ضمیرم را ہمید انست او　　زانکہ شمعش داشت نور از شمع ہو
سمجھا دل کی بات کو وہ مرد ہو　　شمع میں اس کی تھا نور شمع ہو

بود پیشش سر ہر اندیشہ　　چوں چراغے[1] در درون شیشہ
بھید ہر اندیشہ کا تھا سامنے　　جس طرح شیشے میں لٹکتے ہوں دیے

ہیچ پنہاں مے نشد از وے ضمیر　　بود بر مضمون دلہا او خبیر
دل کی بات اس سے کوئی پنہاں نہ تھی　　وہ دلوں کا راز داں تھا واقعی

پس ہمے شنکید با خود زیر لب　　در جواب فکرتم آں بوالعجب
اس لئے ہونٹوں میں تھا کچھ کہ رہا　　تھا جواب اچھا مری تخئیل کا

چوں چنیں اندیشی از بہر ملوک　　کیف تلقی الرزق ان لم یرزقوک[2]
سوچتا کیا ہے تو شاہوں کے لئے　　رزق کیونکر پائے تو گر حق نہ دے

من نمیکردم سخن را فہم لیک　　بر دلم میزد عتابش نیک نیک
ہیں تو بات اس کی سمجھتا ہی نہ تھا　　ہاں اثر دل پر تھا خفگی کا بڑا

سوئے من آمد بہیبت ہمچو شیر　　تنگ ہیزم را ز خود بنہاد زیر
مثل شیر آیا مری جانب دواں　　پھینک کر جلدی سے نیچے لکڑیاں

۱ چراغ +
۲ اگر وہ تجھے رزق نہ دیتے۔ تو تجھے رزق کیونکر ملتا +

پر ز نو حالی که او هیزم نهاد ــ لرزه بر هفت عضو من فتاد

پر تو اس کا تھا جو تھیں لکڑیاں ــ عضو سا توں تھے مرے لرزش کناں

گفت یا رب گر ترا خاصان هی اند ــ که مبارک دعوت و فرخ پے اند

کی دعا زندہ ہیں گر مردِ خدا ــ ہیں قدم جن کے مبارک اور دعا

لطف تو خواهم که پیدا گر شود ــ این زمان این تنگ هیزم زر شود

لطف ہو یا رب ترا صنعت اثر ــ لکڑیوں کا گٹھا یہ ہو جائے زر

در زمان دیدم که زر شد هیزمش ــ همچو آتش بر زمین می‌تافت خوش

میں نے دیکھا لکڑیاں زر ہو گئیں ــ جو زمیں پر آگ سی ضو بار تھیں

من دران بیخود شدم تا دیر گه ــ چونکه با خویش آمدم من از وله

دیر تک میں بیخود و حیراں رہا ــ ہوش پھر آخر ہوئے میرے بجا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار ــ بس غیورند و گریزاں ز اشتهار

پھر دعا کی اے خدا وہ نیک تر ــ ہیں غیور اور شہرتوں سے دور اگر

باز این را بند هیزم ساز زود ــ بے توقف همچناں حالے که بود

پھر اسے لکڑی کا گٹھا دے بنا ــ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے ذرا

در زماں شد هیزمش اغصان زر ــ مست شد در کار او عقل و نظر

ہو گیا فوراً وہ سونا لکڑیاں ــ تھیں عجب عقل و نظر کو مستیاں

بعد ازاں برداشت هیزم را و رفت ــ سوئے شهر از پیش من او تیز تفت

پھر اٹھا کر لکڑیاں رخصت ہوا ــ شہر کی جانب گیا جیسا کہ ہوا

خواستم تا در پئے آں شه روم ــ پرسم از وے مشکلات و بشنوم

میں نے چاہا پیچھے پیچھے جاؤں میں ــ مشکلوں کا حل اسی سے پاؤں میں

۱؎ یعنی ہفت اندام یہ ہفت اندام، آنکھ، ناک، کان اور ... سے زبان اور پیٹ فرج اور دست و پا

بستہ کرد آں ہیبت او مر ورا	پیش خاصاں رہ نباشد عامہ را
اس کی ہیبت نے مگر روکا جسے	عام کیا خاصوں نے آئیں سامنے
ور کسے را رہ شود گو سر فشاں	کاں بود از رحمت و از جذب شاں
جو بہ رستہ پائے گر دے سر نثار	اُن کے جذب و رحم پر ہے انحصار
پس غنیمت دار آں توفیق را	چوں بیابی صحبت صدّیق را
پس غنیمت جان اُس توفیق کو	جب تو پائے صحبت صدّیق کو
نے چو آں ابلہ کہ یابد قرب شاہ	سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
ہو نہ ایسا بھی جو قرب شہ ملے	پھسلا پھسلا سا گرے رستے میں پھر سے
چوں ز قربانی دہندش بیشتر	پس بگو بد ران گاوست ایں مگر
دے جو قربانی سے قدرت بیشتر	ران سمجھے گائے کی وہ بے خبر
نیست ایں از ران گاو اے مفتری	ران گاوت می نماید از خری
ران یہ تجھ سے ملے! کہاں ہے گائے کی	ران اس کو جانتا ہے ابلہی

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو لوٹنے کی ترغیب دینا

بذل شاہ است ایں نے رشوت نے	بخشش محضست ایں از رحمتے
یہ تو لے رشوت نہیں خیرات شہی	غایت رحمت سے بخشش تجھ پہ کی
ہمچنانکہ شہ سلیمانؑ در نبرد	جذب خیل و لشکر بلقیس کرد
جوں سلیمانؑ نے لڑائی کی سنو	اور کھینچا لشکر بلقیسؓ کو
کہ بیائید اے عزیزاں زود زود	کہ بر آمد موجہا از بحر جود
اے عزیزو جلد جلد آؤ یہاں	بحر بخشش کی ہیں موجیں بیکراں
سوئے ساحل می‌فشاند بے خطر	جوش موجش ہر زمانے صد گہر
سوئے ساحل پھینکتی ہیں بے خطر	جوش میں آ کے موجیں سو گہر

الصلا گفتیم اے اہل رشاد	کایں زماں رضواں در جنت گشاد
ہے صلا اہل ہدایت کے لئے	کھولے ہیں جنت کے در رضوان نے
پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید	سوئے بلقیسؑ و بدیں دیں بگروید
قاصدو لوٹو، سلیمانؑ نے کہا	مژدہ دو بلقیسؑ کو اسی دین کا
پس بگوئیدش بیا اینجا تمام	زود کان اللہ یدعوا بالسلام
پس چلیں آئیں یہاں وہ سب تمام	کیونکہ ان[۱] اللہ یدعوا بالسلام
ہیں بیا اے طالب دولت شتاب	کہ فتوحست ایں زماں و فتح باب
آ یہاں اے طالب دولت شتاب	فتح سے ہوگی یہاں تو کامیاب
اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا	تا طلب یابی ازاں یار وفا
اور اگر طالب نہیں ہے تو بھی آ	دے تجھے ذوق طلب وہ باوفا
ملک برہم زن تو ادہم وار زود	تا بیابی ہمچو او ملک خلود
مثل ادہمؒ برہم اپنا ملک کر	تاکہ ملک جاوداں کی ہو خبر

حضرت ابراہیم ادہمؒ کا ترک سلطنت

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر	حارساں بر بام اندر دار و گیر
سوتے تھے اک دن وہ سلطاں تخت پر	پاسباں تھے بام پر سینہ سپر
قصد شہ از حارساں آں ہم نبود	کہ کنند آں دفع دزداں و رنود
پھر یہ مطلب چوکیداروں سے نہ تھا	دفع چوروں کو کریں وہ جابجا
او ہمے دانست کانکو عادلست	فارغست از واقعہ آمن دلست
جانتے تھے وہ کہ جو عادل ہوئے	ہیں وہ فارغ حادثات وخوف سے

۱؎ بیشک اللہ تجھے سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

عدل باشد پاسبانِ کامہا — نے بشب چوبک زناں بر بامہا
عدل ہوتا ہے نگہباں ہم نشیں — کوٹھوں پر کی بانگ نوبت کچھ نہیں

لیک بد مقصودش از بانگِ رباب — ہمچو مشتاقاں خیال آں خطاب
مقصد اُن کا تھا مگر بانگِ رباب — تھا خیالوں میں وہی شوقِ خطاب

نالۂ سرنا و تہدیدِ دہل — چیزکے ماند بداں ناقورِ کل
ڈھول کی آواز سرنا کی صدا — ملتی اُس نفخے سے ہے کچھ برملا

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا — از دوارِ چرخ بگرفتیم ما
کہتے ہیں دانا یہ آوازیں تمام — لی ہیں دورِ چرخ ہی سے لا کلام

بانگِ گردشہائے چرخست اینکہ خلق — میسرایندش بطنبور و بحلق
گردشِ گردوں کے ہیں یہ زمزمے — گاتے ہیں جو حلق یا طنبور سے

مومناں گویند کآثارِ بہشت — نغز گردانید ہر آوازِ زشت
کہتے ہیں مومن کہ آثارِ بہشت — خوب کر دیتے ہیں ہر آوازِ زشت

ما ہمہ اجزائے آدم بودہ ایم — در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
سب کے سب اجزائے آدم ہم جو تھے — سنتے رہتے تھے وہ نغمے خلد کے

گرچہ بر ما ریخت آب و گل شکے — یاد ما آید ز آنہا اندکے
آب و گل نے شک میں گو ڈالا ہمیں — یاد ہے اُن میں سے تھوڑا سا ہمیں

لیک چوں آمیخت با خاکِ کرب — کے دہد ایں زیر و ایں بم آں طرب
رل گئے جس میں غم و اندوہ اب — آ سکے کیونکر زیر و بم میں وہ طرب

آب چوں آمیخت با بول و کمیز — گشت ز آمیزش مزاجش تلخ و تیز
پانی میں پیشاب کی بو جب ملی — تلخ و تیز اس کی طبیعت ہو گئی

چیزکے از آب ہستش در جسد — بول ازاں رو آتشے را میکشد
پانی بھی تھوڑا سا اس میں ہے ڈلے — آگ بجھ جاتی ہے یوں پیشاب سے

گر مخبّس شد آب این طبعش نماند | کآتش غم را بطبع خود نشاند

ہے مخبّس لیکن طبیعت میں ہے تاب | آتش غم کو بجھا دیتا ہے آب

پس غذای عاشقاں آمد سماع | کہ درو باشد خیال اجتماع

راگ عاشق کی غذا اے خوش خصال | یار سے ملنے کا اس میں ہے خیال

قوتے گیرد خیالات ضمیر | بلکہ صورت گردد از بانگ صفیر

قوت اک پکڑا ہیں خیالات ضمیر | بلکہ دے صورت دکھا بانگ صفیر

آتش عشق از نواہا گشت تیز | آنچنانکہ آتش آں جوز ریز

تیز ہو جاتی ہے آتش عشق کی | جیسے اس اخروٹ والے کی ہوئی

پانی میں اخروٹ پھینکنے والے کی کہانی

در تغولے بود آب آں تشنہ راند | بر درخت جوز جوزے میفشاند

تھا گڑھے میں آب اور اک پیاسا تھا | پیڑ پر اخروٹ کے بیٹھا ہوا

میفتاد از جوز بن جوز اندر آب | بانگ مے آمد ہمے دید او حباب

پھینکتا پانی میں وہ اخروٹ تھا | سنتا بانگ اور دیکھتا تھا بلبلا

عاقلے گفتا کہ بگذار اے فتا | جوزہا خود تشنگی آرد ترا

بولا اک عاقل یہ کیا ہے دل لگی | ہیں یہی اخروٹ وجہ تشنگی

بیشتر در آب می افتد ثمر | آب در پستی ست از تو دور تر

گرتے ہیں اخروٹ اس میں ٹوٹ کر | پانی ہے پستی میں تجھ سے دور تر

بیشتر در آب مے افتد ببیں | میبرد آبش ترا چہ سود ازیں

گر کے پانی میں یہ اخروٹ اے فتا | ڈوب جاتے ہیں تجھے کیا فائدہ

تا تو از بالا فرود آئی بزیر | آب جوزت بردہ باشد اے دلیر

جب تک اوپر سے تو نیچے آئیگا | پانی ان اخروٹوں کو لے جائیگا

گفت قصدم زین فشاندن جو یست — تیز تر بنگر برین ظاہر مایست
بولا یہ آخر دست کب ہے پھینکنا — چھوڑ ظاہر دیکھ باطن کو ذرا

قصد من آن است کاید بانگ آب — ہم بہ بینم بر سر آب ایں حباب
ہے یہ مقصد آئے پانی کی صدا — اور نظر پانی پہ آئے بلبلا

تشنہ را خود شغل چہ بود در جہاں — گرد پائے حوض گشتن جاوداں
پیاسے کا کیا شغل ہے اس کے سوا — حوض کے چاروں طرف پھرنا سدا

گرد جو و گرد آب و بانگ آب — ہمچو حاجی طائف کعبہ صواب
پانی کے گرد اور گرد آواز کے — جیسے حاجی گرد کعبے کے پھرے

ہمچنیں مقصود من زیں مثنوی — اے ضیاء الحق حسام الدین توئی
مثنوی سے ہیں میرا مقصود بھی — ہے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی

مثنوی اندر فروع و در اصول — جملہ آن تست کردستی قبول
مثنوی فرعاً اور اصلاً ہے تری — کی قبول اور مالکیت تیری ہوئی

التجا بر تست و بر امداد تو — تکیہ بر اشفاق و بر اسعاد تو
التجائیں تجھ سے ہیں امداد کی — ہے بھروسہ لطف و یاری پر تری

مثنوی اندر اصول و در فروع — میکند زیر لوائے تو رجوع
ہاں یہ اصلاً اور فرعاً مثنوی — ہر طرح سے ہے پناہوں میں تری

مثنوی اندر اصول و ابتدا — جملہ بہر تست و بر تست انتہا
مثنوی کا ہر اصول اور ابتدا — تجھ سے ہے اور ہے تجھی پر انتہا

در قبول تست عز و مقبلی — زانکہ شاہ جان و سلطان دلی
تیری منظوری سے ہے عزت مقبلی — کیونکہ تو ہے شاہ جاں اور شاہ دل

در قبول آرند شاہاں نیک و بد — چوں قبول آرند نبود ہیچ رد
ہے قبول بادشاہاں نیک و بد — گر کریں مقبول کیوں ہونا ہے رد

چون نہالے کاشتی آبش بدہ ۔۔۔ چون کشادش دادۂ بکشا گرہ

پیڑ بویا ہے تو پانی اس کو دے ۔۔۔ اب گرہ اچھی طرح سے کھول لے

قصدم از الفاظ او راز تو است ۔۔۔ قصدم از انشایش آواز تو است

مقصد الفاظ تیرا راز ہے ۔۔۔ مقصد انشا تری آواز ہے

پیش من آوازت آواز خدا است ۔۔۔ عاشق از معشوق حاشا کے جدا است

ہے تری آواز آواز خدا ۔۔۔ کب ہوا معشوق سے عاشق جدا

اتصالے بے تکیف بے قیاس ۔۔۔ ہست رب الناس را با جان ناس

بے تکلف اس کا ہوتا ہے وصال ۔۔۔ اپنے بندوں سے ہے ربنا ذوالجلال

لیک گفتم ناس من نسناس نے ۔۔۔ ناس غیر جان جان اشناس نے

لیک بن مانس نہیں معنی ناس ع ۔۔۔ بلکہ وہ انسان جو ہے حق شناس

ناس مردم باشد و کو مردمی ۔۔۔ تو سر مردم ندیدستی دنی

آدمی دیکھے کہاں ہیں اے دنی ۔۔۔ آدمی کا سر بھی دیکھا ہے کبھی

ما رمیت اذ رمیت خواندۂ ۔۔۔ لیک جسمی در تجزی ماندۂ

ما رمیت اذ رمیت ہے پڑھا ۔۔۔ جسم کی تقسیم میں ہے تو پڑا

ملک جسمت را چو بلقیس اے غبی ۔۔۔ ترک کن بہر سلیمان نبی

مثل بلقیس اس بدن کو اے غبی ۔۔۔ ترک کر بہر سلیمان نبی

مے کنم لاحول نے از گفت خویش ۔۔۔ بلکہ از وسواس آں اندیشہ کیش

کب ہے لاحول اپنے اس احساس پر ۔۔۔ بلکہ بد اندیش کے وسواس پر

کو خیالے مے کند در گفت من ۔۔۔ در دل از وسواس و انکارات و ظن

جس کو میری گفتگو کا ہے خیال ۔۔۔ وسوسہ، انکار، بدفہمی، ملال

ع انسان آدمی ۱۲

می‌کنم لاحول یعنی چارہ نیست ‏— چوں ترا در دل بضدم گفتنی ست

چارہ ہی کیا ہے بجز لاحول کے ‏— جب تجھے ضد ہے مری گفتار سے

چونکہ گفت من گرفتت در گلو ‏— من خمش کردم تو زیں پس خود بگو

پکڑا امیری باتوں نے تیرا گلا ‏— لے میں چپکا ہو گیا۔ اب تو سنا

ہر بے ادب سے تحمل اور رفاقت کرنا

آں یکے نائے کہ خوش مے بنرد ست ‏— ناگہاں از مقعدش بادے بجست

تھا بجاتا ایک اچھی بانسری ‏— ریح اس کی ناگہاں خارج ہوئی

نائے را بر کوں نہاد او کہ ز من ‏— گر تو بہتر مے زنی بستاں بزن

بانسری مقعد پہ رکھ کر یوں کہا ‏— مجھ سے اچھی بج سکے تو تو بجا

اے مسلماں خود ادب اندر طلب ‏— نیست الا تحمل از ہر بے ادب

اے مسلماں تو ادب کو کر طلب ‏— بے ادب سے ہے تحمل ہی ادب

ہر کرا بینی شکایت مے کند ‏— کاں فلاں کس راست طبع و خوئے بد

جس کو دیکھو شکوہ کرتا ہے یہی ‏— ہے فلاں کی طبع و خو بے حد بری

ایں شکایت گو بداں کو بد خو ست ‏— کہ مر آں بد خوئے را او بد گو ست

ہے گلہ اس کو جو خود بد خو ہوا ‏— کیونکہ اک بد خو کو کہتا ہے برا

زانکہ خوشخو آں بود کو در خمول ‏— باشد از بد خوئے و بد طبعاں حمول

ہے وہی خوشخو کنارہ جو کرے ‏— اور تحمل جس کو بد خو پر رہے

لیک در شیخ آں گلہ ز امر خداست ‏— نے پئے خشم و ممارات و ہواست

ہاں گلہ مرشد کا ہے امر خدا ‏— دشمنی اس میں نہ غصہ یا ہوا[1]

[1] حرص ہے

آں شکایت نیست ہست اظہار حال	چوں شکایت کرد آں پیغمبراں
نہ شکایت ہے وہ اظہار حال	جس طرح نبیوں کی شکوہ سنجیاں
ناتحملی انبیا را زامر دان	ورنہ حمّال است بد را طبع شاں
بے تحمل ہوں تو امر حق سے ہاں	ورنہ خوگر ہیں کہ جھیلیں سختیاں
طبع را کشتند در حمل بدی	ناتحملی گر بود ہست ایزدی
دل کو مارا، ظلم کی برداشت کی	بے تحمل ہونا یہ ہے قدرتی
اے سلیماں درمیان زاغ و باز	حلم حق شو با ہمہ مرغاں بساز
اے سلیماں درمیان زاغ و باز	حلم حق ہو سب پرندوں کو نواز
بلبل بسیار گو را پر مکن	باز را و کبک را برہم مزن
بلبل نغمہ سرا کے پر نہ جھاڑ	کر نہ باز و کبک سے اپنا بگاڑ
اے دو صد بلقیس حلمت را زبوں	کاہد قومی را انّہم لا یعلمون
سیکڑوں بلقیس تجھ سے ہیں زبوں	راہ دے قومی انّہم لا یعلمون

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو عتاب نامہ بھیجنا

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود	لشکرت خصمت شود مرتد شود
جلد آ بلقیس ورنہ ہے برا	تیرا لشکر تجھ سے سب پھر جائیگا
پردہ دار تو درت را برکند	جانِ تو با تو بجاں خصمی کند
توڑ دیں دروازے کو تیرے پردہ دار	جان تیری جان سے انجام کار
جملہ ذراتِ زمین و آسماں	لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں
سب یہ ذراتِ زمین و آسماں	لشکرِ خالق ہیں وقتِ امتحاں

لہ یہ شعر دعائیہ ہے۔ جس میں مخاطب صحیح ذات باری ہے التجا کرتے ہیں کہ یا رب ہماری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ لاعلم اور غیر آگاہ ہے +

باد را دیدی که با عادان چه کرد | آب را دیدی که در طوفان چه کرد

دیکھ عادوں سے ہوا نے کیا کیا | آب نے طوفاں اٹھا کر ڈالا سب پا

آنچه بر فرعون زد آن بحر کین | وانچه با قارون نمودست این زمین

شر جو دریا سے تھا فرعون کا | جو زمیں نے ساتھ قاروں کے کیا

وانچه آن بابیل با آن پیل کرد | وانچه پشه کلهٔ نمرود خورد

جو ابابیلوں نے فیلوں سے کیا | کلّہ پشہ نے کھا کیا نمرود کا

وانکه سنگ انداختی داود دست | گشت ششصد پاره و لشکر شکست

ہاتھ سے پتھر گرا داؤد کے | بھاگا لشکر، تین سو ٹکڑے ہوئے

سنگ می بارید بر اعدای لوط | تا که در آب سیه خوردند غوط

برسے پتھر دشمنوں پر لوط کے | غرق سب آب سیہ میں ہو گئے

گر بگویم از جمادات جهان | عاقلانه یاری پیغمبران

ہو جمادات جہاں کا گر بیاں | اولیا کے تھے وہ کیا کیا ہم عناں

مثنوی چندان شود که چل شتر | گر کشد عاجز شود از بار پر

مثنوی بڑھ جائے چالیس اونٹ بھی | کھینچنے سے اس کے عاجز ہوں ابھی

دست بر کافر گواهی می دهد | لشکر حق می شود سر می نهد

ہاتھ کافر پر گواہی جبکہ دے | فوج ہو اللہ کی، یہ سر رکھے

ای نموده ضد حق در فعل درس | در میان لشکر اوئی بترس

ضد خدا سے ہے تجھے ہر بات پر | آ پھنسا لشکر میں اس کے اب تو ڈر

جزو جزوت لشکر او در وفاق | مر ترا اکنون مطیع اند از نفاق

اس کے لشکر سے یہ اجزا آج ہاں | حکم کے تیرے ہیں تابع اے جواں

گر بگوید چشم را کو را فشار | درد چشم از تو برآرد صد دمار

گر کہے وہ آنکھ سے اس کو دبا | درد سے ہو جان تک تیری فنا

گر بدنداں گویدا و ہمنا و بال	پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
گر کہے دانتوں سے لاؤ کچھ بلا	پس تو پائے اپنے دانتوں سے سزا
باز کن طب را بخواں باب العلل	تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
کھول طب اور اس میں پڑھ بابِ علل[1]	تا کہ سمجھے لشکرِ تن کا عمل
چونکہ جانِ جان ہر جزوِ تن ست	دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
جبکہ جانِ جاں کا ہے ہر جزوِ تن	دشمنی پھر جانِ جاں سے ہے کٹھن
خود رہا کن لشکرِ دیو و پری	کز میانِ جاں کنندم صفدری
ترک کر یہ لشکرِ دیو و پری	چاہیے ان سے ہو امیدِ صفدری
ملک را بگذار بلقیس از نخست	چوں مرا یابی ہمہ ملک آں تست
ملک کو بلقیس کر دے ترک آ	مجھ کو حاصل کر تو سب کچھ ہے ترا
خود بدانی چوں بر من آمدی	کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بدی
میرے پاس آتے ہی یہ کھل جائیگا	بے مرے تو نقش تھی حمام کا
نقش اگر خود نقشِ سلطانِ غنی ست	صورتست از جاں خود او بے جانی ست
نقشِ سلطانِ غنی بھی ہے اگر	جان کی لذت سے کب ہے بہرہ ور
زینتِ او از برائے دیگراں	باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
اس کی زینت دوسروں کے واسطے	جو کہ ہیں چشم و دہن کھولے ہوئے
اے تو در پیکار خود را باختہ	دیگراں را تو ز خود نشناختہ
نفس سے تو جنگ میں ہاری ہے جو	تو نے اپنے سے نہ جانا غیر کو
تو بہر صورت کہ آئی بیستی	کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
چاہیے جس صورت میں ہو جلوہ گریں	ہاں میں یہ ہوں ہے قسم تو یہ نہیں

[1] یعنی وہ فصل جس میں بیماریوں کا بیان ہے۔

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق — در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
تو گھڑی بھر بھی اگر تنہا رہے — فکر و اندیشہ میں گردن تک پھنسے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سرمست خودی
کس طرح کوئی کہے یکتا ہے تو — جبکہ سرمست خودی، زیبا ہے تو

مرغ خویشی صید خویشی دام خویش — صدر خویشی فرش خویشی بام خویش
خود ہی مرغ اور خود ہی صید اور خود ہی دام — خود ہی صدر اور خود ہی فرش اور خود ہی بام

جوہر آں باشد کہ قائم با خود ست — آں عرض باشد کہ فرع او شدست
خود پہ جو قائم ہوا، جوہر ہے وہی — فرع جو ہو وہ عرض ہے اس کی

گر تو آدم زادہ چوں او نشیں — جملہ ذرات را در خود بہ بیں
ہے جو آدم زاد، اوج ذات دیکھ — ذات میں اپنی ہی سب ذرات دیکھ

چیست اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست
خم میں کیا ہے جو نہیں ہے نہر میں — گھر میں کیا ہے جو نہیں ہے شہر میں

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوئے آب — ایں جہاں حجرہ ست و دل شہر عجاب
یہ جہان خم اور دل ہے جوئے آب — کوٹھڑی وہ اور یہ شہر خوش آب

بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کی دعوت ایمانی

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی — چوں اجل شہوت کشم نے شہوتی
آ کہ میں ہوں اک رسول دعوتی — ہوں اجل شہوت کی، کب ہوں شہوتی

ور بود شہوت امیر شہوتم — نے اسیر شہوت و روئے بتم
ہو اگر شہوت، ہوں شہوت کا امیر — ہوں بتوں میں اور نہ شہوت میں اسیر

بت شکن بودست اصل اصل ما — چوں خلیلؑ حق و جملہ انبیا
بت شکن ہے اصل میری سن ذرا — جیسے ابراہیمؑ اور سب انبیا

اگر در آیم لئے رہی در بُت کدہ
بُت بسجود آرد و بما در معبدہ

ہم اگر جائیں کبھی بُت خانے میں
مندروں میں بُت ہمیں سجدہ کریں

احمدؐ و بوجہل در بتخانہ رفت
زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت

آنحضرت محمدؐ اور بوجہل بُت خانے گئے
فرق ہیں دونوں کے جانے میں بڑے

او در آید سر نہند او را بتاں
ایں در آید سر نہد چوں امتاں

وہ جو آئیں اُن کو بُت سجدہ کریں
یہ جب آئے بُت کے آگے سر رکھے

ایں جہانِ شہوتی بتخانہ ایست
انبیاؑ و کافراں را لانہ ایست

یہ جہانِ شہوتی بُت خانہ ہے
کافر اور نبیوں کا اک ہی آشانہ ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بود
زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بود

پاکوں کی لونڈی ہے شہوت بر ملا
جل نہیں سکتا جو سونا ہو کھرا

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر
اندریں بوتہ درند ایں دو نفر

کھوٹے کافر پاک ہیں مانندِ زر
ایک ہی بوتہ میں ہیں دونوں نفر

قلب چوں آمد سیہ شد در زماں
زر در آمد زر ہی او شد عیاں

کھوٹا جب آیا تو کالا پڑ گیا
سونا جب آیا کھرا پن جاگ اُٹھا

دست و پا انداخت در بوتہ زر
در رخِ آتش ہمے خندد چو خور

بوتہ[۱] میں سونے نے ڈالے دست و پا
آگ میں چمکا مگر خورشید سا

جسمِ ما روپوش باشد در جہاں
ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں

تن مرا دنیا میں ہے روپوش سا
مثلِ دریا زیرِ کہ ہوں میں چھپا

شاہِ دیں را منگر اے نادانِ طین
کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعین

کہ نہ رکھی ان کو جو ہوں شاہِ دیں
یہ نظر رکھتا تھا ابلیسِ لعین

۱؎ کٹھالی ÷

کی توان اندود این خورشید را — با کفی گل، تو بگو آخر مرا

کس طرح خورشید چھپتا ہے کہیں بھلا — ایک مٹھی خاک سے تو ہی بتا

گر بریزی خاک و صد خاکسترش — بر سر نور او بر آید بر سرش

گر تو اس کے نور پر مٹی گرائے — ٹوٹ کر پھر تیرے ہی سر پر وہ آئے

کہ کہ باشد کہ بپوشد روئے آب — طین کہ باشد کہ بپوشد آفتاب

گھاس کس صورت سے ڈھک لے روئے آب — اور مٹی کب چھپائے آفتاب

خیز بلقیسا چو ادہم شاہ وار — دود ازیں ملک دو سہ روزہ برآر

اٹھ کھڑی ہو اے بلقیس ابراہیم وار — پھونک دے سب یہ ملک جو ہے مستعار

حضرت ابراہیم ادہمؒ کا باقی حصہ

بر سر تختے شنید آں نیک نام[1] — طقطقے و ہائے ہوئے شب ز بام

شور سنتے تخت پر شب کو وہیں — بام پر کھٹ کھٹ کی آوازیں سنیں

گامہائے تند بر بام سرا — گفت باخود اینچنیں زہرہ کرا

کوٹھے پر تھا تیز کوئی دوڑتا — بولے ایسی کس کی طاقت ہے بھلا

بانگ زد بر روزن قصر او کہ کیست — ایں نباشد آدمی مانا پریست

کون ہے یہ کھڑکی سے آواز دی — آدمی تو یہ نہیں ہوگی پری

سر فرو کردند قومے بوالعجب — ما ہمے گردیم شب بہر طلب

نیچے جھانک کر چند لوگوں نے کہا — ہم طلب میں رات سے ہیں مبتلا

ہیں چہ مے جوئید گفتند اشتراں — گفت اشتر بام بر کہ جست ہاں

بولے کس کی ہے طلب؟ بولے شتر — بولے آئے اونٹ کیونکر بام پر

[1] یعنی حضرت ابراہیم ادہم رح۔

پس بگفتندش کہ تو بر تخت جاہ — چوں ہمے جوئی ملاقات الٰہ
بولے تم اُس تخت پر با عزّ و جاہ — ڈھونڈتے ہو جو ملاقات الٰہ

خود ہما بد دیگر او را کس ندید — چوں پری از آدمی شد ناپدید
خود ہما تھا کون اُس کو دیکھتا — آدمی سے جوں پری غائب ہوا

معنیش پنہان و او در پیش خلق — خلق کے بیننده غیر ریش و دلق
ہیں نہاں معنی مگر وہ سامنے — لوگ ریش و دلق کو ہیں دیکھتے

چوں ز چشم خویش و خلقاں دور شد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شد
چشمِ خلقت سے رہا جو دور وہ — مثل عنقا ہو گیا مشہور وہ

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف — جملہ عالم از و بافند لاف
قاف کی جانب جو سیمرغ آ گیا — سارے عالم میں ہے اس کا ماجرا

چوں رسید اندر سبا آں نور شرق — غلغلے افتاد در بلقیس و خلق
جبکہ جا پہنچا سبا میں نورِ شرق — رہ گئی حیران سی بلقیس و خلق

روحہائے مردہ جملہ پر زدند — مردگان از گورِ تن سر بر زدند
مُردہ روحیں سب کی سب اُڑنے لگیں — مُردے نکلے گور سے سب بالیقیں

یکدگر را مژدہ میدادند ہاں — نک ندائے میرسید از آسماں
ایک کو دیتا تھا مژدہ دوسرا — آسماں سے بھی کچھ آتی تھی صدا

زاں ندا دینہا ہمے گردند گبر — شاخ و برگِ دل ہمے گردند سبز
اس ندا سے دین ہوتے تھے قوی — شاخ و برگِ دل کو سرسبزی ملی

از سلیماں[2] آں نفس چوں نفخ صور — مردگاں را میرہانید از قبور
وہ سلیماں[2] کا پیامِ صور تھا — مُردوں کو کرتا تھا قبروں سے رہا

[1] یعنی مخلوق تو اُسے دیکھتی ہے جو بڑی سی داڑھی چھوڑے ہے اور گدڑی پہنے ہوئے ہو۔
[2] حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیامِ روشن سے مراد ہے۔

مر ترا باد اسعادت بعد ازیں	عمر گزشت اللہ اعلم بالیقین
تجھ کو پہنچے گی سعادت بعد ازیں	عمر گیا، واللہ اعلم بالیقین

اہلِ سبا کا باقی قصہ

قصہ گویم از سبا مشتاق وار	چوں صبا آمد بسوئے لالہ زار
پھر کہوں حالِ سبا مشتاق وار	جوں صبا آیا وہ سوئے لالہ زار
لاقت الاشباح یوم وصلہا	عادت الاولاد صوب اصلہا
جسم اپنے وصل کے دن سے ملے	لوٹے سب فرزند جانب اصل کے
امۃ العشق خفی فی الامم	مثل جود حولہ لوم السقم
امتِ عشق امتوں میں ہے نہاں	جیسے کنجوسی میں جود کو بیماریاں
ذلۃ الارواح من اشباحہا	عزۃ الاشباح من ارواحہا
روح کی ذلت ہے اس کے جسم سے	روح سے بڑھتے ہیں رتبے جسم کے
ایہا العشاق السقیا لکم	انتم الباقون والبقیا لکم
ہے تمہیں کو عاشقو پینا روا	تم ہو باقی اور تمہاری ہے بقا
ایہا الشابون قوموا اعشقوا	ذاک ریح یوسف[1] استنشقوا
اے جوانو تم اٹھو اور الفت کرو	بوئے یوسف آئی اس کو سونگھ لو
منطق الطیر سلیمانی[2] بیا	بانگ ہر مرغے کہ آید می سرا
منطق الطیر سلیمانی تو آ	ہو پرندوں کی طرح نغمہ سرا
چوں بمرغانت فرستاد ست حق	لحن ہر مرغے بدادست سبق
طائروں میں حق نے بھیجا ہے تجھے	نغمۂ طائر سکھایا ہے تجھے

[1] یعنی پیام حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام +

[2] وہ فلسفۂ سلیمانی ع جس سے پرندوں کی بولیاں سمجھ میں آجائیں"

مرغ جبری را زبان جبر گو — مرغ پر اشکستہ را از صبر گو
مرغ جبری کو زبان جبر دے — پرشکستہ طائروں کو صبر دے

مرغ صابر را تو خوش دار و معاف — مرغ عنقا را بخوان اوصاف قاف
مرغ صابر کو تو خوش کر اور معاف — مرغ عنقا کو سنا اوصاف قاف

مر کبوتر را حذر فرما ز باز — باز را از حلم گوی و احتراز
کہ کبوتر سے رہے محفوظ باز — باز کو دے درس حلم و احتراز

واں خفاشے را کہ ماند او بے نوا — مے کنش با نور جفت و آشنا
اور چمگادڑ کہ جو ہے بے نوا — نور سے تو اس کو کردے آشنا

کبک جنگی را بیاموزاں تو صلح — مرغ دل را نما اشراط صبح
صلح کا ڈھب کبک جنگی کو سکھا — صبح کے آداب مرغوں کو بتا

ہمچنیں میرو ز ہدہد تا عقاب — رہ نما واللہ اعلم بالصواب
جا یونہی ہدہد سے لیکر تا عقاب — رہبر بن تو واللہ اعلم بالصواب

بلقیس[۲] کا اپنے ملک سے آزاد ہونا

چوں سلیمان[۱] سوئے مرغان سبا — یک صفیرے کرد بست آں جملہ را
جیسے شہ[۱] نے سوئے مرغان سبا — اک صدا دی بند ہر طائر ہوا

جز مگر مرغے کہ بد بے جان و پر — یا چو ماہی گنگ بود از اصل کر
ماسوا اس کے جو تھا بیجان و پر — مثل ماہی یا تھا گونگا اور کر

نے غلط گفتم کہ کر گر سر نہد — پیش وحی کبریا سمعش دہد
یہ غلط ہیں نے کہا بہرا اگر — سر جھکا دے تو سمیع ہے بہرہ ور

۱ حضرت سلیمان ؑ سے مراد ہے +
۲ یعنی سماعت سے یا قوت ادراک سے +

چونکه بلقیس از دل و جان عزم کرد	بر زمان رفته هم افسوس خورد
دُھن جو یہ بلقیس کو دل سے لگی	اپنے دور رفتہ پر کرنے لگی
ترک مال و ملک کرد او آنچنان	که بترک نام و ننگ آن عاشقان
اس نے ملک و مال چھوڑا بیدرنگ	جیوں کریں عشاق ترک نام و ننگ
آن غلامان و کنیزان بناز	پیش چشمش همچو پوسیده پیاز
وہ غلام اور وہ کنیزیں شوخ ناز	اس کے آگے تھیں سڑی جیسے پیاز
باغها و قصرها و آب رود	پیش چشم از عشق گلخن می نمود
خاک قصر و نہر گلشن ہو گئے	عشق سے نظر دل میں گلخن ہو گئے
عشق در هنگام استیلا و خشم	زشت گرداند لطیفان را بچشم
عشق غصہ اور غلبہ جب دکھائے	ہو جو چیز اچھی برا اس کو بنائے
هر زمرد را نماید گندنا	غیرت عشق این بود معنی لا
وہ زمرد کو بنا دے گندنا	عشق کی غیرت سے یہ معنی لا
لا اله الا هو اینست ای پناه	که نماید مه ترا دیگ سیاه
لا الٰہ الا ہو کی ہے پناہ	چاند بھی آئے نظر دیگ سیاہ
هیچ مال و هیچ مخزن هیچ رخت	می دریغش نامد الا جز که تخت
مال و مخزن کا نہ غم اس کو ہوا	ہاں مگر افسوس ترک تخت کا
پس سلیمان از دلش آگاه شد	کز دل او تا دل او راه بد
پس سلیمان کو خبر اس کی ہوئی	ان کے دل سے اس کے دل تک راہ تھی
آن کسی کو بانگ مرغان بشنود	وز ضمیر هر یکی واقف بود
وہ کہ جو سن لے پرندوں کی صدا	اور ہو واقف سب کے دل سے برملا
نالهٔ مخفی موران بشنود	هم فغان سر دوران بشنود
چیونٹیوں کا نالۂ مخفی سنے	اور سنے جو فغاں کوئی کرے

آنکہ گوید رمزِ قَالَتْ نَمْلَةٌ	ہم بداند رمزِ ایں طاقِ کہن
جو سنائے رازِ قَالَتْ نَمْلَةٌ	کیوں نہ سمجھے رازِ دنیائے کہن
دید از دورش کہ آں تسلیم کیش	تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
دور سے دیکھا کہ وہ ہے بیقرار	چھوڑ دینا تخت کا ہے ناگوار
گر بگویم آں سبب گردد دراز	کہ چرا بودش بہ تخت آں عشق و آز
گر کہوں اس کا سبب تو طول ہو	چھوڑنا دشوار کیوں تھا تخت کو
گرچہ ایں کلکِ قلم خود بے حس است	نیست جنسِ کاتب او را مونس است
گرچہ بے حس ہے قلم اے دوستدار	جنسِ کاتب سے نہیں ہے اس کا یار
ہمچنیں ہر آلتِ پیشہ ورے	ہست بیجاں مونسِ ہر جانورے
ایسے ہی ہر آلہ اہلِ پیشہ کا	ہے تو بیجاں لیک مونس ہے بنا
ایں سبب را من معیّن گفتمے	گر نبودے چشمِ فہمت را نمے
یہ سبب بے شک بتا دیتا تمہیں	گر نہ بھرتا پانی چشمِ فہم میں
از بزرگیٔ تخت کز حد مے فزود	نقل کردن ہیچ نوع امکاں نبود
تخت جو حد سے زیادہ تھا بڑا	اس کے لے جانے کا کب امکان تھا
خردہ کاری بود و تفریقش خطر	ہمچو اوصالِ بدن با یکدگر
پچیکاری سے اکھڑنے کا تھا ڈر	وہ ملی جوں اعضائے تن با یکدگر
پس سلیماںؑ گفت گرچہ فی الاخیر	سرد خواہد شد بروتاج و سریر
پھر سلیمانؑ نے کہا انجام کار	تخت اور تاج اس کو ہوگا ناگوار

۱؎ اس آیہ شریف کی طرف اشارہ ہے قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ یعنی ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، تاکہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر پامال نہ کر ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتے +

چوں ز وحدت جاں بروں آرد سرے — جسم را با فرِّ او نبود فرے
جان وحدت سے نکالیگی جو سر — جسم میں باقی نہ ہوگا کوئی فر

چوں برآید گوہر از قعر بحار — بنگری اندر کف و خاشاک خار
تہ سے دریا کی جو گوہر باہر آئے — خاک اور کانٹوں میں وہ کیونکر سمائے

سر برآرد آفتاب با شرر — دُمِ عقرب را کہ سازد مستقر
جبکہ نکلے آفتاب پُر شرار — کس طرح بچھو کی دُم کو ہو قرار

لیک خود با اینہمہ بر بود حال — جست باید تخت او را انتقال
باوجود ان ساری باتوں کے بھلے — پہلے اس کا تخت لانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا — کودکانہ حاجتش گردد روا
تا کہ آکر ہو نہ غم میں مبتلا — حاجت طفلانہ اُس کی ہو روا

ہست بر ما سہل و او را بس عزیز — تا بود بر خوان حوراں دیو نیز
ہم کو آساں اور اس کی ہے خوشی — خوان پر حوروں کے ہو اک دیو بھی

عبرت جانش شود آں تخت ناز — ہمچو دلق و چارقے پیش ایاز[۱]
عبرت اُس کو ہوگا پھر یہ تخت ناز — جیسے دلق اور جوتیاں پیش ایاز

تا بداند در چہ بود آں مبتلا — از کجاہا در رسید او تا کجا
تا کہ جانے کس میں تھی وہ مبتلا — تھی کہاں اور ہے کہاں رونق فزا

خاک را و نطفہ را و مضغہ را — پیش چشم ما ہمے دارد خدا
خاک نطفہ گوشت سب کو اے فتا — ہے ہمارے سامنے حق نے رکھا

[۱] یعنی جس طرح ایاز محمود غزنوی کا محبوب ہو کر بھی اپنی پرانی گدڑی اور جوتیوں کو سامنے رکھ کر عبرت حاصل کیا کرتا تھا، اسی طرح بلقیس کو بھی یہاں اس تخت کی موجودگی سے اپنی پہلی حالت پر عبرت ہوگی +

کہ کجا آوردمت اے بدنیت	کہ ازاں آید ہمے خفر یقیت
ہیں کہاں سے لایا تجھ کو بدنیت	اے گرانی تجھ کو ہوتی ہے بہت
تو بداں عاشق بدی در دور آں	منکر ایں فضل بودی آں زماں
اس زمانے میں تو عاشق ان پہ تھا	اور منکر تھا ہمارے فضل کا
ایں کرم چوں دفع آں انکار تست	کہ میان خاک میکردی نخست
یہ کرم ہے دفع اس انکار کا	رہ کے مطابق خاک جو تو نے کیا
حجت انکار شد انشار تو	از دوا بدتر شد ایں بیمار تو
حجت انکار سے ہے یہ تیری	بڑھ گیا دارو سے دکھ تجھ اور بھی
خاک را تصویر ایں کار از کجا	نطفہ را خصمی و انکار از کجا
خاک کی صورت میں ہو انکار کیا	نطفہ کا مالک پریشاں کیوں ہوا
چوں بر آں دم بیدل و بے سر بدی	فکرت و انکار را منکر بدی
جبکہ اس دم بیدل و بے سر تھا تو	فکر اور انکار سے منکر تھا تو
از جمادی چونکہ انکارت برست	ہم ازیں انکار حشرت شد درست
جب جمادی سے رہا انکار تھا	حشر اس انکار سے ثابت ہوا
پس مثال تو چو آں حلقہ زنیست	کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
تو ہے ایسا دیں جو دستک بالیقیں	مالک اندر سے کہے ۔ مالک نہیں
حلقہ زن زیں نیز دریابد کہ ہست	پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
کھٹکھٹانے والا جب واقف ہوا	کھٹکھٹانے سے وہ کیوں لے ہاتھ اٹھا
پس ہم انکارت مبین می کند	کز جماد او حشر صد فن می کند
پس یہ روشن ہے تیرے انکار سے	حشر وہ سو سو جمادی سے کرے
چند صنعت رفت اے انکار تا	آب و گل انکار زاد از ہل اتیٰ[1]
صنعتوں میں آب و گل تک تو رہا	ہل اتیٰ سے پھر تو منکر ہو گیا

[1] قولہ تعالیٰ ہل اتیٰ علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا یعنی کیا انسان پر وہ وقت نہ آیا تھا کہ اس

آب و گل می‌گفت خود انکار نیست ‖ بانگ می‌زد بے خبر کاخبار نیست

آب و گل کو خود نہیں انکار کچھ ‖ کہہ رہی ہے یہ نہیں اخبار کچھ[1]

پس بگویم شرحِ ایں را صد طریق ‖ لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق

سو طرح سے میں کروں اس کو بیاں ‖ لغزشِ خاطر کا لیکن ہے گماں

شرح آنرا لب ببستم ای کیا ‖ بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا

شرح سے اس کی خموشی ہے روا ‖ یوں سبا سے تخت اڑا بلقیس کا

حضرت سلیمانؑ کا تختِ بلقیس کو منگانا

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں ‖ تختِ او را حاضر آرید ایں زماں

پس سلیمانؑ نے یہ لشکر سے کہا ‖ تخت یاں حاضر کرو بلقیس کا

گفت عفریتے کہ تختش را بفن ‖ حاضر آرم تا تو زیں بیروں شدن

بولا اک جن لاؤں گر حکم آپ دیں ‖ آپ باہر آئیں، اتنی دیر میں[2]

گفت آصف من باسمِ اعظمش ‖ حاضر آرم پیشِ تو در یکدمش

بولا آصف[3] اسمِ اعظم سے ابھی ‖ تخت لاتا ہوں یہاں میں اے نبیؑ

گرچہ عفریت اوستادِ سحر بود ‖ لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود

گرچہ وہ جن سحر میں استاد تھا ‖ دم سے آصف کے مگر تخت آگیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں ‖ لیک ز آصف نز فنِ عفریتیاں

تختِ بلقیس آگیا فوراً وہاں ‖ لایا آصف، جن نہ لائے بیگماں

[1] یعنی یہ اخبار نہیں جن میں جھوٹی سچی خبریں ہوں۔ [2] یعنی اتنی دیر میں کہ آپ اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائیں۔ مطلب یہ ہے کہ بہت جلد۔ [3] آصفؑ ہی شخص ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے کہ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک یعنی اس شخص نے جس کے پاس علمِ کتاب تھا کہا کہ میں اس کو لاتا ہوں اس سے پہلے کہ تم پلک جھپکاؤ۔

گفت حمد الله بریں و صد چنیں ... که بدیدستم ز رب العالمین

شکر خالق کا سلیمانؑ نے کیا ... اس پہ جو دیکھا تھا لطفِ کبریا

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت ... گفت آرے گول گیری اے درخت

تخت پر ڈالی نظر اور یوں کہا ... پھانسنے والا ہے تو نادان کا

پیش چوب و سنگ چوں نقشے کنند ... اے بسا گولاں که سرہا مے نہند

نقش خود کرتے ہیں چوب و سنگ پر ... اُس کے آگے خود جھکا دیتے ہیں سر

ساجد و مسجود از جاں بے خبر ... دیدہ از جاں جنبشے و اندک اثر

ساجد و مسجود جاں سے بے خبر ... جنبشِ جاں کا بھی کچھ دیکھا اثر؟

دیدہ ور وقتے که شد حیران و دنگ ... که سخن گفت و اشارت کرد سنگ

دیکھا اُس دم جبکہ تھے حیران و دنگ ... بات کرتا ہے اشارے کر کے سنگ

نرد خدمت را چو نا موضع بباخت ... شیر سنگی را شقی شیرے شناخت

کھیل کھیلے بے محل وہ بے خبر ... شیر کو پتھر کے جانا شیرِ نر

از کرم شیرِ حقیقی کرد جود ... استخوانے سوئے سگ انداخت زود

پھر کرم شیرِ حقیقت نے کیا ... ہڈی اک کتے کو بھی کر دی عطا

گفت گرچه نیست آں سگ بر قوام ... لیک ما را استخواں لطفیست عام

اور کہا گو ہے یہ کتا بد قوام ... ہڈیاں دیتا ہے میرا لطفِ عام

حضرت حلیمہ رض کا قصہ

قصه را از حلیمه رض گو مست ... تا زداید داستان او غمت

سن حلیمہ رض کا کہوں قصہ ذرا ... تا وہ قصہ تیرے غم کو دے بھلا

مصطفیٰ را چوں ز شیر او باز کرد ... بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد

جب چھڑایا دودھ اُس محبوبؐ کا ... ہاتھ پر پھولوں کی صورت رکھ لیا

میگریزانیدش از ہر نیک و بد ۔۔ تا سپارد آں شہنشہ را بجد
نیک و بد سے تھیں بچاتی ماہ کو ۔۔ تا سپرد جد کریں اُس شاہ کو

چوں ہمے آورد امانت را زبیم ۔۔ شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم
جب امانت لیکے ڈرتی آگئیں ۔۔ اور حطیم[1] کعبہ میں داخل ہوئیں

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم ۔۔ تافت بر تو آفتابے بس عظیم
یہ سنی آواز انہوں نے اے حطیم ۔۔ تجھ پہ چمکا ایک خورشید عظیم

اے حطیم امروز آید بر تو زُود ۔۔ صد ہزاراں نور از خورشید جود
اے حطیم آج آئیں گے تیرے لیئے ۔۔ نور لاکھوں آفتاب جود کے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت ۔۔ محتشم شاہے کہ پیک اوست بخت
اے حطیم آج اس جگہ ہے جلوہ گر ۔۔ شاہ وہ اقبال جس کا نامہ بر

اے حطیم امروز بیشک از نوی ۔۔ منزل جانہائے بالائی شوی
اے حطیم آج ایسی پائے تازگی ۔۔ عالم بالا ہو ہر منزل تری

جانِ پاکاں طلب طلب و جوق جوق ۔۔ آیدت از ہر نواحی مست شوق
پاک روحیں فوج فوج اور جوق جوق ۔۔ ہر طرف سے آئیں ہو کر مست شوق

گشتہ حیراں آں حلیمہؓ زاں صدا ۔۔ نے کسے در پیش نے سوئے قفا
دنگ تھیں سنکر حلیمہؓ یہ صدا ۔۔ سامنے کوئی نہ پیچھے کوئی تھا

شش جہت خالی ز صورت وین ندا ۔۔ شد پیاپے آں ندا را جاں فدا
شش جہت صورت سے خالی اور ندا ۔۔ آتی تھی پیہم ہو جان اُس پر فدا

مصطفےٰ صلعم را بر زمیں بنہاد او ۔۔ تا کند آں بانگِ خوش را جستجو
مصطفیٰ صلعم کو تو دیا اک جا بٹھا ۔۔ تا کہ اس آواز کو ڈھونڈیں ذرا

[1] حطیم کعبہ میں جانب مغرب ایک بیرونی دیوار ہے جہاں کعبہ کا حوض بنا ہوا ہے +

چشم می انداخت آن دم سو بسو ۔۔۔ کہ کجا است آن شہ اسرار گو

ہر طرف جویا ہوئی ان کی نظر ۔۔۔ راز کہنے والا ہے آخر کدھر

کاینچنیں بانگ بلند از چپ و راست ۔۔۔ می رسد یا رب رسانندہ کجاست

دائیں بائیں سے جو آتی ہے صدا ۔۔۔ کون ہے یا رب یہ ایسا خوش نوا

چوں ندید او خیرہ و نومید شد ۔۔۔ جسم لرزاں ہمچو شاخ بید شد

ہو گئیں نومید کچھ آیا نہ بن ۔۔۔ بید کی صورت ہوا لرزاں بدن

باز آمد سوئے آں طفل رشید ۔۔۔ مصطفیٰ را در مکان خود ندید

لوٹ کر جب بچے کی جانب گئیں ۔۔۔ مصطفیٰ کو اس جگہ دیکھا نہیں

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش ۔۔۔ گشت بس تاریک از غم منزلش

اور حیرت میں ہوئی حیرت سوا ۔۔۔ غم سے دل تاریک ان کا ہو گیا

سوئے منزلہا دوید و بانگ داشت ۔۔۔ کہ کہ بر دردانۂ من غارت گماشت

منزلوں دوڑی یہی دیتی صدا ۔۔۔ آہ لوٹا کس نے دُر دانہ مرا

مکیاں گفتند ما را علم نیست ۔۔۔ ما ندانستیم کاں بچہ کو کیست

کہہ سکے کچھ بھی خبر ہم کو کہاں ۔۔۔ ہم نہ جانیں کوئی بچہ تھا یہاں

ریخت چنداں اشک و کرد او بس فغاں ۔۔۔ کہ ازو گریاں شدند آں مکیاں

اس قدر کرتی تھیں وہ آہ و فغاں ۔۔۔ مکہ والے اُن پہ تھے گریہ کناں

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش ۔۔۔ کاختراں گریاں شدند از گریہ اش

روتی تھیں ہر بار سینہ کوٹ کر ۔۔۔ روتے تھے اس غم سے تارے چرخ پر

بوڑھے رہنما کی حکایت

پیر مردے پیشش آمد با عصا ۔۔۔ کاے حلیمہ چہ فتاد آخر ترا

آیا اک بڈھا لئے اپنا عصا ۔۔۔ پوچھا کیا ہے اے حلیمہ ماجرا

کاتشیں آتش زدل افروختی | وین جگرہا را ز ماتم سوختی

آگ کیوں دل میں ہے یہ بھڑکی ہوئی | ہے جگر میں آگ کس کے سوگ کی

گفت احمد را بشیرم معتمد | پس بیاوردم کہ بسپارم بجد

بولیں لپنے مصطفیٰ ص کی دائی ہوں | ان کے گھر پہنچانے ان کو لائی ہوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا | میرسید و مے شنیدم از ہوا

جب حطیم آیا - صدائیں بارہا | آتی تھیں میں سن رہی تھی برملا

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا | طفل را بنہادم آنجا زاں صدا

جب ہوا سے میں نے آوازیں سنیں | بچے کو بٹھلا کے بالائے زمیں

تا ببینم ایں صدا آواز کیست | کہ ندائے بس لطیف و بس شہیست

میں گئی دیکھوں یہ کس کی ہے صدا | ایسی دلکش اور لطیف ایسی ندا

نز کسے دیدم بگرد خود نشان | نہ ندا مے منقطع شد یک زماں

پر نہ آتا تھا نظر مجھکو کوئی | بند ہوتی تھی نہ آواز اک گھڑی

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل | طفل را آنجا ندیدم وائے دل

ہو گئے حیراں جبکہ میں واپس ہوئی | بچے کو اس جا نہ پایا وا قلبی

گفتش اے فرزند تو اندہ مدار | کہ نمایم من ترا یک شہریار

پیر بولا غم نہ کر جانے بھی دے | میں ملاتا ہوں تجھے اک شاہ سے

کو بگوید گر بخواہد حال طفل | او بداند منزل و ترحال طفل

حال کہہ دیگا وہ سارا طفل کا | جانتا ہے وہ کہاں بچہ گیا

پس حلیمہ گفت اے جانم فدا | مر ترا اے شیخ خوب و خوش ندا

پس حلیمہ بولیں تجھ پر جاں نثار | ہے تری آواز میں دل کا قرار

ہیں مرا بنمائے آں شاہِ نظر | کش بود از حال طفل من خبر

پاس اس سلطان کے لے چل جلد تر | میرے بچے کی سے ہو کچھ خبر

برد او را پیش عزّیٰ کایں صنم ۔۔ ہست در اخبارِ غیبی مغتنم

پیش عزّیٰ لے گیا۔ ہاں یہ صنم ۔۔ غیب کی خبروں میں ہے بس مغتنم

ما ہزاراں گم شدہ زو یافتیم ۔۔ چوں بخدمت سوئے او بشتافتیم

گم شدہ اس سے ہزاروں ہی ملے ۔۔ جب ہم اس کے پاس آئے دوڑ کے

پیر کرد او را سجود و گفت زود ۔۔ اے خداوند عرب وے بحرِ جود

سجدہ کر کے اس کو بڈھے نے کہا ۔۔ اے خداوند عرب بحرِ عطا

گفت اے عزّیٰ تو بس اکرامہا ۔۔ کردۂ تا رستہ ایم از دامہا

ہیں بہت اکرام اے عزّیٰ ترے ۔۔ تو نے ہم کو ہے چھڑایا دام سے

بر عرب حقّ است از اکرامِ تو ۔۔ فرض گشتہ تا عرب شد رامِ تو

ہے عرب پر حق ترے اکرام کا ۔۔ رام ہے ملک عرب سارا ترا

ایں حلیمہ سعدی از امیدِ تو ۔۔ آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو

یہ حلیمہ رضؓ سعدیہ کر کے امید ۔۔ آئی ہے سائے میں ترے اے سعید

کہ ازو فرزند طفلے گم شدہ است ۔۔ نام آں کودک محمدؐ آمدہ است

کھو گیا ہے اس کا اک بچہ کہیں ۔۔ نام ہے جس کا محمدؐ بالیقیں

چوں محمدؐ گفت آں جملہ بتاں ۔۔ سرنگوں گشتند ساجد آں زماں

جب کہا اس نے محمدؐ رعب سے ۔۔ جتنے تھے بت سجدے میں سب گر پڑے

کہ برو اے پیر ایں چہ جستجوست ۔۔ آں محمدؐ را کہ عزلِ ما ازوست

اور کہا اس کو نہ ڈھونڈ اے پیر جا ۔۔ وہ محمدؐ، جو ہے ہم سب کی فنا

ما نگون و سنگسار آئیم ازو ۔۔ ما کساد و بے عیار آئیم ازو

ہم تو اس سے ہیں نگوں اور سنگسار ۔۔ کر دیا ہے اس نے کھوٹا اور خوار

آں خیالاتے کہ دید اندر زما ۔۔ وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا

وہ خیالات اور اشارے وہم کے ۔۔ دیکھے جو فترت[1] میں اہلِ حرص نے

[1] دو پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ +

گم شود چوں بارگاه او رسید — آب آمد مر تیمم را درید
گم ہوئے جب عہد اس کا آگیا — پانی جب آیا تیمم کب رہا

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز — ہین ز رشک احمدی ما را مسوز
آگ فتنے کی نہ اے بوڑھے لگا — رشک احمد سے نہ یوں ہم کو جلا

دور شو بہر خدا اے پیر تو — تا نسوزی ز آتش تقدیر تو
دور ہو بڈھے خدا کے واسطے — یوں نہ جھلسا آتش تقدیر سے

ایں چہ دم اژدہا افشردن است — ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
اژدہے کی دم دباتا ہے مگر — کیا خبر تجھ کو ہے کیسی خبر

زیں خبر خوں شد دل دریا و کاں — زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
خون اس سے ہے دل دریا و کاں — اس خبر سے کانپ اٹھے سات آسماں

چوں شنید از سنگہا پیر ایں سخن — پس عصا انداخت آں پیر کہن
بڈھے نے پتھر کی جب باتیں سنیں — خوف سے اپنا عصا پھینکا وہیں

پس ز لرز و خوف و بیم آں ندے — پیر دندانہا بہم بر میزدے
خوف سے آواز کے لرزے پڑے — دانت مرد پیر کے بجنے لگے

ہمچناں کاندر زمستاں مرد عور — او ہمے لرزید و میگفت اے ثبور
جس طرح سردی میں کوئی برہنہ — کانپ کر کہنے لگے لو ہیں مرا

چوں دراں حالت بدید آں پیر را — پاؤ سر گم کردن تدبیر را
جبکہ اس حالت میں دیکھا پیر کو — سعد یہ بھولیں ہر اک تدبیر کو

گفت پیرا گرچہ من در محنتم — حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
بولی اے بڈھے میں خود الجھن میں تھی — اور بھی حیرت میں حیرت بڑھ گئی

ساعتے بادم خطیبی میکند — ساعتے سنگم ادیبی میکند
ہے کبھی موج ہوا میری خطیب — اور کبھی بنتے ہیں یہ پتھر ادیب

باد با حرفم سخنها مید ہد　　سنگ و کوہم فہم اشیا مید ہد

مجھ سے کچھ کرتی ہے باتیں یہ ہوا　　اور اشیا سے کریں سنگ ہم آشنا

گاہ طفلم را ربودہ غیبیاں　　غیبیان سبزپوش آسماں

غیب والے لے گئے بچہ مرا　　آسماں کے سبز پوش ایسے حسرتا

از کہ نالم با کہ گویم این گلہ　　من شدم سودائی اکنون صد دلہ

کس سے روؤں اور کروں کس سے گلہ　　ہیں ہوئی سودائی وحشت سے سوا

غیرتش از شرح غیبم لب ببست　　اینقدر گویم کہ طفلم گم شدست

لب مرے ہیں بند شرح غیب سے　　کھو گیا بچہ یہ ہیں نالے مرے

گر بگویم چیز دیگر من کنوں　　خلق بندندم بزنجیر جنوں

بھید کی گر بات میں کوئی کہوں　　لوگ ابھی پہنائیں زنجیر جنوں

گفت پیرش کای حلیمہ رض شاد باش　　سجدۂ شکر آر و را کم خراش

بولا بڈھا اسے حلیمہ رض شاد ہو　　شکر کر غم سے نہ یوں برباد ہو

غم مخور یاوہ نگردد او ز تو　　بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

غم نہ کر تجھ سے وہ ہوگا گم کہاں　　بلکہ اس میں ہوگا گم سارا جہاں

ہر زمانش از رشک غیرت پیش و پس　　صد ہزاراں پاسبانست و حرس

رشک و غیرت سے ہیں ہر دم ہر زماں　　آگے پیچھے اس کے لاکھوں پاسباں

آن ندیدی کان بتان ذو فنوں　　چوں شدند از نام طفلت سرنگوں

کیا نہ دیکھا یہ بتان ذو فنوں　　نام سے اس کے ہوئے سب سرنگوں

این عجب قرنیست بر روئے زمیں　　پیر گشتم من ندیدم جنس این

یہ نہیں پہلا زمانہ ہے نیا　　ایسا کب دیکھا ہیں بوڑھا ہو گیا

زین رسالت سنگہا چوں نالہ داشت　　تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت

اس رسالت سے ہیں پتھر نوحہ خواں　　کیا گنہگاروں پہ ہونگی سختیاں

سنگ بیجرم است در معبودیش	تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش
بُت جو ہیں معبود ہو کر بے خطا	تو نہیں مضطر کہ بندہ ہے بنا
آنکہ مضطر را چنیں ترساں شدست	تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست
جبکہ مضطر اس قدر ہے خوف میں	جانے کیا مجرم پہ آئیں آفتیں

عبد المطلب کو حضورؐ کے گم ہونے کی خبر ہونا

چوں خبر یابید جدّ مصطفیٰ	از حلیمہؓ وز فغانش بر ملا
جب ہوئے آگاہ جدّ مصطفیٰؐ	یوں حلیمہؓ کی فغاں سے بر ملا
وز چناں بانگ بلند و نعرہ ہا	کہ بمیلے میرسید از وے صدا
وہ بلند آوازہ وہ شور و بکا	جاتی تھی اک میل تک جس کی صدا
زود عبد المطلب دانست چیست	دست بر سینہ ہمی زد می گریست
سمجھے عبد المطلب یہ ماجرا	سینہ کوٹا اور روئے باوفا
آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز	کاے خبیر از سرّ شب وز راز روز
کعبہ کے در پہ وہ آئے غم نشاں	اور کہا اے روز و شب کے رازداں
خویشتن را مے نبینم من فنے	تا بود ہمراز تو ہمچوں منے
کوئی فن پاتا نہیں اپنے میں جو	مجھ سا اِک بندہ ترا ہمراز ہو
خویشتن را من نمے بینم ہنر	تا شوم مقبول ایں مسعود در
ایسا بھی مجھ میں نہیں کوئی ہنر	تا قبول اس سے کرے کعبہ کا در
یا سر و سجدہ مرا قدرے بود	یا باشکم دولتے خنداں شود
یا مرے سجدے کی سر کی قدر کر	یا ہنسا مجھ کو کہ ہوں با چشم تر
لیک در سیمائے آں دُرِّ یتیم	دیدہ ام آثار لطفت اے کریم
اس کے سیما اس کی جبیں میں ہیں کھلے	دیکھے ہیں آثار تیرے لطف کے

گر نہاند بما گرچہ ز ماست ۔ ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست

ہم سے ہے ملتا نہیں ہم میں مگر ۔ ہم ہیں مس اور کیمیا خیر البشرؐ

آں عجایبہا کہ من دیدم برو ۔ من ندیدم بر ولی و بر عدو

وہ عجب باتیں جو اس میں دیکھ لیں ۔ دوست دشمن میں نہیں دیکھیں کہیں

آنچہ فضل تو دریں طفلیش داد ۔ کس نشاں ندہد بصد سال جہاد

تو نے جو کچھ اس کو طفلی میں دیا ۔ سو برس میں بھی نہ اوروں کو ملا

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو ۔ بروے آں دُریست از دریائے تو

جب ہیں اپنے لطف اس کے حال پر ۔ تیرے ہی دریا کا ہے وہ اک گہر

من ہمو را می شفیع آرم بتو ۔ حال او اے حالداں با من بگو

واسطہ اُس کا میں دیتا ہوں تجھے ۔ حال اس کا کچھ بتا یا رب مجھے

از درونِ کعبہ آمد بانگ زو ۔ کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمود

اندرونِ کعبہ سے آئی ندا ۔ تو ابھی دیکھے گا رُوئے مصطفیؐ

با دو صد اقبال او محظوظ ماست ۔ با دو صد طلب ملک محفوظ ماست

سینکڑوں اقبال سے محظوظ ہے ۔ وہ فرشتوں میں بہت محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کنیم ۔ باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم

ظاہر اُس کا شہرۂ دوراں کریں ۔ باطن اُس کا سب سے ہم پنہاں کریں

زرّ کانست آب و گل ما زرگریم ۔ گہ کنش خلخال و گہ خاتم بریم

آب و گل سونا ہے اور زرگر ہیں ہم ۔ خاتم اور پازیب گڑھتے ہیں ہم

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم ۔ گاہ بند گردن شیرش کنیم

تیغ کی اس کو حمائل گہ بنائیں ۔ شیر پر اُس کو کبھی غلبہ دلائیں

گہ ترنج تخت برسازیم ازو ۔ گاہ تاج فرقہائے ملک جو

گہ ترنج تخت ہم اُس کو کریں ۔ گاہ تاج اور سر پہ شاہوں کے رکھیں

عشقہا داریم با ایں خاک ما — زانکہ افتادست در قعدہ رضا

ہم کو ہے اس خاک سے الفت بڑی — کیونکہ یہ راہ رضا میں ہے پڑی

گہ چنیں شاہے ازو پیدا کنیم — گہ ہمو را پیش شہ شیدا کنیم

اس سے ہم سلطاں کبھی پیدا کریں — پیش شہ اس کو کبھی شیدا کریں

صد ہزاراں عاشق و معشوق ازو — در فغان و در نفیر و جستجو

لاکھوں معشوق اس سے اور عاشق بنے — جو فغان و جستجو میں ہیں پڑے

کار ما اینست بر کوری آں — کہ بکار ما ندارد میل جاں

یہ ہے صنعت، اس پہ حسرت ہے مگر — جو نہیں راغب ہمارے کام پر

ایں فضیلت خاک را زاں رو دہیم — زانکہ نعمت پیش بیبرگاں نہیم

یہ فضیلت خاک کو دیتے ہیں ہم — ہے ہمارا بے نواؤں پر کرم

زانکہ دارد خاک شکل اغبری — وز درون دارد صفات انوری

کیونکہ صورت خاک کی ہے پُر غبار — اور ہیں اندر صفات نور بار

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ — باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ

ظاہر و باطن میں ہے جنگ اس قدر — ظاہر اس کا سنگ ہے، باطن گہر

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس — باطنش گوید نکو بیں پیش و پس

کہتا ہے ظاہر کہ ہم تو یہ ہیں بس — کہتا ہے باطن، نظر کر پیش و پس

ظاہرش منکر کہ باطن ہیچ نیست — باطنش گوید کہ بنمائیم بیست

بولے ظاہر کچھ نہیں باطن — مگر — کہتا ہے باطن، دکھاتا ہوں ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند — لاجرم زیں صبر نصرت میکشند

ظاہر و باطن میں ہے جنگ و جدل — صبر سے پاتے ہیں دونوں نیک پھل

زیں ترش رو خاک صورتہا کنیم — خندۂ پنہانش را پیدا کنیم

خاک سے صورت کو دیں نقش و نگار — خندۂ پنہاں کو کر دیں آشکار

زانکه ظاہر خاک اندوه و بکاست — در درونش صد ہزاراں خندہاست

ظاہر اہے خاک اندوہ و دکھ کا — خندے باطن میں ہیں لاکھوں رونما

کاشف السریم و کار ما ہمیں — کاین نہانہا را بر آریم از زمیں

بھید ظاہر کرتے ہیں ہم بے گماں — لاتے ہیں باہر جو زمیں میں ہیں نہاں

گرچہ دزد از منکری دم میزند — شحنہ آں از عصر پیدا میکند

چور چوری سے جو ہو منکر تو کیا — شحنہ کرکے شکنجہ لے سب پتا

فضلہا دزدیدہ اند ایں خاکہا — ما بیفشاریمشاں از ابتلا

خاک نے فضلے لئے ہیں سب چرا — ہم اگلواتے ہیں کرکے مبتلا

پس عجب فرزند کو را بودہ است — لیک احمد بر ہمہ افزودہ است

ایک اک فرزند عجب اس کو ملا — لیکن احمد ان سبھوں سے بڑھ گیا

شد زمین و آسماں خنداں و شاد — کاینچنیں شاہے ز ما دو جفت زاد

شاد و خنداں ہیں زمین و آسماں — ہم سے یہ پیدا ہوا سلطان جہاں

میشگافد آسماں از شادیش — خاک چوں سوسن شدہ از آزادیش

ہے پھٹا جاتا خوشی سے آسماں — خاک سوسن کی طرح سے شادماں

ظاہرت با باطنت اے خاک خوش — چونکہ در جنگند و اندر کشمکش

ظاہر و باطن ہے خوشتر خاک کا — کشمکش میں ہیں یہ دونوں مبتلا

ہر کہ با خود بہر حق باشد بجنگ — تا شود معنیش خصم بو و رنگ

بہر حق اپنے سے جو ہو جنگ جو — اس کا باطن ہو عدوئے رنگ و بو

ظلمتش با نور او شد در قتال — آفتاب جانش را نبود زوال

قتل اس کی ظلمتیں ہوں نور سے — آفتاب جاں نہ گہنائے ہیں پڑے

ہر کہ کوشد بہر ما در امتحاں — پشت زیر پاش آرد آسماں

جو ہمارے واسطے دے امتحاں — پیٹھ زیر پا جھکا دے آسماں

ظاہرش از تیرگی افغاں کناں | باطن او گلستاں در گلستاں
ظاہر اس کا تیرگی سے نوحہ خواں | باطن اس کا گلستاں در گلستاں

قاصدا چوں صوفیاں روترش | تا نیامیزد باہر نور کشش
ہیں ترش رو مثل صوفی بالیقیں | نور کشش اُن سے نہ مل جائیں کہیں

عارفاں روترش چوں خار پشت | عیش پنہاں کردہ در خار درشت
روترش ہیں عارف ہیں سیہی کی مثال | کانٹوں میں رکھتے ہیں پنہاں عیش حال

باغ پنہاں کردہ گل از خار فاش | کاے عدو دور از زیں دور باش
باغ میں پنہاں ہیں گل اور خار فاش | دشمن گل سے ہیں کہتے دور باش

خار پشتا خار حارس کردۂ | سر چو صوفی در گریباں بردۂ
تو ہے سیہی، خار تیرے پاسباں | مثل صوفی سر گریباں میں نہاں

تاکسے درجا روانگہ عیش تو | کم نشود زیں گلرخان خار تو
تاکہ اس تیرے جہان عیش سے | خار خود کوئی نہ گل جاتا رہے

طفل تو گرچہ کہ کودک خو بداست | ہر دو عالم خود طفیل او بداست
تیرا بچہ گو ہے بچہ سے گماں | ہیں طفیل اس کے مگر دونوں جہاں

ما جہانے را باو زندہ کنیم | چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
ہم جہاں کو اس سے دینگے زندگی | اور فلک اس کی کریگا بندگی

مقام حضور کے متعلق عبد المطلب کا پتہ پوچھنا

گفت عبد المطلب کیں دم کجاست | اے علیم السر نشاں دہ راہ راست
بولے عبد المطلب ہے اب کہاں | اے علیم راز ہے اس کا نشاں

از درون کعبہ آوازش رسید | گفت اے جویندہ طفل رشید
آئی پھر کعبہ کے اندر سے صدا | ایکہ تو جویا ہے طفل پاک کا

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں　　با تو زاں شاہ جہاں باہم نشاں

بولا ہاتف غم نہ کر ہو شادماں　　ہم تجھے اُس شاہ کا دینگے نشاں

در فلاں وادیست زیر آں درخت　　پس رواں شد زود پیر نیکبخت

ہے فلاں وادی میں نیچے پیڑ کے　　پس وہ اُس جانب روانہ ہو گئے

در رکاب او امیران قریش　　زانکہ جدش بود زاعیان قریش

ساتھ تھے سب اُن کے اعیان قریش　　تھے وہ سردار رئیسان قریش

تا بہ پشت آدمؑ اسلافش ہمہ　　مہتران رزم و بزم و ملحمہ

اُن کے سب اسلاف آدمؑ تک یہاں　　گذرے رزم و بزم کے سردار ہاں

ایں نسب خود قشر او را بودہ است　　کز شہنشاہان مہ پالودہ است

یہ نسب خود پوست تھا اُن کے لئے　　بادشاہوں نے کیا تھا صاف اُسے

مغز او خود از نسب دورست و پاک　　نیست جنسش از سماک کس تا سماک

مغز اُس کا ہے نسب سے صاف و پاک　　کون مثل اُن کا سماک سے تا سماک

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود　　خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود

نورِ حق کی کون ڈھونڈے زاد و بود　　خلعتِ حق ہے نیاز تار و پود

کمتریں خلعت کہ بدہد در ثواب　　بر فزاید بر طراز آفتاب

کمتریں خلعت جو کرتا ہے عطا　　دیتا ہے سورج سے بھی رتبہ بڑھا

حضرت سلیمانؑ و بلقیسؑ کا باقی قصہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں　　بر لب دریائے یزداں دُر بچیں

دیکھ یہ ملک اُٹھ کے اے بلقیسؑ آ　　چُن کہ یہ ہے گوہرِ دریائے خدا

خواہرانت ساکن چرخ سنی　　تو بمردارے چہ سلطانی کنی

تیری بہنیں چرخ پر ہیں جلوہ گر　　ہے حکومت تیری کیوں مُردار پر

خیز بلقیسا بیا دولت نگر	جاوداں از دولتہا بر بخور
اٹھ کے آ بلقیس دولت ہے یہاں	پھل اٹھا اس مال و زر سے جاوداں
خواہرانت را ز بخششہا و داد	ہیچ میدانی کہ آں سلطاں چہ داد
تیری بہنوں پر ہوئی کیسی عطا	کچھ خبر ہے کیا خدا نے دیدیا
خیز بلقیسا در آ در بحر جود	ہر شے بردار بے سرمایہ سود
جود کے دریا تک اے بلقیس آ	اور بے سرمایہ کے پا فائدا
خواہرانت جملہ در عیش و طرب	بر تو چوں خوش گشت ایں رنج و تعب
تیری بہنوں کو ملا عیش و طرب	کیوں گوارا ہے تجھے رنج و تعب
خیز بلقیسا سعادت یار شو	وز ہمہ ملک سبا بیزار شو
آ یہاں بلقیس نیک اطوار ہو	اور سبا کے ملک سے بیزار ہو
تو ز شادی چوں گدائے طبل زن	کہ منم شاہ و رئیس کو لخن
طبل زن شادی سے ہے مثل گدا	یعنی ہیں گھورے کی ہوں فرماں روا
آں سگے در کو گدائے کور دید	حملہ مے آورد و دلقش میکشید
تو وہ سگ ہے جو گدائے کور پر	حملہ ور ہوتا ہے گدڑی کھینچ کر
کور گفتش آخر آں یاران تو	بر کنند ایں دم شکار و صید جو
کور کہتا ہے کہ آخر تیرے یار	جنگلوں میں کرتے پھرتے ہیں شکار
قوم تو در کوہ مے گیرند گور	درمیان کوے میگیری تو کور
قوم تیری ہے پکڑتی گورخر	حملہ ور تو ہے گلی میں اندھے پر

آدمی کا دنیا اور اُس کی حرص پر قانع ہونا

گفتہ ایم ایں را و لے بار دگر	شد مکرر بہر تاکید نظر
کہہ چکے ہیں ہم و لے بار دگر	کہتے ہیں پھر بہر تاکید نظر

ترک این تزویر گو شیخ نفور　　آب شوری جمع کرده چند کور
چھوڑ مکاری کو اے شیخ نفور　　جمع کیوں اندھے کئے اور آب شور

کاین مریدان من و من آب شور　　می‌خورند از من همه گردند کور
کہ رہا ہے میرے چیلے آب شور　　مجھ سے لے کر پیتے ہیں ہو رہتے ہیں کور

آب خوش شیرین کن از بحر لدن　　آب بد را دام این کوران مکن
پانی کر بحر لدن سے خوش گوار　　آب بد سے سب کو کر دے رستگار

خیز شیران خدا بین گورگیر　　تو چو سگ چونی بزرقے گورگیر
دیکھ شیران خدا ہیں گورگیر[1]　　کر سے تو مثل سگ ہے گورگیر

گور چه از صید غیر و ست دور　　جمله شیر و شیرگیر و مست نور
گور صید غیر سے اور اس سے دور　　شیر سب ہیں شیر گیر اور مست نور

در نظاره صید و صیادی شه　　کرده ترک صید و مرده در وله
صید و صیادی شہ ہیں دیکھتے　　صید چھوڑ کے سب ہیں حیرت میں پڑے

همچو مرغ مرده شان بگرفته یار　　تا کند او جنس ایشان را شکار
خود ہیں مردہ سے کیا مردوں کو یار　　تا وہ اپنی جنس کو کر لیں شکار

مرده مرغ مضطر اندر وصل و بین　　خوانده القلب بین الاصبعین
مرغ مضطر وصل میں فرقت میں بھی　　دل ہے حق کی انگلیوں میں واقعی

مرغ مرده اش را هر آنکو شد شکار　　چون ببیند شد شکار شهریار
مرغ مردہ کا ہوا ہے جو شکار　　اصل میں وہ ہے شکار شہریار

هر که او زین مرغ مرده سر بتافت　　دست آن صیاد را هرگز نیافت
مرغ مردہ سے جو برگشتہ ہوا　　ہاتھ تک دیکھا نہ اس صیاد کا

[1] یعنی گورخر کو شکار کرنے والے۔

گو بیار او مسنگر مُرداریٔ من　　عشق شه بین در نگهداریٔ من

وہ یہ کہتا ہے نہ مرداری کو دیکھ　　عشق شہ کو اور نگہداری کو دیکھ

من نہ مردارم مرا شہ کشتہ است　　صورت من شبہ مردہ گشتہ است

ہیں نہیں مردار مارا شاہ نے　　ہیں نشاں مردے کے چہرے پر مرے

جنبشم زین پیش بود از بال و پر　　جنبشم اکنوں ز دست داوگر

میری جنبش پہلے بال و پر سے تھی　　اب خدا کے ہاتھ میں ہے واقعی

جنبش فانیم بیروں شد ز پوست　　جنبش باقیست اکنوں چوں از دوست

جنبش فانی ہوں میں بیرون پوست　　جنبش باقی ہے یہ اکرام دوست

ہر کہ کج جنبد بہ پیشش جنبشم　　گرچہ سیمرغ است زارش میکشم

جو مری جنبش کے آگے کج ہوا　　گو کہ تھا سیمرغ خوار اس کو کیا

ہین مرا مردہ مبیں گر زندۂ　　در کف شاہم نگر گر بندۂ

گر نہ مردہ مجھ کو زندہ ہے اگر　　دیکھ دست شہ میں بندہ ہے اگر

مردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم　　من بکف خالق عیسیٰؑ درم

مُردے کو عیسیٰؑ نے زندہ کردیا　　خالق عیسیٰؑ کا ہوں دست آشنا

کے بمانم مردہ در قبضۂ خدا　　بر کف عیسیٰؑ مدار این ہم روا

قبضۂ حق میں رہوں مُردہ میں کیا　　دست عیسیٰؑ پہ بھی مت رکھ یہ روا

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں　　از دم من او بماند جاودان

ہوں میں عیسیٰؑ بخشدونگا جس کو جان　　میرے دم سے وہ رہیگا جاودان

شد ز عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مُرد　　شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰؑ سپرد

زندہ عیسیٰؑ سے ہوا پھر مر گیا　　خوش وہ اس عیسیٰؑ کو جس نے دم دیا

من عصایم در کف موسائے خویش　　موسیم پنہان و من پیدا بہ پیش

ہاتھ میں ہوں اپنے موسیٰؑ کے عصا　　موسیٰؑ پنہاں اور میں ہوں ظاہرا

بر مسلماناں پل و دریا شوم	باز بر فرعون اژدرہا شوم
مسلموں پر ہیں پل دریا بنوں	اژدہا فرعون کے حق میں رہوں
ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں	کہ عصا بے کف حق نبود چنیں
اس عصا کو اے پسر تنہا نہ جان	بے کف حق تو اُسے ایسا نہ مان
موج طوفاں ہم عصا بد کوز درد	طنطنہ جادو پرستاں را بخورد
موج طوفاں بھی عصا تھی اے غیور	کھا گئی جادو پرستوں کا غرور
ہم عصا بد باد بر اعدائے ہودؑ	کہ برآورد از لقبۂ عاد دود
ہودؑ کے اعداء کو تھی آندھی عصا	اور قوم عاد کو جھلسا دیا
ہم عصائے بود پشہ در نبرد	کہ برآورد از سر نمرود گرد
ایک مچھر بن گیا تھا اک عصا	جس نے سر نمرود کا کاہے کیا
گر عصاہائے خدا را بشمرم	زرق ایں فرعونیاں را بردرم
گر عصاؤں کو خدا کے میں گنوں	مکر ان فرعونیوں کا توڑ دوں
لیک زیں شیریں گیاہ زہرمند	ترک کن تا چند روزے میچرند
ترک میٹھی گھاس زہریلی تو کر	چرنے دے کچھ دن انہیں تا ہو اثر
گر نباشد جاہ و فرعونی سری	از کجا یابد جہنم پروری
ہو نہ گر فرعونیت اور سروری	پھر کہاں سے ہو جہنم پروری
فربہش کن آنگہش کش[ل] اے قصاب	زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
اے قصائی کر کے فربہ اس کو مار	کتے دوزخ میں ہیں بھوکے بے شمار
گر نبودے خصم و دشمن در جہاں	پس بمردے خشم اندر مرداں
ہوتے دشمن گر نہ دنیا میں عیاں	غصہ کا ہوتا نہ لوگوں میں نشاں
دوزخ آں خشمست و خصمی بایدش	تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
غصہ ہی دوزخ ہے آمد دشمنی	تا جئے ورنہ مٹا دے رحم ہی

[ل] یعنی مار ڈالے +

در جہاں گر لطف بے قہرے بُدے — پس کمالِ پادشاہی کے شُدے

لطف گر بے قہر دنیا میں رہا — تو کمالِ بادشاہی کب ہوا

ریشخندی کردہ اند آں منکراں — بر مثلہا و بیانِ ذاکراں

منکروں نے تو اڑائی تھی ہنسی — ذاکروں کے ذکر اور انکار کی

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند — چند خواہی زیست اے مردار چند

تو بھی گر چاہے تو اب تضحیک کر — دہر میں کب تک جیئے گا تو مگر

شاد باشید اے محبّاں در نیاز — بر ہمیں در کایں شود امروز باز

شاد ہو جاؤ۔ اب اہلِ احتیاج — تم اسی در پر جو کھلنے کو ہے آج

ہر حوَیجے باشدش کردے دگر — درمیانِ باغ از سیر و کدر

ہر ضرورت کی ہے اک کیاری جدا — سے کہیں گاجر کہیں لہسن کا گٹھا

ہر یکے با جنسِ خود در کردِ خود — از برائے پختگی نم مے خورد

اپنی ہم جنسوں سے ہر شے ملیں وہ کم — پختگی کے واسطے کھاتی ہے نم

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں — باش آمیزش مکن با ضیمراں

زعفرانی ہے تو رہ۔ تو ہے زعفران — مل نہ جا کر نازبو سے لے جوال

آب میخور زعفرانا تا رسی — زعفرانی اندراں حلوا رسی

اپنی ہی کیاری کا تو پانی بھی پی — تا کہ شیرینی سے ہو بہرہ وری

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش — تا نگردد با تو او ہم طبع و کیش

گھر نہ تو شلغم کی کیاری میں بنا — ہم طبیعت وہ نہ ہو جب تک ترا

تو بکردے او بکردے مودعہ — زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ

تو ہے اپنی جا، تو وہ ہے اپنی جا — کیونکہ ہے از بس بڑا ملکِ خدا

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری ۔۔۔ در سفر گم میشود دیو و پری

اس زمیں کی خاص کر وسعت بڑی ۔۔۔ جس میں ہوں جاتے ہی گم دیو و پری

اندراں بحر و بیابان و جبال ۔۔۔ منقطع میگردد اوہام و خیال

ایسے دریا ایسے دشت ایسے جبال ۔۔۔ ٹکڑے ہو جائیں جہاں وہم و خیال

ایں بیاباں در بیاباں نہائے او ۔۔۔ ہمچو اندر بحر پر یک تار موٗ

یہ ہے اس صحرا کا اُس صحرا میں حال ۔۔۔ ہو گرے دریا میں جیسے ایک بال

آب استادہ کہ سیرش نہاں ۔۔۔ تازہ تر خوشتر ز جوہائے رواں

ہے کھڑا پانی ۔ ہے سیر اس کی نہاں ۔۔۔ تازہ و خوشتر، غیرتِ نہر رواں

کز درون خویش چون جان و رواں ۔۔۔ سیر پنہاں دارد و پائے رواں

ہمت باطن سے اپنی مثل جاں ۔۔۔ سیر پوشیدہ رکھے پاؤں رواں

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب ۔۔۔ اے خطیب ایں نقش را کم زن بر آب

سننے والا سو رہا ہے مت پکار ۔۔۔ اے خطیب اب نقش پانی پر نہ مار

حضرت سلیمانؑ اور بلقیسؑ

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز ۔۔۔ از خسیسان کساد افگن گریز

جلد آ بلقیسؑ ہے بازار تیز ۔۔۔ ان خسیسوں سے مناسب ہے گریز

خیز بلقیسا کنوں با اختیار ۔۔۔ پیش از انکہ مرگ آرد گیر و دار

آ کہ ہے اس وقت تک با اختیار ۔۔۔ پیشتر اس سے کہ آئے موت یار

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل ۔۔۔ در نگر شاہی و ملک بے خلل

جلد اٹھ بلقیس، آ پیش از اجل ۔۔۔ دیکھ یہ شاہی یہ ملک بے خلل

خیز بلقیسا بچارہ خود مناز ۔۔۔ اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز

کر نہ اے بلقیسؑ اس دولت پہ ناز ۔۔۔ مصلحت اس بارگہ میں ہے نیاز

خیز بلقیسا و ستہ با قضا | ورنہ مرگ آید کشد گوشت ترا

لڑ اجل سے یوں نہ اے بلقیس مان | لائیگی ورنہ پکڑ کر موت کان

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچناں | کہ چو دزد آئی بہ شحنہ مو کشاں

کان یوں پکڑیگی مرگ جاں شناس | مثل دزد آئیگی تو شحنہ کے پاس

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد | گر ہمے دزدی بیا و لعل دزد

نعل خر سے کیوں چرائے تو بھلا | چوری کرنی ہے تو لعل آکر چرا

خواہرانت یافتہ ملک خلود | تو گرفتہ ملکت کور و کبود

تیری بہنوں کا ہے دائم اقتدار | تو نے کی اندھی حکومت اختیار

اے خنک آں را کزیں ملکت بجست | کہ اجل ایں ملک را ویراں کنست

ہے مبارک نکلا جو اس ملک سے | پس اجل اس ملک کو ویراں کرے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں | ملکت شاہان و سلطانان دیں

آ تو اب بلقیس یہ شاہی بھی دیکھ | مملکت شاہان ملت کی بھی دیکھ

شستہ در باطن میان بوستاں | ظاہر اخارے میان دوستاں

فی الحقیقت ساکن گلزار ہیں | دوستوں میں وہ بظاہر خار ہیں

بوستاں با او رواں ہر جا رود | لیک آں از خلق پنہاں میشود

ساتھ ہیں اُن کے ہر اک جا بوستاں | دیدۂ خلقت سے لیکن ہیں نہاں

میوہ ہا لابہ کناں کز من بچر | آب حیواں آمدہ کز من بخور

میوے لیتے ہیں غذا ہم کو کرو | آب حیواں کہتا ہے مجھ کو پیو

طوف میکن بر فلک بے پر و بال | ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال

آ طواف چرخ کر بے پر و بال | مثل مہر و بدر اور مثل ہلال

چوں رواں باشی روان و پائے نہ | میخوری صد لوت و لقمہ خائے نہ

جب رواں ہو بے روان بے پاؤں کے | جب غذا کھائے تو بے لقمہ لئے

نے نہنگ غم زند بر کشتیت ‌‌ ‌ ‌ نے پدید آید ز مردن زشتیت

حملہ ور ہوگا نہ کشتی پر مگر[۱] ‌ ‌ ‌ اور نہ ہوگی موت سے حالت بتر

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت ‌ ‌ ‌ ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت

تو ہی لشکر تو ہی سلطاں تو ہی تخت ‌ ‌ ‌ تو ہی نیکو بخت ہو اور تو ہی بخت

گر تو نیکو بختی و سلطان زفت ‌ ‌ ‌ بخت غیر تست روزے بخت رفت

خوش نصیب آخر تو سلطاں ہے تو کیا ‌ ‌ ‌ بخت بیگانہ ہے تو اک دن گیا

تو بمانی چوں گدا اے بے نوا ‌ ‌ ‌ دولت خود ہم تو باش اے مجتبیٰ

تو رہے مثل گدا سے بے نوا ‌ ‌ ‌ اپنی دولت آپ بن اے باوفا

چوں تو باشی بخت خود اے معنوی ‌ ‌ ‌ پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی

جب بنے گا بخت اپنا آپ ہی ‌ ‌ ‌ پھر نہ اپنے آپ سے گم ہو کبھی

تو ز خود کے گم شوی اے خوش خصال ‌ ‌ ‌ چونکہ عین تو ترا شد ملک و مال

خود تو کب گم ہو سکے اے خوش خصال ‌ ‌ ‌ جبکہ تیری ذات ہوگی ملک و مال

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو تعمیر کرنا

بعد ازاں آمد ندا از پیش تخت ‌ ‌ ‌ بر سلیمان آں نبیؐ نیک بخت

بعد ازاں آئی ندا اک پیش تخت ‌ ‌ ‌ اے سلیمانؑ اے نبیؑ نیک بخت

کاے سلیمانؑ مسجد اقصیٰ بساز ‌ ‌ ‌ لشکر بلقیس آمد در نماز

اے سلیمانؑ مسجد اقصیٰ بنا ‌ ‌ ‌ لشکر بلقیس ہے سجدہ نما

چونکہ او بنیاد آں مسجد نہاد ‌ ‌ ‌ جن و انس آمدن بدن را کار داد

جس گھڑی بنیاد مسجد کی رکھی ‌ ‌ ‌ کام کرنے آئے جن و انس بھی

۱؎ مگرمچھ

یک گروہ از عشق و قومی بے مراد ۔ ہمچنانکہ در رہ طاعت عباد

اک جماعت شوق[1] کی ۔ اک بے مراد ۔ جس طرح بندے کریں خالق کی یاد

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ ۔ میکشدشاں سوئے دکان و غلہ

خلق دیو، اور شہوت اک زنجیر پا ۔ کھینچتی ہے جانب حرص و غذا

ہست این زنجیر از خوف و ولہ ۔ تو مبیں این خلق را بے سلسلہ

پاؤں میں زنجیر ہے یہ خوف سے ۔ دیکھ مت خلقت کو بے زنجیر کے

میکشاندشاں سوئے کشت و شکار ۔ میکشدشاں سوئے کانہا و بحار

کھیت تک کھینچے وہ یا بہر شکار ۔ کانوں اور دریا پہ کھینچے بار بار

میکشاندشاں بسوئے نیک و بد ۔ گفت حق[2] فی جیدہا حبل المسد

کھینچتی ہے اُن کو سوئے نیک و بد ۔ قول حق، فی جیدہا حبل المسد

قَدْ جَعَلْنَا الْحَبْلَ فِیْ اَعْنَاقِہِمْ ۔ وَاتَّخَذْنَا الْحَبْلَ مِنْ اَخْلَاقِہِمْ

گردنوں میں ان کی رسّی ڈال دی ۔ عادتوں سے ان کی بٹی رسّی بنی

لَیْسَ مِنْ مُسْتَقْذِرٍ مُسْتَقْذِرٍ ۔ قط الاطائرہ فی عنقہ[3]

کب ہے کوئی پر خطا و بے خطا ۔ ہو نہ لٹکا جس کی گردن میں پڑا

نیستند این خلق بے بند گراں ۔ ہشت آں بند و کمند آخر فشاں

کب ہے یہ مخلوق بے بند گراں ۔ بند اُن کا خوف ہی ہے بے گماں

حرص تو در کار بد چوں آتش است ۔ اخگر از رنگ خوش آتش خوش است

حرص کا بد میں ہے آتش نہاد ۔ رنگ سے آتش کے چنگاری ہے شاد

[1] یعنی جہد از شوق ۔ [2] یہاں سے مولانا علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں ۔
[3] قولہ تعالیٰ عزوجل "فی جیدہا حبل من مسد" یعنی اُن کے گلوں میں کھجور کی رسّی پڑی ہوئی ہے ۔ [4] یعنی طائر اعمال ۔

آں سوادِ فحم در آتش نہاں ‌ ‌ ‌ چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں
کوئلہ کا رنگ آتش میں نہاں ‌ ‌ ‌ جب بجھی آتش سیاہی تھی عیاں

اخگر از حرص تو شد فحم سیاہ ‌ ‌ ‌ حرص چوں شد ماند آں فحم تباہ
حرص سے اخگر ہے انگارہ سیاہ ‌ ‌ ‌ حرص گزری کوئلہ پھر ہے تباہ

آں زماں کہ فحم اخگر مے نمود ‌ ‌ ‌ آں ز حسن کارِ نارِ حرص بود
جب نظر آتا تھا اخگر کوئلا ‌ ‌ ‌ تھا کرشمہ حرص کی وہ آگ کا

حرص کارت را بیارائیدہ بود ‌ ‌ ‌ حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
کام تھا یہ حرص سے سنورا ہوا ‌ ‌ ‌ حرص چلدی کام ویراں ہو گیا

غورہا را کہ بیارائید غول ‌ ‌ ‌ پختہ پندارد کسے کو ہست گول
کچے انگوروں کو سینچا غول نے ‌ ‌ ‌ پختہ سمجھا احمق مجہول نے

آزمایش چوں نماید جانِ او ‌ ‌ ‌ کند گردد ز آزموں دندانِ او
روح نے جب امتحاں ان کا کیا ‌ ‌ ‌ دانت کھٹے ہو گئے سب برملا

از ہوس آں دام دانہ مے نمود ‌ ‌ ‌ عکسِ غول حرص آں خود دام بود
دام آیا حرص سے دانہ نظر ‌ ‌ ‌ عکسِ غول حرص کا تھا دام پر

حرص اندر کارِ دین و خیر جو ‌ ‌ ‌ چوں نماند حرص ماند نغز رو
حرص کر دین اور کارِ خیر کی ‌ ‌ ‌ حرص رخصت ہو تو ہے باقی خوشی

خیرہا نغزند نے از عکسِ غیر ‌ ‌ ‌ تاب حرص ار رفت ماند تاب خیر
خیر کی خوبی نہیں کب ہے عکسِ غیر ‌ ‌ ‌ حرص ہٹ کر بھی رہیگی تاب خیر

تاب حرص از کارِ دنیا چوں برفت ‌ ‌ ‌ فحم ہا شد ماندہ از اخگر بہ تفت
کارِ دنیا سے جو تاب حرص جائے ‌ ‌ ‌ ہٹ کے اخگر کوئلہ کا رنگ پائے

کودکاں را حرص مے آرد غرار ‌ ‌ ‌ تا شوند از ذوق دل دامن سوار
حرص دھوکا دیتی ہے بچوں کو یار ‌ ‌ ‌ تا ہوں ذوق دل سے وہ دامن سوار

چوں ز کودک رفت آں حرص بدش | بر دگر اطفال خندہ آیدش

حرص بد بچے کی جب دم ہو فنا | دوسرے بچوں پہ ہنستا ہے بجا

کہ چہ میکردم چہ میدیدم دریں | فعل ز عکس حرص بنمود انگبیں

کہتا ہے کیا تھا وہ فعل شرنگیں | بسکہ عکسیں حرص سے تھا انگبیں

آں بناہائے انبیا بے حرص بود | لاجرم پیوستہ رونقہا فزود

انبیاء کی ہر بنا بے حرص تھی | رونقیں اُن سے بڑھی ہیں دائمی

اے بسا مسجد برآوردہ کرام | لیک نبود مسجد اقصاش نام

مسجدیں لوگوں نے بنوائیں تمام | مسجد اقصیٰ نہیں پر اُن کا نام

کعبہ را کش ہر زماں عزے فزود | آں ز اخلاصات ابراہیمؑ بود

کعبہ جس کا شوق ہر لحظہ بڑھے | وہ تھا اخلاصات ابراہیمؑ سے

فضل آں مسجد ز خاک و سنگ نیست | لیک در بنائش حرص و جنگ نیست

وقر مسجد خاک پتھر سے نہیں | حرص و جنگ اس کی بناؤں میں نہ تھیں

نے کتب شاں چوں کتاب دیگراں | نے مساجدشاں نہ کسب و خانماں

دوسروں کی سی کتب اُن کی نہ تھیں | مسجدیں اور کسب اور گھر بھی نہیں

نے ادبشاں نے غضبشاں نے نکال | نے نعاس و نے قیاس و نے خیال

وہ ادب اور وہ غضب اور وہ عذاب | کتنے الگ سارے قیاس و فہم و خواب

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت | صد ہزاراں حشمت و صد مکرمت

مرتبے میں سب کو خالق نے دیا | حشمت و اکرام اوروں سے سوا

ہر یکے شاں را یکے فرے دگر | مرغ جانشاں طائر از پرے دگر

اُن میں ہر اک کا نیا تھا دبدبا | طائر جاں کو ملا تھا پر نیا

دل ہمے لرزد ز ذکر حال شاں | قبلۂ افعال ما افعال شاں

دل لرز جاتا ہے اُن کے ذکر سے | فعل ان کے اپنے فعلوں سے بڑے

مرغ شاں را بیضہ ہا زریں بدست ۔ نیم شب جانشاں سحرگہ بیں شدست

مرغ ان کے دیتے تھے بیضائے زر ۔ نصف شب کو دیکھ لیتے تھے سحر

ہرچہ گویم من بجاں نیکوئے قوم ۔ نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم

وصف جو کچھ میں کروں ان کا بیاں ۔ نقص رہ جائیگا اس میں بے گماں

مسجد اقصی لبا زید اے کرام ۔ کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام

مسجد اقصی بنا اسے ذوالکرام ۔ پھر سلیمانؑ آرہے ہیں والسلام

ور ازیں دیوان و پریاں سرکشند ۔ جملہ را املاک در چنبر کشند

گر کریں کچھ سرکشی دیو و پری ۔ ان کی رگیں ہوں شکنجوں میں کھچی

دیو یکدم کج رو از مکر و زرق ۔ تازیانہ آیدش بر سر چو برق

مکر کرکے دیو اگر ٹیڑھا چلے ۔ سر پہ کوڑا مثل بجلی کے لگے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوان تو ۔ سنگ برند از پئے ایوان تو

بن سلیمانؑ تاکہ جمگھٹ دیو کے ۔ لائیں پتھر تیرے ایوان کے لئے

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو ۔ تا ترا فرماں برد جنی و دیو

جوں سلیمانؑ چھوڑ مکر اور وسوسے ۔ دیو اور جن تا ہوں قبضے میں ترے

خاتم تو ایں دلست و ہوشدار ۔ تا نگردد دیو را خاتم شکار

یہ ترا دل ہے انگوٹھی ہوشیار ۔ ہو نہ جائے دیو کی اک دن شکار

پس سلیمانی کند بر تو مدام ۔ دیو با خاتم حذر کن والسلام

پھر سلیمانی کرے تجھ پر مدام ۔ دیو خاتم سے حذر کر والسلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست ۔ در سر و سرت سلیمانی کنیست

وہ سلیمانی نہیں منسوخ ابھی ۔ ہے سر و سر میں سلیمانی وہی

دیو ہم وقتے سلیمانی کند ۔ لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند

ہو سلیمانؑ دیو بھی اک وقت پر ۔ ہر جُلاہا کب بنے اطلس مگر

دست جنباند چو دست او و لیک	در میان ہر دو شاں فرقیست نیک
ہاتھ اس کے ہاتھ کی صورت ہلائیے	پر تو اُن دونوں میں بیحد فرق پائیے
در بیان این حدیث مثنوی	یک حکایت بشنو اندر مثنوی
اس حدیث مثنوی کے ضمن میں	مثنوی کی یہ حکایت بھی سنیں

ایک شاعر کا قصّہ

شاعرے آورد شعرے پیش شاه	بر امید خلعت و اکرام و جاه
ایک شاعر شعر لایا پیش شاہ	تھی امید خلعت و اکرام و جاہ
شاه مکرم بود فرمودش ہزار	از زر سرخ و کرامات و نثار
شہ سخی تھا اشرفی دیدی ہزار	اور دیا انعام اس کو بے شمار
پس وزیرش گفت کاین اندک بود	ده ہزارش ہدیہ ده تا وا رود
پس وزیر آیا۔ کہا یہ کم رہے	دس ہزار اب اس کو دینا چاہیے
از چنو شاعر پس از تو بحر دست	ده ہزارے ہم کہ گفتم اندک است
ایسا شاعر تجھ سا اک بحر کرم	دس ہزار اب بھی کہے ہیں میں نے کم
فقہ گفت آں شاه را و فلسفہ	تا برآمد عشر خرمن از کفہ
کچھ سنایا فلسفہ۔ قصّے کہے	دس گنا غلّہ نکالا بال سے
ده ہزارش داد و خلعت در خورش	خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
دس ہزار اور عمدہ اک خلعت دیا	اُس کا سر شکر و ثنا سے بھر گیا
پس تفحّص کرد کاین سعی کہ بود	شاه را اہلیّت من کہ نمود
اس نے ڈھونڈا کس نے تھی یہ سعی کی	شاہ کو دکھلائی اہلیّت مری
پس بگفتندش کہ حسن الدین وزیر	آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
پس کہا لوگوں نے ہے سعیٔ وزیر	ہے حسن نام اور حسن خلق و ضمیر

در ثنائے وے یکے شعر دراز ‏ ‏ ‏ بر نوشت و سوئے خانہ رفت باز

شعر کچھ اس کے لئے اس نے لکھے ‏ ‏ ‏ اور اپنے گھر سدھارا شوق سے

بے زبان و لب ہماں انعامِ شاہ ‏ ‏ ‏ مدح شہ میگفت خلعتہائے شاہ

بے زبان و لب سخاوت شاہ کی ‏ ‏ ‏ مدح خواں تھی اور خلعت شاہ کی

چند سال کے بعد شاعر کا پھر آنا

بعد سالے چند بہر رزق و کشت ‏ ‏ ‏ شاعر از فقر و عوز محتاج گشت

کچھ برس کے بعد طالب رزق کا ‏ ‏ ‏ فقر کا مارا وہ شاعر پھر ہوا

گفت وقت فقر و تنگی دو دست ‏ ‏ ‏ جستجوئے آزمودہ بہتر است

بولا وقت فقر و تنگی تو بتو ‏ ‏ ‏ آزمودہ کی ہے بہتر جستجو

درگہی را کازمودم از کرم ‏ ‏ ‏ حاجت نو را ہماں جانب برم

آزمایا لطف جس درگاہ کا ‏ ‏ ‏ حاجت نو بھی ادھر لے جاؤنگا

معنی اللہ گفت آں سیبویہ[1] ‏ ‏ ‏ یولہون فی الحوائج ہم لدیہ

سیبویہ اللہ کے یہ معنے کہے ‏ ‏ ‏ وقت حاجت روئیں اس کے سامنے[2]

گفت الہنا فی حوائجنا الیک ‏ ‏ ‏ والتمسناہا وجدناہا الیک

اور کہا جب وقت حاجت کی پڑا ‏ ‏ ‏ اور ڈھونڈا ہم نے اس کو پالیا

صد ہزاراں عاقل اندر وقت درد ‏ ‏ ‏ جملہ نالاں پیش آں دیان فرد

لاکھوں عاقل جب کہ ہوں تکلیف میں ‏ ‏ ‏ روئیں، یاد اللہ کو اپنے کریں

ہیچ دیوانہ فلیوسے آں کند ‏ ‏ ‏ بر بخیلے عاجزے کدیہ کند

ہوگا بیہودہ وہ دیوانہ کوئی ‏ ‏ ‏ جو کرے عاجز سے دریوزہ گری

---

[1] علم نحو کے بڑے عالم و فاضل امام گذرے ہیں +

[2] اپنی حاجتوں کے وقت بندے اس کے سامنے زاری کریں +

گر نہ پیوندے ہزاراں بار بیش | عاقلاں کے جاں کشیدندش بہ پیش
پہلے لاکھوں بار جا پہنچا ہے آگے | ورنہ عاقل جان دیتے کس لیے
بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا | جملہ پرندگاں بر اوجہا
بلکہ موجوں میں ہیں جتنی مچھلیاں | جو پرندے ہیں فضاؤں میں نہاں
بلکہ جملہ موجہا بازی کناں | ذوق شوقش را عناں اندر عناں
بلکہ ہیں موجیں بھی سب بازی کناں | ذوق میں اُس کے عناں اندر عناں
پیل و گرگ و شیر و اشکار نیز | اژدہائے زفت و مور و مار نیز
بھیڑیا، اور شیر، ہاتھی اور شکار | اژدہا پر شوکت اور سب مور و مار
بلکہ خاک و آب و باد و ہم شرار | مایہ زو یابند و ہم دی ہم بہار
خاک، پانی اور ہوا اور یہ شرار | سب خزاں پاتے ہیں اُس سے اور بہار
ہر دمش لابہ کند ایں آسماں | کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں
کرتا ہے اُس کی خوشامد آسماں | چھوڑنا یا رب نہ مجھ کو ناگہاں
اُستُنِ من عصمت و حفظِ تو است | جملہ مطوی[1] یمین آند و دست
ہے ستوں میرا، حفاظت میں تری | ہاتھ میں لپٹے ہیں تیرے ہم سبھی
ویں زمیں گوید کہ دارم بر قرار | ایکہ بر آبم تو کردی استوار
اور زمیں کہتی ہے رکھنا برقرار | مجھ کو پانی پر کیا ہے استوار
جملگاں کیسہ ازو بردوختند | دادنِ حاجت ازو آموختند
سب نے کیسہ لطف سے اس کے سیا | اُس سے سیکھا کرنا حاجت کا روا
ہر نبی زو بر آوردہ براتے | اِستعینوا[2] منہ صبراً و الصلوٰۃ
ہر نبی نے اس سے حاصل کی برات | تم مدد لو اس سے با صبر و صلوٰۃ

[1] حصہ ۔ سجرہ ؎
[2] اِستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ۔ صبر اور نماز کے ذریعے سے اللہ سے مدد چاہو ؎

ہیں از و خواہ مید نے از غیر او	آب در یم جو مجو از خشک جو
اس سے مانگو ہاں نہ مانگو غیر سے	پانی لے دریا سے نہریں چھوڑ دے
ور بخواہی از دگر ہم او دہد	بر کف میلش سخا ہم او نہد
دوسرے سے بھی جو مانگے دے وہی	ہاتھ کو میل سخاوت اُس نے دی
آنکہ معرض را ز زر قاروں کند	رو بدو آری بطاعت چوں کند
معترض کو دیکے زر قاروں کیا	گر کرے طاعت تو دے کتنا صلا
بار دیگر شاعر از سودائے داد	رو بسوئے آں شہِ محسن نہاد
شاعر آیا داد کی اُمید پر	اپنے محسن کی طرف پھر لوٹ کر
ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نو	پیش محسن آرد و بنہد گرو
ہدیہ شاعر ہے کیا اشعارِ نو	پیش محسن لاکے رکھتا ہے گرو
محسناں با صد عطا و جود و بر	زر نہادہ شاعراں را منتظر
سو عطا و جود سے محسن کرام	شاعروں کے منتظر ہیں لا کلام
پیش شاں شعرے بہ از یک تنگ شکر	خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
شعر انہیں ریشم سے ہیں محبوب تر	خاص کر شاعر پروئے جو گہر
آدمی اوّل حریص ناں بود	زانکہ قوتِ ناں ستون جاں بود
آدمی اوّل حریصِ ناں ہُوا	روٹی کھانا ہی ستونِ جاں ہُوا
سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل	جاں نہادہ بر کف از حرص و امل
کسب و غصب اور سو طرح حیلہ کرے	حرص سے جاں کو ہتھیلی پر دھرے
چوں بنادر گشت مستغنی ز ناں	عاشقِ نام است و مدح شاعراں
جب کبھی روٹی سے مستغنی ہُوا	شاعروں کی مدح پر مرنے لگا
تاکہ اصل و نسل او را بر دہند	در بیانِ فضل او منبر نہند
تاکہ اصل و نسل کی تفصیل کریں	کرنے کو تعریف منبر پر چڑھیں

تاکہ کرّ و فرِّ زر بخشئِ او	ہمچو عنبر بو دہد در گفتگو
تاکہ شانِ جود اس کی بے گماں	گفتگو ہیں مثلِ عنبر ہوں عیاں
خلق ما بر صورتِ خود کرد حق	وصفِ ما از وصفِ او گیرد سبق
رب کی صورت پر ہے مخلوقِ جہاں	ہیں ہمارے وصف اس کی خوبیاں
چونکہ آں خلّاق شکر و حمد جوست	آدمی را مدح جوئی نیز خوست
وہ ہے خالق شکر کا اور حمد جو	مدح جوئی بھی ہے انسانوں کی خو
خاصہ مردِ حق کہ در فضل است چست	پُر شود زاں باد چوں مشکِ درست
خاص کر وہ جو ہے فضلِ حق سے چست	اس ہوا سے مشک بنکر ہے درست
ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ	خیک بدرید است کے گیرد فروغ
گر نہ ہو وہ اہل تو بادِ دروغ	پھاڑ ڈالے مشک کب پائے فروغ
ایں مثل از خود نہ گفتم اے رفیق	سرسری مشنو چو اہلی و مہیق
یہ مثل خود ساختہ کب ہے نگار	سرسری مت سن اگر ہے ہوشیار
ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح	کہ چرا فربہ شود احمدؐ بمدح
ہجو سنکر اپنی احمدؐ نے کہا	مدح سے فربہ میں کیوں ہونے لگا
رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد	شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد
پیش حضرتؐ شعر شاعر لے گیا	شکرِ احساں [illegible] جس کو فنا
محسناں مردند و احسانہا بماند	اے خنک آں را کہ ایں مرکب براند
مر گئے محسن اور احساں رہ گئے	ہے مبارک جس نے یہ احساں کئے
ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا	وائے جانے کو کند مکر و دغا
مر گئے ظالم رہی باقی جفا	وائے اس پر جو کرے مکر و دغا
گفت پیغمبر خنک آں را کہ او	شد ز دنیا ماند ازو فعلِ نکو
کہتے ہیں حضرتؐ مبارک ہے وہی	جس کی نیکی مر کے بھی باقی رہی

نامِ نیک او ز فعلِ نیک داں ۔۔۔ پس نمرد استاو یقیں بنگر عیاں
نیک نامی جان فعلِ نیک سے ۔۔۔ اور یقیناً زندہ ہے وہ دیکھ لے

مردِ محسن لیک احسانش نہ مرد ۔۔۔ نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد
مر گیا محسن، مرا احساں نہیں ۔۔۔ پیشِ حق افضل ہے احسان اور دین

وائے آنکو مُرد و عصیانش نمرد ۔۔۔ تا نہ پنداری بمرگ او جاں ببرد
ہائے! عصیاں جس کا زندہ ۔ خود مرا ۔۔۔ مر گئے وہ کب جاں بچا کر لے گیا

ایں رہا کن زانکہ شاعر بر گذر ۔۔۔ وام دار است و قوی محتاجِ زر
چھوڑ اس کو کیونکہ شاعر اب ادھر ۔۔۔ ہے بہت مقروض اور محتاجِ زر

شاعر کا بادشاہ کے پاس شعر لے جانا

بُرد شاعر شعر سوئے شہریار ۔۔۔ بر امیدِ بخشش و احسانِ پار
لایا شاعر شعر پیشِ شہریار ۔۔۔ بخشش و احساں کا تھا اُمیدوار

نازنیں شعرے پُر از دُرِّ درست ۔۔۔ بر امید و بوئے اکرامِ نخست
آبدار و شاندار مانندِ گہر ۔۔۔ پہلے سے انعام کی اُمید پر

بادشہ بر خوئے خود گفتش ہزار ۔۔۔ چوں چنیں بُد عادتِ آں شہریار
عادتاً دی اشرفی شہ نے ہزار ۔۔۔ تھی یہی از بسکہ خوئے شہریار

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جُود ۔۔۔ بر براقِ عز و دنیا رفتہ بود
جو وزیر با عطا سابق ہی تھا ۔۔۔ چھوڑ کر دنیا کو اب تھا چل بسا

بر مقامِ او وزیرِ نو رئیس ۔۔۔ گشتہ لیکن سخت بے رحم و خسیس
جانشیں اُس کا بنا تھا اک رئیس ۔۔۔ تھا جو بے رحم اور بہت ہی تھا خسیس

گفت اے شہ خرجہا داریم ما ۔۔۔ شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
بولا اے شہ خرچ اپنا ہے بڑا ۔۔۔ مستحق شاعر نہیں اس جود کا

من به ربع عشر آں اے مؤتمن	مرد شاعر را خوش و راضی کنم
دس کا ہیں چوتھائی پر با صد خوشی	راضی اس شاعر کو کر لوں گا ابھی
خلق گفتندش کہ او از پیش دست	دہ ہزارش زر بداد و برده است
لوگوں نے اس سے کہا یہ پہلی بار	لے گیا ہے بادشہ سے دس ہزار
بعد شکر کلک خائی چوں کند	بعد سلطانی گدائی چوں کند
کہا کے شکر کس طرح نرسل چبا سکے	کر کے سلطانی گدائی کیسے پا سکے
گفت بفشارم ورا اندر فشار	تا شود زار و نزار از انتظار
بولا میں دوں گا اُسے ایسا فشار	ہوگا وہ مجبور کر کے انتظار
آنگہش خاکی دہم از راه من	در رباید ہمچو برگ از گلشن
پھر اٹھا کر خاک اگر دوں گا اُسے	مثل گل لے جائیگا وہ باغ سے
این بمن بگذار کاستادم دریں	گر اثیرا صد گر بود ہم آتشیں
چھوڑ دیجئے مجھ پر ہوں اوستاد فن بالیقیں	گو اثیر آسا [illegible] ہو [illegible] آتشیں
از ثریا گر بپرد تا ثری	نرم گردد چوں ببیند او مرا
وہ ثریا سے اُڑے گر تا ثریٰ	نرم ہو گر دیکھ لے [illegible] کو ذرا
گفت سلطانش برو فرماں تراست	لیک شادش کن کز آنجا گشتہ است
شاہ بولا دی اجازت تجھ کو جا	خوش اس کو کر [illegible] سے [illegible]
گفت او را و دو صد امید ایں	تو بمن بگذار و آں بر من بلیں
بولا اس کو اور سے لیں ایسے [illegible]	[illegible] تجھ کو اور [illegible] سے [illegible] تمام
جنس او و ہمچو او صد منتظر	تو رہا کن با من و با من گذار
اس کے ہم جنس ایسے لاکھوں لا کلام	چھوڑ [illegible] کروں گا انتظام
پس فگندش چند سال اندر انتظار	شد ز مستاں تو دی آمد بہار
کر دیا اس کو [illegible] انتظار	گذرے جاڑے اور خزاں آئی بہار

شاعرش چند انکہ حاجت می‌نمود صاحبش در وعدہ حیلہ می‌فزود
جس قدر کرتا تھا شاعر التجا اتنے ہی کرتا تھا وہ وعدے سوا

تا کہ اندر انتظارش پیر شد پس زبون این غم و تدبیر شد
رہتے رہتے منتظر بوڑھا ہوا اس غم و تدبیر سے وہ تھک گیا

گفت اگر زر نہ کہ دشنامم دہی تا رہد جانم ترا باشم رہی
بولا زر دینا نہیں دشنام دے تا بچے جاں یہ ترا بندہ رہے

انتظارم کشت بارے گو برو تا رہد این جان مسکین از گرو
منتظر کب تک رہوں کہہ دے کہ جا تا رہائی پائے جان مبتلا

بعد از آنش داد ربع عشر آن ماند شاعر اندر اندیشہ گران
دس کی چوتھائی جو پائی بعد ازاں فکر سے شاعر ہوا وہ سر گراں

کان چنان نقد و چنان بسیار بود وین کہ دیر اشکفت دستہ خار بود
گرچہ وہ نقد و زر بسیار تھا دیر میں کھلنے سے یہ گل خار تھا

پس بگفتندش کہ آن دستور راد رفت از دنیا خدا امرزش دہاد
پس کہا لوگوں نے وہ پہلا وزیر چل بسا بخشے اسے رب قدیر

کہ مضاعف زو ہمی گشتے عطا کم ہمی افتاد در بخشش خطا
جس سے ہو جاتی تھی دوگنی ہر عطا اور کم ہوتی تھی بخشش میں خطا

این زمان او رفت و احسان را ببرد او بمرد الحق ولے احسان نمرد
وہ گیا اور رسم احساں لے گیا وہ مرا احساں مگر زندہ رہا

رفت از ما صاحب راد و رشید صاحب سلاخ درویشان رسید
ہو گیا رخصت جوانمرد رشید یہ ملا دشمن فقیروں کا پلید

رو بگیر این را و زینجا شب گریز تا نگیرد با تو این صاحب ستیز
دے جو کچھ لے اور چل دے رات کو تا ترے ساتھ اس کا کچھ جھگڑا نہ ہو

با بصد حیلہ ازو ایں ہدیہ را　　بستدیم اے شہ بصد جہد و عنا
ہم نے سو حیلوں سے یہ ہدیہ لیا　　کوششیں کر کر کے ہے حاصل کیا

رُو بایشاں کرد و گفتا اے فلاں　　از کجا آمد بگوئید ایں عوان
اُن سے شاعر نے کہا اے دوستو　　یہ یہاں آیا کہاں سے ہے کہو

چیست نام ایں وزیر جامہ کن　　قوم گفتندش کہ نامش ہم حسنؓ
ہے وزیر راہ زن کا نام کیا　　نام اس کا ہے حسنؓ سب نے کہا

گفت یارب نام آن و نام ایں　　چوں یکے آمد دریغ اے رب دیں
بولا یارب ایک ہے دونوں کا نام　　ہے تعجب سخت مجھ کو لا کلام

آں حسنؓ نامی کہ از یک کاک اُو　　صد وزیر و صاحب آمد جود و جوُ
اک حسن وہ تھا کہ اس کے لکھنے سے　　سینکڑوں محتاج صاحب زر ہوئے

ایں حسنؓ کز ریش زشت ایں حسن　　بیتواں بافید اے جاں صد رسن
اک حسن یہ ہے کہ اس کی ریش سے　　سینکڑوں رسی بنائی چاہئے

برچنیں صاحب چو شہ اصغا کند　　شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
ایسے صاحب کا جو شہ کہنا سنے　　ملک و مالک تا ابد رسوا رہے

اس وزیر کی وزیر فرعون سے مشابہت

چند آں فرعون میشد نرم و رام　　چوں شنیدے او ز موسیٰؑ آں کلام
ہوتا تھا فرعون کتنا نرم و رام　　جبکہ سنتا تھا وہ موسیٰؑ کا کلام

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر　　از خوشیؑ آں کلام بے نظیر
دودھ پتھر سے نکالے جو کلام　　بے نظیر اور لاجواب و خوش نظام

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او　　مشورت کردے کہ کینش بود خو
جب وہ ہاماں سے کہ تھا اس کا وزیر　　مشورہ کرتا تو کہتا وہ شریر

پس بگفتی تا کنون بودی خدیو | بنده گردی ژنده پوشی را بریو

شاہ تھا فرعون اب تک تیرا نام | اب ہے گدڑی والے کا بنتا غلام

همچو سنگ منجنیقی آمدی | آن سخن بر شیشه خانهٔ او زدی

بات یہ گو تھی کہ پتھر کی مثال | شیشۂ دل پر تھی لگتی۔ تھا یہ حال

هرچه صد روز آن کلیم خوش خطاب | ساخته در یکدم او کردی خراب

سو دنوں تک جو وہ کلیمؑ خوش خطاب | جو بناتے، ہو تا دم بھر میں خراب

عقل تو دستور مغلوب هواست | در وجودت رهزن راه خداست

عقل جو تیری ہے مغلوبِ ہوا | جسم میں ہے رہزنِ راہِ خدا

ناصحی ربانیی پندت دهد | این سخن را او به فن طرحی نهد

گر سکھائے کوئی نبی بھی پند و سے | یہ ہوا اس کو کرے ٹالے اسے

کاین نه بر جاست هین از جا مشو | نیست چندان با خود آ شیدا مشو

ہاں یہ بے موقع ہے تو دھوکا نہ کھا | ہو نہ شیدا بس ہوش کر آپے میں آ

وای آن شه که وزیرش این بود | جای هر دو دوزخ پر کین بود

وائے وہ شہ ایسا جس کا ہو وزیر | دونوں یہ دوزخ میں ہونگے جا کے گیر

شاد آن شاهی که او را دستگیر | باشد اندر کار چون آصف وزیر

ہے مبارک شاہ جس کا دستگیر | کارِ شاہی میں ہو آصف سا وزیر

شاه عادل چون قرین او شود | نام او نورٌ علیٰ نور این بود

شاہِ عادل جب قریب اس کے ہوا | ہو گیا "نورٌ علیٰ نور" اسے ثبت

چون سلیمان شاه و چون آصف وزیر | نور بر نور است و عنبر بر عبیر

جوں سلیمانؑ شاہ آصف سا وزیر | نور پر ہے نور عنبر پہ عبیر

شاه فرعون و چو هامانش وزیر | هر دو را نبود ز بدبختی گزیر

شاہ فرعون اور ہاماں سا وزیر | دونوں کو ہے بد نصیبی ناگزیر

پس بود ظلمات بعض فوق بعض | نے خرد یار و نہ دولت روز عرض

ہے یہی تاریک سے تاریک تر | روز محشر عاقل کام آئے نہ زر

من ندیدم جز شقاوت در لئام | گر تو دیدستی رسان از من سلام

جز شقاوت کیا لئیموں کا ہے کام | تو نے دیکھا ہو تو پہنچا دے سلام

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل | عقل فاسد روح را آرد بنقل

مثل جان ہے شہ تو نائب مثل عقل | عقل فاسد روح کو کرتی ہے نقل[1]

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد | سحر آموز بد و صد طاغوت شد

وہ فرشتہ عقل جو ہاروت تھا | سحر سیکھا اور گمرہ ہو گیا

عقل جزوی را وزیر خود مگیر | عقل کل را ساز اے سلطان وزیر

عقل جزوی کو نہ کر اپنا وزیر | عقل کل اے شاہ ہے اچھا وزیر

مر ہوا را تو وزیر خود مساز | کہ بر آید جان پاکت از نماز

حرص کو تو مت وزیر اپنا بنا | کیونکہ جاں ہو گی نمازوں سے جدا

کایں ہوا پر حرص و حالی بیں بود | عقل را اندیشہ یوم الدین بود

یہ ہوا پر حرص دنیا بیں رہے | عقل اندیشہ قیامت کا کرے

عقل را دو دیدہ در پایان کار | بہر آں گل می کشد او رنج خار

دیکھتی ہے عقل ہر انجام کار | کھینچتی ہے گل کی خاطر رنج خار

کہ نفرساید نریزد ہر خزاں | باد ہر خرطوم اخشم دور ازاں

تا خزاں سے وہ نہ چکنا چور ہو | ناک جو بے حس ہو اس سے دور ہو

ور چہ عقلت ہست با عقل دگر | یار باش و مشورت کن اے پسر

بجز یہی ہے گو عقل پھر بھی اے پسر | مشورہ اوروں کی عقلوں سے تو کر

[1] یعنی روح کو بھی فساد کی طرف منتقل کرتی ہے۔

باد دو عقل از ہر بلاہا وارہی — پا نہی خود بر اوج گردو نہا نہی
کردیں دو عقلیں بلاؤں سے رہا — اوج گردوں پر تو ہو رونق فزا

حضرت سلیمانؑ کے مقام پر ایک دیو کا بیٹھنا

دیو گر خود را سلیمانؑ نام کرد — ملک برد و مملکت را رام کرد
دیو نے اپنا سلیمانؑ رکھ کے نام — کرلیا ملک اور دولت کو غلام
صورت کار سلیمانؑ دیدہ بود — صورت اندر سر دیوے می نمود
تھا سلیمانؑ کا اگرچہ کاروان — دیو کے پردے میں صورت تھی عیاں
خلق گفتند ایں سلیمانؑ بے صفاست — از سلیمانؑ تا سلیمان فرقہاست
بولے سب ہے یہ سلیمان بے وفا — یہ سلیمان اور ہے وہ اور تھا
او چو بیدارست ایں ہمچوں وسن — ہمچنانکہ آں حسن تا ایں حسن
مثل بیداری تھا وہ یہ مثل خواب — جیسے دو حسنوں میں تھا فرق بے حساب
دیو می گفتے کہ حق بر شکل من — صورتے کرد است خوش بر اہرمن
دیو کہتا تھا کہ میری شکل پر — حق نے شیطاں کو بنایا سر بسر
دیو را حق صورت من دادہ است — تا نیندازد شما را او بشست
دیو کو خالق نے میری شکل دی — تا کہ تم پر شست پھینکے مکر کی
گر پدید آید بدعوی زینہار — صورت او را مدار ید اعتبار
ہو اگر دعوے میں اپنے آشکار — اس کی صورت کا نہ کرنا اعتبار
دیو شاں از مکر ایں میگفت لیک — می نمود ایں عکس بر دلہائے نیک
مکر سے یہ دیو کہتا تھا مگر — تھا دلوں پر اُن کے کچھ الٹا اثر

سلہ وہ ہی بادشاہ کے قدیم وجیہ وزیر جن کا ذکر شاعر کے بیان میں ہوا

نیست بازی با ممیز خاصه او — کہ بود تمییز و عقلش غیب گو

سہل کب عاقل کو دنیا ہے دغا — خاص کر اس کو جو ہو غیب آشنا

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل — مے نہ بندد پردہ بر اہل دول

کوئی جادو، مکر کوئی بالیقیں — اہل دل سے چھپ کے رہ سکتا نہیں

پس ہمے گفتند با خود در جواب — باژگونہ میروی اے کج خطاب

اپنے دل میں اس کو دیتے تھے جواب — چال الٹی ہے تری اے ناصواب

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں — سوئے دوزخ اسفل اندر سافلین

کجروی تیری جو باقی ہے یوں ہی — پہنچیگا دوزخ میں تو اسے مدعی

او اگر معزول گشتہ است و فقیر — ہست در پیشانیش بدر منیر

وہ اگر معزول ہو کر ہے فقیر — پھر ہے تیرے سامنے بدر منیر

تو اگر انگشتری را بردۂ — دوزخی چوں زمہریر افسردۂ

گر انگوٹھی تو چرا کر لے گیا — تو ہے دوزخ جاڑے سے ٹھٹھرا ہوا

ما بپوش عارض و طاق و طرب — سر کجا کہ خود ہمے نہیم سبب

تیرے کرو فر کے آگے اے شقی — سر کہاں ۔ ہاں دل نہ رکھیں ہم کبھی

ور بغفلت ما نہیم او را جبیں — پنجۂ مانع بر آید از زمیں

اور جو ہیں کبھو لے سے پیشانی جھکا — پنجہ اک نکلے زمیں سے روکتا

کہ منہ ایں سر مر ایں سر زیر را — ہیں مکن سجدہ مر ایں ادبیر را

ہیں نہ تو اس سر نگوں کو سر جھکا — سجدہ اس بد بخت کو ہے ناروا

کردمے من شرح ایں بس جانفزا — گر نبودے غیرت و رشک خدا

شرح اس کی اور کرتا جانفزا — گر نہ ہوتی غیرت اور رشک خدا

ہم قناعت کن تو بپذیر ایں قدر — تا بگویم شرح ایں وقتے دگر

کر قناعت اب قبول اتنا ہی کر — شرح پھر اس کی کروں گا اے بشر

نام خود کردہ سلیمان نبی ؑ　　ز روپوشی میکند بر ہر غبی
نام تو اپنا سلیماں ؑ کر لیا　　چھپتا پھرتا ہے ہر اک سے جا بجا

درگذر از صورت و از نام خیز　　از لقب وز نام در معنی گریز
نام اور صورت سے کر تو درگذر　　چھوڑ نام اور غور تو معنی پہ کر

پس بپرس از خلق او وز فعل او　　در میان خلق و فعل او را بجو
اُس کے خلق و فعل سے دریافت کر　　ڈھونڈ خلق و فعل ہی میں سربسر

کار ہر کس نیست ایں درکش ز نام　　مسجد اقصیٰ بساز و کن تمام
کام ہر اک کا نہیں یہ لا کلام　　مسجد اقصیٰ بنا، اور کر تمام

شد تمام القصہ مسجد بے فتور　　بُد سلیمان ؑ زائر و مسجد مزور
مسجد اقصیٰ مکمل ہو گئی　　اور سلیماں ؑ نے زیارت اُس کی کی

مسجد میں حضرت سلیمان ؑ کا ہر روز تشریف لانا

چوں سلیمان نبی ؑ شاہ انام　　ساختن مسجد را و فارغ شد تمام
جب سلیمان نبی ؑ شاہِ انام　　ہو چکے مسجد سے فارغ لا کلام

ہر صباح او را وظیفہ ایں بُدے　　کآمدے در مسجد اقصیٰ شدے
ہر سحر اُن کا یہی دستور تھا　　مسجد اقصیٰ میں آ جاتے برملا

تو گیاہے رستہ بودے اندرو　　پس بگفتے نام و نفع خود بگو
جب نئی اک گھاس اُگتی دیکھتے　　اُس کا نام و نفع اُس سے پوچھتے

تو چہ داروئی و نامت بر چہ است　　تو زیان کہ نفع بر کہ است
تو دوا کس کی ہے کیا ہے تیرا نام　　کس کو نقصاں، نفع تیرا کس پہ عام

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام　　کہ من آں را جانم و ایں را حمام
کرتی ہر اک گھاس فعل و نام اپنا بیاں　　اِس کی ہوں موت اور ہوں اُسکی جاں

من مرآنرا زہرم و ایں را شکر	نام من اینست بر لوح قدر
میں اُسے ہوں زہر اور اس کو شکر	نام ہے میرا یہ لوح عرش پر
پس سلیمانؑ با حکیماں آں گیا	شرح کردے ضر و نفعش اے کیا
پس طبیبوں سے سلیمانؑ نے کہاں	نفع و نقصاں گھاس کا کرتے بیاں
آں طبیباں از سلیمانؑ زاں گیا	عالم و دانا شدند و مقتدا
شرح سن کر وہ سلیمانؑ سے تما	عالم و دانا ہوئے اور پیشوا
تا کتبہائے طبیبی ساختند	جسم را از رنج بے پرداختند
لکھیں پھر طب کی کتابیں برملا	جسم کو دکھ درد سے خالی کیا
ایں نجوم و طب وحیٔ انبیاست	عقل و حس را سوئے بے سو رہ کجاست
یہ نجوم و طب ہے وحیٔ انبیا	عقل و حس کو کب ہے کہیں راستا
عقل جزوی عقل استخراج نیست	جز پذیرائے فن و محتاج نیست
عقل جزوی میں کب استخراج[1] ہے	اہل فن کی ہر طرح محتاج ہے
قابل تعلیم و فہم است ایں خرد	لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
عقل یہ قابل ہے بس تعلیم کے	وحی والا ہی اسے تعلیم دے
جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود	اوّل او لیک عقل آں را فزود
حرفتیں سب وحی سے پیدا ہوئیں	اوّل اوّل عقل سے کچھ بڑھ گئیں
ہیچ حرفت را ببیں کایں عقل ما	تاند او آموخت بے ہیچ اوستا
کوئی حرفت عقل کب سیکھی کوئی	گر نہ اک استاد نے تعلیم دی
گرچہ اندر مکر موئے اشگاف بد	ہیچ پیشہ رام بے استا نشد
موشگافی عقل کو تھی گو کہ یاد	رام پیشے کب ہوئے بے اوستاد

[1] لہ [illegible] ایجاد

دانش پیشہ ازیں عقل ار بدے — پیشۂ بے اوستا حاصل شدے

پیشے کی دانش جو ہوتی عقل سے — پیشہ بے استاد آجاتا سمجھے

قابیل کا کوّے سے گورکنی سیکھنا

کندن گورے کہ کمتر پیشہ بود — کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بود

پیشہ ادنیٰ ہے لحد کا کھودنا — فکر و اندیشہ سے وہ بھی تو نہ تھا

گر بدے ایں فہم مر قابیل را — کے نہادے بر سر او ہابیل را

یہ سمجھ ہوتی اگر قابیل کو — پھر وہ رکھتا سر پہ کیوں ہابیل کو

کہ کجا غائب کنم ایں کشتہ را — ایں بخون و خاک در آغشتہ را

اب کہاں اس کو چھپاؤں مار کر — خاک و خوں میں یہ بھرا ہے سر بسر

دید زاغے زاغ مردہ در دہاں — بر گرفتہ در ہوا گشتہ پراں

دیکھا اک کوّے کو اک کوّا مرا — آیا لیکر منہ میں وہ اڑتا ہوا

از ہوا زیر آمد و شد او بفن — از پئے تعلیم او را گور کن

نیچے اترا اور ہنر کی راہ سے — کھودی قبر اس کو سکھانے کے لئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد — زود زاغ مردہ را در گور کرد

اپنے پنجوں سے زمیں کو کھود کر — مردہ کوّے کو دبایا بے خطر

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک — زاغ از الہام حق بد علمناک

دفن کرکے خاک میں پنہاں کیا — زاغ تھا الہام حق سے آشنا

گفت قابیل آہ شہ بر عقل من — کہ بود زاغے ز من افزوں بفن

بولا قابیل آہ میری عقل پر — مجھ سے اک کوّا بھی ہے آگاہ تر

عقل کل را گفت ما زاغ البصر — عقل جزوی میکند ہر سو نظر

عقل کل کو کہئے ما زاغ البصر[1] — عقل جزوی ڈالے ہر جانب نظر

---

[1] یعنی محمد مصطفیٰؐ کی چشم مبارک نے کجروی اور سرکشی نہیں کی۔

عقلِ ما زاغست نورِ خاصگاں ‏ | ‏ عقلِ زاغ استادِ گورِ مُردہ واں
نورِ خاصاں عقل ہے مازاغ کی ‏ | ‏ عقلِ زاغ استادِ گورِ مردہ تھی

جاں کہ او دُنبالۂ زاغاں پرد ‏ | ‏ زاغ او را سوئے گورستاں برد
جان جو ان کوّوں کے پیچھے اُڑے ‏ | ‏ زاغ گورستاں لے جائیں اُسے

ہیں مرو اندر پئے نفسے چو زاغ ‏ | ‏ کو بگورستاں برد نے سوئے باغ
ہاں نہ کر تقلید زاغِ نفس کی ‏ | ‏ باغ کیا لے جائے گورستاں ابھی

گر روی رو در پئے عنقائے دل ‏ | ‏ سوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل
ہاں رواں ہو در پئے عنقائے دل ‏ | ‏ سوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل

نو گیا ہے ہر دم از سودائے تو ‏ | ‏ میدمد در مسجدِ اقصائے تو
گھاس ہر دم تیرے سودا سے نئی ‏ | ‏ مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے اخی

تو سلیمانؑ وار دادِ او بدہ ‏ | ‏ پے بر از وے پائے رد بر وے منہ
تو سلیماںؑ کی طرح داد اس کی دے ‏ | ‏ رکھ نہ اُس پر پاؤں اور کھوج اس سے لے

زانکہ خاکِ ایں زمین باثبات ‏ | ‏ باز گوید با تو از انواعِ نبات
کیونکہ اس قائم زمیں کی خاک بھی ‏ | ‏ گفتگو تجھ سے کرے گی گھاس کی

در زمیں گر نیشکر ور خود نیست ‏ | ‏ ترجمانِ ہر زمیں نبت ویست
ہو زمیں پہ نیشکر یا سنے اُگی ‏ | ‏ ہے زمیں کی ترجماں روئیدگی

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود ‏ | ‏ فکرہا اسرارِ دل وا مینمُود
خاکِ دل کی فکر ہے روئیدگی ‏ | ‏ فکر سے اسرارِ دل ہیں منجلی

گر سخن کش یابم اندر انجمن ‏ | ‏ صد ہزاراں گل بروید زیں چمن
گر سخن فہم انجمن میں کوئی پاؤں ‏ | ‏ پھول لاکھوں اس چمن سے میں اُگاؤں

ور سخن کش نیست اے زن بمرد ‏ | ‏ میگریزد نکتہ از چشمم چو دُزد
اور سمجھ لوں گر سخن فہم اب سے تھے ‏ | ‏ چور کی صورت ہیں نکتے بھاگتے

مستمع چوں نیست خاموشی بہ است ۔ نکتہ از نا اہل گر پوشی بہ است

چپ بھلی جب سننے والا ہی نہیں ۔ نکتہ نا اہلوں سے مت کہہ بالیقیں

جنبش ہر کس بسوئے جاذب است ۔ جذب صادق نے چو جذب کاذب است

شوق سے جاذب سب کی جنبش ہے یہاں ۔ جذب جھوٹا جذب صادق ہے کہاں

میروی گہ گمرہ و گہ در رشد ۔ رشتہ پیدا نے و آں کت میکشد

ہے کبھی گمرہ کبھی رہ آشنا ۔ رشتہ اک مخفی ہے تجھ کو کھینچتا

اشترے کوری مہار تو رہیں ۔ تو کشش مے بیں مہارت را مبیں

تو شتر ہے کور اور گردن مہار ۔ جذب کو دیکھ اور نہ دیکھ اپنی مہار

گر شدے محسوس جذب آں مہار ۔ پس نماندی ایں جہاں دار الغرار

جاذبہ اگر محسوس ہوتا اس کا حال ۔ مکر کا گھر پھر نہ بنتا یہ جہاں

گبر دیدی کو پئے سگ میرود ۔ مسخرہ دیو ستنبہ مے شود

گبر جو کتوں کے پیچھے جاتا ہے ۔ بھوت کا ہو کر مسخر آتا ہے

در پئے او کے شدے مانند حیز ۔ پائے خود وا پس کشیدے گبر نیز

جاتا کیوں مثل مخنث اسے اخی ۔ پاؤں اپنے کھینچ لیتا گبر بھی

گاؤ اگر واقف ز قصاباں بدے ۔ کے پئے ایشاں بداں دکاں شدے

گائے قصابوں سے واقف ہوتی گر ۔ ان کے پیچھے جاتی کیوں دکان پر

یا بخوردے از کف ایشاں سبوس ۔ یا بدادے شیرشاں از چاپلوس

کھاتی کیوں بھوسی انہیں کے ہاتھ سے ۔ دودھ دیتی پیار سے کس واسطے

ور بخوردے کے علف ہضمش شدے ۔ گر ز مقصود علف واقف بدے

کھاتی گر چارہ تو ہوتا ہضم کیا ۔ اس کے مقصد سے جو ہوتی آشنا

پس ستون ایں جہاں خود غفلت است ۔ چیست دولت کایں دوادو با لت است

پس ہے غفلت ہی ستون اس گھر کا ۔ اور دولت ہے دوا دو لت ابجا

اولش دو دو بآخر لت بخور | جز دریں ویرانہ نبود مرگ خر
پہلے دو دو اور آخر لات کھا | مرگ خر ہے اور ہے دنیا میں کیا

تو بجد کارے کہ بگرفتی بدست | عیبش این دم بر تو پوشیدہ شدست
ہاتھ میں جو کام تو نے ہے لیا | عیب اس کا ہے گناہوں سے چھپا

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار | کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
اس لئے کوشش میں اس کی ہے لگا | عیب مخفی حق تعالے نے رکھا

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں | عیب آں فکرت شدست از تو نہاں
ایسے ہی جس فکر میں ہے مبتلا | تجھ سے پنہاں عیب ہے اس فکر کا

بر تو گر پیدا شدی زاں عیب و شین | زاں رمیدی جانت بعد المشرقین
تجھ پہ گر وہ عیب ہو جائے عیاں | بھاگ جائے تو کہاں پھر وہ کہاں

حال کاخر زاں پشیماں میشوی | گر شود این حالت اول کے روی
تو پشیماں اب ہوا جس حال سے | ہوتا گر پہلے نہ کرتا بھول سے

پس بپوشید اول آں بر جان ما | تا کنیم آں کار بر وفق قضا
اول اول ہے چھپایا تا کیا | تا کریں ہم حسب منشائے قضا

چوں قضا آورد حکم حق پدید | چشم وا گشت و پشیمانی رسید
حکم حق لے کر قضا جب آ گئی | کھل گئیں آنکھیں پشیمانی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگر است | پس پشیمانی بہل حق را پرست
یہ پشیمانی قضا ہے دوسری | چھوڑ اس کو حق پرستی کر اخی

ور کنی عادت پشیماں خور شوی | زاں پشیمانی پشیماں تر شوی
گر یہ عادت ہو پشیمانی سے | تو پشیماں سے پشیماں تر رہے

نیم عمرت در پریشانی رود | نیم دیگر در پشیمانی شود
عمر آدھی تو پریشانی میں جائے | دوسری آدھی پشیمانی میں جائے

ترک ایں فکر و پشیمانی بگو	حال و کار و بارِ نیکوتر بجو
ترک اس فکر و پشیمانی کو کر	ڈھونڈ کاروبار کوئی خوب تر
ور نداری کارِ نیکوتر بدست	پس پشیمانیت بر فوت چہ است
کار بہتر پر نہیں گر اختیار	کیوں پشیماں ہے، اگر ہو فوت کار
گر ہمے دانی رہ نیکو پرست	ور ندانی چوں بدانی کایں بدست
راہ نیکی چل، اگر ہے جانتا	گر نہیں معلوم، پھر کیونکر کہا
بد ندانی تا ندانی نیک را	ضد را از ضد تواں دید اے فتا
نیک سمجھے تو ہو بد سے آشنا	ضد کو ضد سے دیکھتے ہیں اے فتا
چوں ز ترکِ فکرِ ایں عاجز شدی	از گنہ آنگاہ ہم عاجز بدی
تو جو ترکِ فکر سے عاجز ہوا	تو گنہ کے وقت بھی عاجز تھا
چوں بدی عاجز پشیمانی ز چیست	عاجزی را باز گو کز جذبِ کیست
تو جو تھا عاجز پشیمانی ہے کیا	عاجزی میں جذب ہے کس کا۔ بتا
عاجزی بے قادری اندر جہاں	کس ندیدست و نباشد ایں بداں
عاجزی بے قادری ہوتی نہیں	ہاں کسی نے بھی یہ دیکھا ہے کہیں؟
ہمچنیں ہر آرزو کہ میبری	تو ز عیبِ آں حجابے اندری
اس طرح کرتا ہے تو جو آرزو	عیب سے نا آشنا رہتا ہے تو
ور نمودے علتِ آں آرزو	خود رمیدے جانِ تو زیں جستجو
علتِ امید اگر آتی نظر	جان تیری بھاگتی خود اے پسر
گر نمودے عیبِ آں کار او ترا	کس نبردے کش کشاں آنسو ترا
تجھ پہ کھلتا عیب اگر اس کام کا	کھینچنے سے بھی نہ جاتا بے ہلا
شد ازاں کارے کزاں کاری نفور	زاں بود کہ عیبش آمد در ظہور
اور ہے جس کام سے نفرت تجھے	عیب اس کے سب ہیں تجھ پر کھل گئے

اے خدائے رازدان خوش سخن — عیب کار بد ز ما پنہاں مکن
اے خدا! ہاں اے خدائے رازداں — عیب کار بد نہ کر ہم سے نہاں
عیب کار نیک را منما بما — تا نگردیم از روش سرد و ہبا
عیب کار نیک کا افشا نہ کر — تا پریشاں ہم نہ ہوں اے دادگر
ہم براں عادت سلیمان سنی — رفت در مسجد میان روشنی
اس روش پر وہ سلیمانِ سنی — جانب مسجد گئے روشن گھڑی
قاعدہ ہر روز را میجست شاہ — کہ ببیند مسجد اندر نو گیاہ
جستجو اس قاعدے سے ان کو تھی — گھاس دیکھیں کوئی مسجد میں نئی
دل ببیند سر بداں چشم صفی — آنچہ تابش کرشد از عامہ خفی
تاکہ دل اُن کا ہو پورا رازداں — اس نقش و خاشاک کا جو ہے نہاں

باغ میں مراقبہ کرنے والے صوفی کا قصہ

صوفیی در باغ از بہر گشاد — صوفیانہ روئے بر زانو نہاد
گشت کو گلشن میں اک صوفی گیا — صوفیانہ سر کو زانو پر رکھا
پس فرو رفت او بخود اندر نغول — شد ملول از صورت خوابش فضول
محو گہری فکر میں جب وہ ہوا — یوں بگڑ کر بولا اک ہرزہ سرا
کہ چہ خسپی آخر اندر رز نگر — ایں درختاں بین و آثار خضر
سوتا کیا ہے؟ دیکھ انگور و انار — یہ درخت اور اس پہ سبزے کی بہار
امر حق بشنو کہ گفتست انظروا — سوئے ایں آثار رحمت آر رو
حکم حق تو سن کہا ہے انظروا — ہر طرف آثار رحمت دیکھ تو
گفت آثارش دلست اے بوالہوس — آں بروں آثار آثارست و بس
بولا دل، آثار ہے اے بوالہوس — ظاہری آثار، ہیں آثار بس

باغہا و سبزہا در عین جاں ‏ ‏ بر برون عکسش چو در آب رواں

عین جاں میں باغ و سبزہ ہے نہاں ‏ ‏ عکس باہر صورت آب رواں

آں خیال باغ باشد اندر آب ‏ ‏ کہ کند از لطف آب آں اضطراب

ہے خیال باغ پانی میں و لے ‏ ‏ مضطرب ہے جو کہ لطف آب سے

باغہا و میوہا اندر دل است ‏ ‏ عکس لطف آں بریں آب و گل است

باغ اور میوے ہیں سب دل میں نہاں ‏ ‏ آب و گل پر عکس ہے اُن کا عیاں

گر نبودے عکس آں سرو سرور ‏ ‏ پس نخواندے ایزدش دار الغرور

گر نہ ہوتا عکس بستان سرور ‏ ‏ کیوں خدا کہتا اُسے دار الغرور

ایں غرور آنست یعنی ایں خیال ‏ ‏ ہست از عکس دل و جان رجال

ہے یہی دھوکا ہے یعنی یہ خیال ‏ ‏ آدمی کے جان و دل کا عکس حال

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ ‏ ‏ بر گمانے کایں بود جنت کدہ

آئے سب مغرور بس اس عکس پر ‏ ‏ وہم سے گلزار جنت جان کر

میگریزند از اصول باغہا ‏ ‏ بر خیالے میکنند آں لاغہا

ہیں اصول باغ سے سب بھاگتے ‏ ‏ کھیلتے ہیں اک خیال خام سے

چونکہ خواب غفلت آیدشاں بسر ‏ ‏ راست بینند و چہ سودست از نظر

خواب غفلت سے کھلیگی آنکھ جب ‏ ‏ جو حقیقت ہے وہ پھر دیکھینگے سب

پس بگورستاں غریو افتاد و آہ ‏ ‏ تا قیامت زیں غلط وا حسرتا

شور گورستان میں ہے ہو رہا ‏ ‏ اس غلط پر تا ابد ہوگی بکا

اے خنک آں را کہ پیش از مرگ مرد ‏ ‏ یعنی او از اصل ایں رز بوے برد

خوش ہے وہ جو مرنے سے پہلے مرا ‏ ‏ اصل انگوروں کے پھل اس کو ملا

حضرت سلیمانؑ کا غمگین ہونا

ہمچنیں روزے سلیمانؑ را قضا	شد بعادت مسجد اندر رائے فتا
حسب عادت جب سلیمانؑ ایک روز	مسجد اقصیٰ میں سے تھے رونق فروز
نو گیا ہے دید اندر گوشۂ	رستہ برسے دانہ ہمچوں خوشۂ
گھاس اک کونے میں واں دیکھی نئی	دانوں سے جو مثل خوشہ تھی بھری
دید پس نادر گیاہے سبز و تر	میبرو آں سبزیش نور از بصر
گھاس وہ عمدہ تھی بالکل سبز و تر	چھینتی تھی آنکھ سے نور بصر
پس سلامش کرد در دم آں حشیش	او جوابش گفت و شگفت از خویش
پس سلام اس گھاس نے ان کو کیا	آپ نے ہنس کر جواب اس کا دیا
گفت نامت چیست برگو بے دہاں	گفت خرّوب است اے شاہ جہاں
پوچھا تیرا نام کیا ہے بے دہاں	بولی ہوں خرّوب[1] اے شاہ جہاں
گفت اندر تو چہ خاصیت بود	گفت من رستم مکاں ویراں شود
پوچھا تجھ میں خاصیت کیا ہے نہاں	بولی مجھ سے ہوتے ہیں ویراں مکاں
من کہ خرّوبم خراب منزلم	ہادم بنیاد ایں آب و گلم
ہیں ہوں خرّوب اک خراب خستہ دل	ڈھانے والی ہوں بنائے آب و گل
پس سلیمانؑ آں زماں دانست زود	کہ اجل آمد سفر خواہد نمود
پس سلیمانؑ نے یہ سمجھا مرد دیں	بس اجل آئی سفر ہے بالیقیں
گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں	در خلل ناید ز آفات زمیں
بولے جب تک ہوں یہ ہوں مسجد بالیقیں	ہو گی کیونکر صرف آفات زمیں

[1] خرّوب ایک گھاس ہے جو ویرانوں میں پیدا ہوتی ہے۔

تا کہ من باشم وجودِ من بود — مسجدِ اقصیٰ مخلخل کے شود
میں ہوں جب تک اور مری جانِ حزیں — رخنہ اس مسجد میں پڑ سکتا نہیں

پس خرابِ مسجدِ ما بے گماں — نبود الا بعدِ مرگِ ما بداں
پس یہ مسجد کی خرابی بے گماں — ہو نہیں سکتی مگر مرنے سے ہاں

مسجد است آں دل کہ جسمش ساجد است — یارِ بد خرّوب ہر جا مسجد است
دل ہے مسجد، جسم ساجد برملا — یارِ بد خرّوب ہے سن اے فتیٰ

یارِ بد چوں رست در تو مہرِ او — ہیں ازو بگریز و کم کن گفتگو
یارِ بد کی مہر جب دل میں پڑے — بھاگ اس سے اور باتیں چھوڑ دے

برکن از بیخش کہ گر سر بر زند — مر ترا و مسجدت را برکند
پھینک اسے جڑ سے کہ اُگ آئی اگر — تجھ کو اور مسجد کو ڈھا دے بے خبر

عاشقا خرّوبِ تو آمد کژی — ہمچو طفلاں سوئے کژ چوں می غژی
عاشقا! خرّوب ہے تیری کجی — مثل بچوں کے کجی پر مت نہ جی

خویش را نادان و مجرم دان و ترس — تا نہ دزدد از تو آں استا و درس
اپنے کو مجرم سمجھ اور ڈر ذرا — تا نہ لے استاد درس اپنا چھپا

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ — ایں چنیں انصاف از ناموس بہ
تو کہے جاہل ہوں میں تعلیم دے — خوب یہ انصاف ہے ناموس سے

از پدر[١] آموز اے روشن جبیں — ربنا گفت و ظلمنا پیش ازیں
باپ سے اپنے تو سیکھ اے باوفا — ربنا[٢] کہہ کر ظلمنا تھا کہا

[١] یعنی اپنے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام سے۔
[٢] قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ یعنی اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر خود ظلم کیا ہے۔ اگر تو نہ بخشیگا اور رحم نہ کریگا تو ہم بے شک زیان کار ہوں گے۔

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت — نے لوائے مکر و حیلت برفراخت

کچھ بہانہ تھا نہ تھی کوئی دغا — اور فریب و مکر و حیلہ کچھ نہ تھا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد[1] — کہ بُدم من سرخرو کردیم زرد

بحث پھر شیطان نے آغاز کی — سرخرو تھا میں ندامت تو نے دی

رنگ رنگ تست صباغم توئی — اصل جرم و آفت و داغم توئی

رنگ ہے تیرا ہی ہے رنگریز تو — جرم و آفت کا ہے غم انگیز تو

ہیں بخواں رب بما اغویتنی — تا نگردی جبری و کژ کم تنی

اب تو پڑھ رب بما اغویتنی[2] — تا نہ جبری بن کے ہو صرف کجی

بر درخت جبر تا کے بر جہی — اختیار خویش را یکسو نہی

اچکیگا کب تک تو درخت جبر پر — اختیاروں کو تو اپنے چھوڑ کر

ہمچو آں ابلیس و ذریات او — با خدا در جنگ و اندر گفتگو

مثل ابلیس اور ذریات کے — تو خدا سے جنگ میں کب تک رہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی — کہ تو در عصیاں ہمے دامن کشی

اس خوشی میں جبر اور اکراہ کیا — جب تو خود ہے مائل جرم و خطا

آنچناں خوش کس رود در مکرہی — کس چناں رقصاں رود در گمرہی

کوئی یوں ہوتا ہے خوش اکراہ سے — کوئی گمراہی میں یوں رقصاں چلے

بیست مرد جنگ میکردی دراں — کت ہمی دادند پند آں دیگراں

تو ہے لڑتا جس طرح بیس آدمی — یہ نصیحت مجھ کو اوروں سے ملی

[1] ابلیس کا خطاب خدا ئے عزوجل سے ہے *

[2] قولہ تبارک و تعالیٰ فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم یعنی شیطان نے خدا سے کہا کہ مجھ کو تیرے بہکانے کی قسم ہے۔ میں اس سیدھی راہ کو ضرور روک کر بیٹھوں گا۔ جو تو نے ان کے لئے بنائی ہے ''

که صواب است راه نیست و بس | که زند طعنه مرا جز هیچ کس
یہ صواب اور یہ ہے رستہ بالیقیں | کوئی طعنہ مجھ کو دے سکتا نہیں

کے چنیں گوید کسے کو گمراہ است | چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ است
کب کوئی گمراہ یہ باتیں کرے | کب کوئی بے راہ اس ڈھب سے لڑے

ہر چہ نفست خواست داری اختیار | ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار
نفس کی خواہش ہیں تو با اختیار | عقل کی خواہش ہیں تو زار و نزار

داند آنکو نیکبخت و محرم است | زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است
جانے وہ جو زمرۂ محرم سے ہے | زیرکی شیطاں سے ہے ۔ عشق آدم سے ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار | کم رہد غرق است او پایان کار
زیرکی ہے بحر کا گویا سفر | رہتا ہے انسان جس میں ڈوب کر

ہل سباحت را رہا کن کبر و کیں | نیست جیحون نیست جو دریاست ایں
چھوڑ سیر بحر، اور یہ کبر و کیں | ہے سمندر، نہر اور دریا نہیں

وانگہاں دریائے ژرف بے پناہ | در رباید ہفت دریا را چو کاہ
اب رہا دریا ہے تند و بے پناہ | وہ بہا دے سات دریا مثل کاہ

عشق چوں کشتی بود بہر خواص | کم بود آفت بود اغلب خلاص
عشق اک کشتی سی ہے بہر خواص | کم ہے آفت اور اکثر ہے خلاص

زیرکی بفروش و حیرانی بخر | زیرکی ظن است و حیرانی نظر
عقل کو بیچ اور حیرانی خرید | زیرکی ہے وہم، حیرانی ہے دید

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ | حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
عقل کر قرباں پیش مصطفیٰ | حسبی اللہ کہہ کہ کافی ہے خدا

ہمچو کنعاں سر ز کشتی وا مکش | کہ غرورش داد نفس زیرکش
مثل کنعاں تو نہ کشتی سے گریز | تھا بہت مغرور اس کا نفس تیز

[illegible]

که برآیم بر سر کوه مشید — منت نوحم چرا باید کشید

بس میں چڑھ جاؤں گا محکم کوہ پر — نوح کا احسان کیوں لوں اپنے سر

چون رہی از منتش ای بی رشد — که خدایم منت او میکشد

ان کے احساں سے ہے بچ سکتا کہیں — جس کا لے احسان رب العالمین

چون نباشد منتش بر جان ما — چونکه شکر و منتش گوید خدا

ان کا احساں کیوں نہ ہو ہم پر بھلا — شکر احساں جن کا فرمائے خدا

تو چه دانی ای غرارهٔ پرحسد — که نهادن منت او را هم رسد

پر حسد احمق، تو کیا ہے جانتا — بے شک احساں ان کو کرنا ہے روا

کاشکی او آشنا ناموختی — تا طمع در نوح و کشتی دوختی

کاشکے آتا نہ اس کو تیرنا — نوح اور کشتی کا رکھتا آسرا

کاش چون طفل از حیل جاهل بدی — تا چو طفلان چنگ در مادر زدی

کاش جاہل ہوتا لڑکوں کی طرح — ماں کو کرتا پیار بچوں کی طرح

یا بعلم نقل کم بودی ملی — علم وحی دل ربودی از ولی

کم بھرا ہوتا وہ علم نقل سے — ہوتا حاصل علم وحی و دل اسے

چون تیمم با وجود آب دان — علم نقلی با دم قطب زمان

پانی کے ہوتے تیمم جان لے — علم نقلی کو مقابل قطب کے

خویش ابله کن تبع میرو سپس — رستگی زین ابلهی یابی و بس

بن کے ناداں اس کے پیچھے پیچھے جا — تا کہ نادانی سے ہو جائے رہا

با چنین نوری چو پیش آری کتاب — جان وحی آسای تو آرد عتاب

ایسے نوری کو جو دکھلائے کتاب — جان وحی آرا کرے اس کی عتاب

۱ یعنی کنعان ابن نوح علیہ السلام کو۔

اکثر اہل الجنۃ البلہ اے پدر | بہر ایں گفتست سلطان البشر

اہل جنت ہوں گے ناداں اے پسر | ہے یہی ارشادِ سلطان البشر

زیرکی چوں بادِ کبر انگیز تست | ابلہی شو تا بماند دیں درست

عقلمندی ہے تکبر کی ہوا | ہو تو ناداں تا رہے ملت بجا

ابلہی نے کو بمسخرگی دوتوست | ابلہی نے کز شقاوت مال جوست

جو مسخر ہو نہ ایسی ابلہی | یا ہو بدبختی سے خواہاں مال کی

ابلہی کو والہ و حیران ہوست | باشد اندر گردن او طوق دوست

ابلہی وہ ہو جو ہو گی شیفتا | طوق ہو جس کے گلے میں دوست کا

ابلہا نند آں زنان دست بُر | از کف ابلہ وز رخ یوسف نذر

ابلہ وہ جب ہاتھ کاٹیں بے خطر | ہو بجز یوسف نہ ہاتھوں کی خبر

عقل را قربان کن اندر عشق دوست | عقلہا بارے ازاں سویست کوست

عقل عشق دوست میں قرباں کر | عقل وہ ہے جس کا رشتہ ہے ادھر

عقلہا آں سو فرستادہ عقول | ماندہ ایں سو کہ نہ معشوق است گول

عقلیں جو عقلوں نے بھیجی ہیں ادھر | ہیں وہیں معشوق کب ہے بے خبر

زیں سر از حیرت گر ایں عقلت رود | ہر سر مویت سر و عقلے شود

عقل تیری ہو جو حیرت میں فنا | تیرا اک اک بال ہو عقل اے فتا

نیست آں سو رنج و فکرت بر دماغ | کہ دماغ و عقل روید دشت و باغ

ہے وہاں کب رنج اور فکرِ دماغ | واں دماغ و عقل سے ہیں دشت و باغ

سوئے دشت از دشت نکتہ بشنوی | سوئے باغ آئی شود نخلت روی

دشت میں پہنچے سنے نکتہ نیا | باغ میں آئے تو ہو جائے ہرا

اندریں رہ ترک کن طاق و طرنب | تا قلاوزت نجنبد تو مجنب

ترک اس رستے میں کر دے کرّ و فر | تو نہ ہل، ہلتا نہیں گر راہبر

ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود ۔ جنبشش چوں جنبش کژدم بود

جو کوئی بے سر ہلے بے دُم ہے وہ ۔ اور جنبش جنبش کژدم ہے وہ

کج رو و شبکور و زشت و زہرناک ۔ پیشۂ او خستن جانہائے پاک

شب کا اندھا ہے وہ کج رو زہرناک ۔ اس کا پیشہ خستگیٔ جان پاک

سر بکوب او را کہ سرش ایں بود ۔ خلق و خوئے مستمرش ایں بود

سر کچل اس کا یہی ہے بھید بھی ۔ اور عادت ہے یہ اس کی دائمی

خود صلاح اوست آں سر کوفتن ۔ تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن

سر کچلنے میں ہے اس کی بہتری ۔ جسم بد سے تا ہو حاصل جاں بری

واستاں از دست دیوانہ سلاح ۔ تا ز تو راضی شود عدل و صلاح

ہاتھ سے دیوانے کے ہتھیار لے ۔ تجھ سے عدل و صلح تا راضی رہے

چوں سلاحش ہست و عقلش نے ببند ۔ دست او را ورنہ آرد صد گزند

ہاتھ میں ہتھیار پھر آزادیاں ۔ ہاتھ باندھ اس کے وگرنہ ہے زیاں

بد اصل کیلئے علم و مال کا حصول

بدگہر را علم و فن آموختن ۔ دادن تیغ است دست راہزن

بدگہر کو کچھ سکھانا علم و فن ۔ تیغ دینا ہے بدست راہزن

تیغ دادن در کف زنگی مست ۔ بہ کہ آید علم ناداں را بدست

دست زنگی کے جو خنجر ہاتھ آئے ۔ اس سے بہتر ہے کہ ناداں علم پائے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں ۔ فتنہ آرد در کف بدگوہراں

علم و مال اور منصب جاہ گراں ۔ بدگہر کے ہاتھ میں فتنہ ہے ہاں

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں ۔ تا ستانند از کف مجنوں سناں

اس لئے ہے فرض مومن پر غزا ۔ دست مجنوں سے سناں کر لیں جدا

جان او مجنون تنش شمشیر او ‌‌ — ‌‌ واستان شمشیر را زین زشت خو

جان مجنوں اس کی ہے تلوار تن ‌‌ — ‌‌ چھین لے تلوار اس سے جانِ من

آنچه منصب میکند با جاہلان ‌‌ — ‌‌ از فضیحت کے کند صد ارسلان

جاہلوں پر جو ستم منصب کریں ‌‌ — ‌‌ شیر تو بھی فضیحت کب کریں

عیب او مخفی ست چون آلت نیافت ‌‌ — ‌‌ مارش از سوراخ بر صحرا شتافت

عیب نہ تھے اسباب مخفی عیب تھا ‌‌ — ‌‌ سانپ اس کا بل سے جنگل کو گیا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود ‌‌ — ‌‌ چونکہ جاہل شاہ حکم مر شود

سارا جنگل سانپ بچھو سے بھرے ‌‌ — ‌‌ جب کہ اک جاہل کو سلطانی ملے

چون قلم در دست غداری فتاد ‌‌ — ‌‌ لاجرم منصورؒ بر دارے فتاد

جب قلم ظالم کے ہاتھوں پر پڑا ‌‌ — ‌‌ لاجرم منصور رح سولی پر چڑھا

مال و منصب ناکسے کارد بدست ‌‌ — ‌‌ طالب رسوائی خویش آمدست

مال و منصب جب ملے نااہل کو ‌‌ — ‌‌ وہ سبب اپنی ہی رسوائی کا ہو

یا کند بخل و عطاہا کم دہد ‌‌ — ‌‌ یا سخا آرد بنا موضع نہد

یہ کرے بخل، اور نہ ہو کچھ عطا ‌‌ — ‌‌ بے محل یا اس سے ظاہر ہو سخا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد ‌‌ — ‌‌ اینچنین باشد عطا کاحمق دہد

شہ کو دے گھر میں پیادہ کے بٹھا ‌‌ — ‌‌ اس طرح ہوتی ہے احمق کی عطا

حکم چون در دست گمراہے فتاد ‌‌ — ‌‌ جاہ پندارید و در چاہے فتاد

حکم ہو جب ہاتھ میں گمراہ کے ‌‌ — ‌‌ جاہ سمجھے اور کنوئیں میں گر پڑے

رہ نمیداند قلاؤزی کند ‌‌ — ‌‌ جان زشت او جہانسوزی کند

رہ نہ جانے، رہنمائی کو بڑھے ‌‌ — ‌‌ جان اس کی اک جہاں کو پھونکا کرے

طفل راہ فقر چون پیرے گرفت ‌‌ — ‌‌ پیروان را غول ادبیرے گرفت

طفلِ راہِ فقر مسندِ پیر لے ‌‌ — ‌‌ پیروں پہ سخت اسکے ادبار آ پڑے

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا — ماہ را ہرگز نہ بیند آں مفترے

ہیں یہاں آ چاند دکھلاؤں تجھے — اور نہ دیکھے تو وہی جلوے چاند کے

چوں نمائی چوں نہ بیند ایں بصر — عکس مہ در آب ہم اے خام سر

کیا دکھائے تو نے جب دیکھا نہیں — عکس مہ پانی میں بھی اے بد نہیں

احمقاں سرور شدستند و ز بیم — عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم

بن گئے سردار احمق خوف سے — عقل والے اپنے کمبل میں چھپے

آیۂ "یا ایہا المزمل" کی تفسیر

خواند مزمل نبی را زیں سبب — کہ بروں آ از گلیم اے بوالہرب

یوں نبی کو تو نے مزمل کہا — باہر آ کمبل سے اے رنج آشنا

سر مکش اندر گلیم و رو مپوش — کہ جہاں جسمیست سرگرداں تو ہوش

تو نہ اپنا چہرہ کملی میں چھپا — جسم ہے دنیا تو ہوش اس کا بنا

ہیں مشو پنہاں ز ننگ مدعی — کہ تو داری نور وحی شعشعی

ہو نہ پنہاں مدعی کے ننگ سے — کیونکہ نور وحی کی تو ضو رکھے

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام — شمع دائم شب بود اندر قیام

ہو کھڑا شب کو تو ہے شمع انام — رات ہی کو شمع کرتی ہے قیام

بے فروغت روز روشن ہم شب است — بے پناہت شیر اسیر ارنب است

بے ترے ہے روز روشن شب بنا — شیر ہے خرگوش کا قیدی بنا

باش کشتیباں دریں بحر صفا — کہ تو نوح ثانی اے مصطفیٰ

تو ہو کشتیباں دریائے صفا — نوح ثانی تو ہوا اے مصطفیٰ

رہ شناسے می بباید با لباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہ آب

چاہئے ہر رہ میں عاقل رہنما — خاص اس کی رہ جو ہو راہ آب کا

خیز و بنگر کاروان رہ زدہ — غول کشتیبان این بحر آمدہ

دیکھ اٹھ کر قافلہ بھٹکا ہوا — غول کشتیباں بنا اس بحر کا

خضر[۱] وقتی غوث ہر کشتی توئی — ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی

خضر وقت اور غوث کشتی ہے توہی — مثل روح اللہ نہ کر تنہا روی

پیش این جمعی چو شمع آسمان — انقطاع و خلوت آری را بہاں

اس جماعت میں تو شمع آسماں — ترک خلوت کر نہ چھوڑ اس کو یہاں

وقت خلوت نیست اندر جمع آے — اے ہدی چوں کوہ قاف و تو ہماے

وقت خلوت کا نہیں جلوت میں آ — ہے ہدایت کوہ قاف اور تو ہما

بدر بر صدر فلک شد شب روان — سیر را نگذارد از بانگ سگاں

چاند شب بھر چرخ پر چلتا رہے — سیر کب چھوڑے سگوں کی بانگ سے

طاعناں ہمچوں سگاں بر بدر تو — بانگ می دارند سوئے صدر تو

طعنہ زن کتے ہیں تیرے چاند پر — بھونکتے ہیں تیرا رتبہ دیکھ کر

این سگاں کرند ز امر انصتوا[۲] — از سفہ وعوع کناں بر بدر تو

کتے امر انصتوا سے ہیں یہ کر — بھونکتے ہیں تیرے نور بدر پر

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را — تو ز خشم کر عصائے کور را

اے شفا رنجور سے غافل نہ ہو — اے عصا رستہ دکھا تو کور کو

نے تو گفتی قائد اعمی براہ — صد ثواب و اجر یابد از الٰہ

تو نے کہا کور کا ہو رہنما — پائے گا اللہ سے اجر و جزا

ہر کہ او چل گام کورے را کشد — گشت آمرزیدہ و یابد رشد

رہبر اندھے کا جو ہو چالیس گام — اس کی بخشش میں نہیں کوئی کلام

ف۱ یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تنہا پھرنے کے عادی تھے ۔ ف۲ یعنی چپ ہو جاؤ

پس بکش تو زین جہان بیقرار | جوق کوران را قطار اندر قطار
پس جہان مضطرب کو کھینچ لے | صف بصف اس میں ہیں اندھے کھڑے

کار ہادی این بود تو ہادیی | ماتم آخر زمان را شادیی
کام یہ ہادی کا ہے ہادی ہے تو | عہد آخر کے لئے شادی ہے تو

ہین روان کن اے امام متقین | این خیال اندیشگان را تا یقین
ہاں تو لے چل اے امام متقین | ان خیال اندیشوں کو بس تا یقین

ہر کہ در مکر تو دارد دل گرو | گردنش را من زنم تو شاد شو
جو دغا کی فکر میں تجھ سے لگے | خوش ہو میں پکڑونگا ان سب کے گلے

بر سر کوریش کوریہا نہم | او شکر پندارد و زہرش دہم
اس کے اندھے پن پہ اندھا پن رکھوں | وہ شکر سمجھے میں اس کو زہر دوں

عقلہا از نور من افروختند | مکرہا از مکر من آموختند
عقلیں میرے نور سے ہیں نور بار | مکر میرے مکر سے ہیں استوار

چیست خود آلاجق آن ترکمان | پیش پائے نرہ پیلان جہان
کیا ہیں آخر گھاس کے یہ جھونپڑے | ہاتھیوں کی ٹھوکروں کے سامنے

آن چراغ او بہ پیش صرصرم | خود چہ باشد اے مہین پیغمبرم
وہ چراغ ان آندھیوں کے سامنے | اے پیمبر کیا ہیں تو خود سوچ لے

خیز در دم تو بصور سہمناک | تا ہزاران مردہ بر روید ز خاک
ہولناک اک صور ایسا پھونک دے | تا ہزاروں مردے نکلیں خاک سے

چون تو اسرافیل وقتی راست خیز | رستخیزے ساز پیش از رستخیز
تو تو اسرافیل ہے اس دور کا | اک قیامت قبل محشر کر بپا

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم | خویش بنما کہ قیامت نک منم
پوچھے گر کوئی قیامت کا نشاں | کہہ دے اس سے تو قیامت میں ہی ہوں

درنگر اے سائلِ محنت زدہ — زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
غور کر اے سائلِ محنت نشاں — اس قیامت سے ہیں قائم سو جہاں

ورنباشد اہل ایں ذکر و قنوت — پس جواب الاحمق اے سلطاں سکوت
گر نہ ہو اہلیت ذکر و بیاں — تو ہے خاموشی جوابِ جاہلاں

ز آسمانِ حق سکوت آید جواب — چوں بود جانا دعا نامستجاب
تو خموشی آسماں کا ہے جواب — پر نہیں ہوتی دعا نامستجاب

اے دریغا وقتِ خرمنگاہ شد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شد
ہائے گذرا وقت خرمن گاہ کا — بدنصیبی تھی کہ وقت آخر ہوا

وقت تنگست و فضائے اینکلام — تنگ مے آید برو عمرِ دوام
وقت ہے تنگ اور لمبا ہے کلام — تھوڑی ہے اس کے لیے عمرِ دوام

نیزہ بازی اندریں کوہائے تنگ — نیزہ بازاں را ہمے آرد بہ تنگ
نیز بازی تنگ وادی میں ہو گیا — نیزہ بازوں کو بھی ہو دقت سوا

وقت تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ تر صد بارہ وقت ہست اے غلام
وقت ہے تنگ اور پھر فہمِ عوام — وقت سے بھی تنگ تر ہے اے غلام

چوں جوابِ احمق آمد خامشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی
جب جواب احمقاں ہے خامشی — پھر طوالت ہے فضول اس ذکر کی

حق ز بحرِ رحمت و موجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باراں ز یم
بحرِ رحمت سے خدا کر کے کرم — دیتا ہر بنجر کو ہے باران یم

ایک بادشاہ اور اس کا غلام

پادشاہے بود او را بندۂ — مردۂ عقلے بود و شہوت زندۂ
تھا غلام اک شاہ کا نوجوان سے — زندہ تھا شہوت سے مردہ عقل سے

خردہاے خدمتش بگذاشتے — بد سگالیدے نکو پنداشتے
ادنیٰ ادنیٰ خدمتوں سے تھا پھرا — بد سگالی کو تھا نیکی جانتا
گفت شاہنشہ جرایش کم کنید — ور بجنبد نامش از خط بر زنید
شاہ بولا ہو وظیفہ اس کا کم — اور لڑے تو نام پر پھیرو قلم
عقل او کم بود و حرص او فزوں — چوں جرایہ کم دہد آید زبوں
عقل کم تھی، حرص تھی اس کی فزوں — تھا وظیفے کی کمی سے وہ زبوں
عقل بودے گر خود کردے طواف — تا بدیدے جرم خود گشتے معاف
عقل ہوتی اپنا خود کرتا طواف — جانتا جرم اور کراتا اپنا معاف
چوں خرے پابستہ تندد از خرے — ہر دو پایش بستہ گردد بر سرے
تھا وہ پابستہ گدھے کی طرح سے — جس کے دونوں پاؤں ہوں سر سے بندھے
پس بگو یا خر کہ یک بندم بس است — خود مداں کاں دو ز فعل آں خس است
پھر کہے خر بند کافی ایک تھا — اور سے یہ دو بندوں میں الجھا ہوا
گر بدیدے بند را آں چشم کور — بند بر پایش نہ بستندے بزور
بند کا گر دیکھتا اندھا جانتا — بند میں ہوتا نہ ہرگز مبتلا
ور ز جرم بند پا آگہ بدے — خود ز بند دست و پا ایمن شدے
جرم یا بندی اگر پہچانتا — قید دست و پا سے ہو جاتا رہا
ور نہ شد پابستہ بند آں لج الفضول — او نہ خر بودے بدے شیر فحول
وہ نہ دو بندوں میں پھنس جاتا اگر — شیر ہوتا پھر تو کیوں ہوتا وہ خر

خلقت کی تین قسمیں

در حدیث آمد کہ یزداں مجید — خلق عالم را سہ گونہ آفرید
قول پیغمبر ہے حق نے اے اخی! — کی ہیں پیدا تین قسمیں خلق کی

یک گرہ را جملہ علم و عقل و جود — او فرشتہ است و نداند جز سجود
مل گئے اک کو تو علم و عقل و جود — وہ فرشتہ ہے نہ جانے جز سجود

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا — نور مطلق زندہ از عشق خدا
اس کے عنصر میں نہیں حرص و ہوا — نور مطلق زندہ عشق خدا

یک گروہ دیگر از دانش تہی — ہمچو حیواں از علف در فربہی
عقل سے خالی جماعت دوسری — ہے وہ حیواں چارہ سے ہے فربہی

او نہ بیند جز کہ اصطبل و علف — از شقاوت غافل است و از شرف
جانے کیا اصطبل و چارہ کے سوا — وہ شرف یا شر سے ہے نا آشنا

واں سوم ہست آدمی زاد و بشر — از فرشتہ نیمے و نیمیش ز خر
اور جماعت تیسری ہے آدمی — نصف حیواں نصف قدسی اے اخی

نیم خر خود مائل سفلی بود — نیم دیگر مائل علوی شود
مائل پستی سے ہے ہو کر نیم خر — ہے علو کا ملتفت نصف دگر

تا کدامیں غالب آید در نبرد — زیں دوگانہ تا کدامیں برد نرد
کون دیکھیں جنگ میں غالب رہے — کون بازی جیتے ان میں دیکھیے

عقل اگر غالب شود پس شد فزوں — از ملائک ایں بشر در آزموں
عقل اگر غالب ہوئی تو بڑھ گیا — قدسیوں سے بھی یہ انساں برملا

شہوت ار غالب شود پس کمتر است — از بہائم ایں بشر زاں کابتر است
اور شہوت کا اگر غلبہ ہوا — تو بہائم سے بھی انساں گھٹ گیا

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب — ویں بشر با دو مخالف در عذاب
ہیں گروہ دونوں سکوں سے کامیاب — آدمی دو دشمنوں میں ہے خراب

ویں بشر ہم ز امتحاں قسمت شدند — آدمی شکل اند و سہ امت شدند
پھر یہ انساں بھی بروئے امتحاں — منقسم ہیں تین قسموں پہ یہاں

یک گروه مستغرق مطلق شده ❊ همچو عیسیٰ با ملک ملحق شده
اک جماعت مطلقاً محو خدا ❊ مثل عیسیٰ ہے ملائک آشنا

نقش آدم لیک معنی جبرئیل ❊ رسته از خشم و هوا و قال و قیل
ظاہرا انسان بہ باطن جبرئیل ❊ حرص ہے اس میں نہ خشم و قال و قیل

از ریاضت رسته وز زہد و جہاد ❊ گوئیا کز آدمی او خود نزاد
وہ جہاد و زہد سے آزاد ہے ❊ تو کہے کیونکر وہ آدم زاد ہے

قسم دیگر با خران ملحق شدند ❊ خشم محض و شہوت مطلق شدند
قسم دیگر بن گئی حیوان ہے ❊ خشم محض اور شہوت مطلق بنے ہے

وصف جبریلی در ایشان بود رفت ❊ تنگ بود آن خانہ و آن وصف زفت
وصف جبریلی اگرچہ ان میں تھا ❊ ظرف کی تنگی سے پر جاتا رہا

مرده گردد شخص چون بیجان شود ❊ خر شود چون جان او بی آن شود
مردہ ہے ہر جسم جب بیجاں ہوا ❊ جان نکلی رہ گیا کورا گدھا

زاغ گردد چون پئے زاغان رود ❊ جسم گردد جان چو او بی آن شود
کوا ہو جو کووں کے پیچھے چلے ❊ جان تن بنتی ہے بے اس وصف کے

زانکہ جانے کان ندارد ہست پست ❊ این سخن حق ست و صوفی گفتہ است
پست ہے وہ جاں نہیں جس میں لقا ❊ یہ مقولہ سچ ہے صوفی نے کہا

او ز حیوانہا فزونتر جان کند ❊ در جہان باریک کاریہا کند
بڑھ کے حیوانوں سے وہ گھیر جہاں ❊ اور کرے سو طرح باریک کاریاں

مکر و تلبیسے کہ او تاند تنید ❊ آن ز حیوان دگر ناید پدید
اس میں ہو جو مکر و حیلہ بالیقیں ❊ دوسرے حیواں سے ہوسکتا نہیں

جامہائے زرکشی را بافتن ❊ درہا از قعر دریا یافتن
کپڑے سے بننا زرنگار اور غرق زر ❊ اور لانا قعر دریا سے گہر

خرده کاریهای علم هندسه ❊ یا نجوم و علم طبّ و فلسفه

ہندسہ دانی کی خردہ کاریاں ❊ فلسفہ طبّ اور نجوم اے نوجواں

که تعلق با همین دنیاستش ❊ ره بهفتم آسمان بر نیستش

ہے اسی دنیا سے کچھ نسبت جنہیں ❊ چرخ ہفتم پر وہ کیونکر جا سکیں

این همه علم بنای آخر است ❊ که عماد بود گاو و اشتر است

علم یہ سب اک بنا ہیں گھاس کی ❊ اونٹ گائے کے ستون زندگی

بهر استبقای حیوان چند روز ❊ نام آن کردند این گیهان رموز

تا مقیم اس میں ہوں انساں چند روز ❊ رکھا اس کا نام دنیا اور رموز

علم راه حق و علم منزلش ❊ صاحب دل داند آن را با دلش

علم منزل علم راہ کبریا ❊ اہل دل اور اس کا دل ہے جانتا

پس درین ترکیب حیوان لطیف ❊ آفرید و کرد با دانش الیف

پس اسی ترکیب سے انسان کو ❊ دیکھئے دانائی کیا پیدا ہو

نام کالانعام کرد آن قوم را ❊ زانکه نسبت کو بیقظه نوم را

پھر لقب ان کو دیا انعام کا ❊ خواب کو نسبت ہے بیداری سے کیا

روح حیوانی ندارد غیر نوم ❊ حسهای منعکس دارند قوم

روح حیواں صرف جانے نیند کو ❊ منعکس ہیں اس کی حسیں جان کو

یقظه آمد نوم حیوانی نماند ❊ انعکاس حس خود از لوح خواند

آئی بیداری تو سوتا چل دیا ❊ لوح سے وہ عکس حس کا پڑھ لیا

لے کسی نسخہ میں گیجان ہے یعنی نادان۔

لے کالانعام ... کالانعام بل ہم اضل سبیلا۔ یعنی وہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ وہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

ہمچو حسّ آنکہ خواب او را ربُود ‌‌ ‌ چوں شد او بیدار عکسِ او نمود
اس کی حس کی طرح جو بس سو گیا ‌ جبکہ جاگا، عکس اُس حس کا پڑا

لاجرم اسفل بود از سافلین ‌ ترک او کن لا اُحِبُّ الآفلین
پست تر پستوں سے ہے وہ بالیقین ‌ چھوڑ اُس کو لا اُحِبُّ الآفلین[1]

سنجاست نجاست کی طرف بڑھتی ہے

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد ‌ بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ زہرہ جنگ اور تبدیل کا ‌ پستیوں سے تھا کیا اُس کو فنا

باز حیواں را چو استعداد نیست ‌ عذر او اندر بہیمی روشنی ست
چونکہ استعداد حیواں میں نہیں ‌ عذر ہے حیوانیت کا دل نشیں

زو چو استعداد شد کاں رہبر ست ‌ ہر غذائے کہ خورد مغز خر است
جبکہ استعداد ہی رہبر نہیں ‌ کھائے جو کچھ مغزِ خر ہے بالیقیں

گر بلادر خورد او افیوں شود ‌ سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
ہے بھلاواں بھی افیم اُس کے لئے ‌ جس[2] سے سکتہ اور بے عقلی بڑھے

ماند یک قسمِ دگر در اجتہاد ‌ نیم حیواں نیم حیّ با رشاد
تیسری قسم ان کی اہلِ اجتہاد ‌ نیم حیواں نیم یادِ حق سے شاد

نفس اور عقل کی لڑائی

روز و شب در جنگ اندر کشمکش ‌ کردہ چالیش اولش با آخرش
رات دن ہیں کشمکش میں جنگ کی ‌ پہلوں پچھلوں میں لڑائی چھڑ گئی

[1] اللہ تعالیٰ فرو ہو جانے والی چیزوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔
[2] حالانکہ بھلاواں بہ سبب گرم خشک ہونے کے نیند نہیں آنے دیتا۔

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر　　گہ شتر چربید و گہ مجنون حر

جس طرح مجنوں سے ہو جنگ شتر　　گر شتر غالب کبھی مجنون حر[۱]

ہمچو مجنونند و چوں ناقہ اش یقیں　　میکشد آں پیش و آں واپس بکیں

مثل مجنوں اور ناقہ اہل کیں　　کھینچتے ہیں آگے پیچھے بالیقیں

میل مجنوں پیش آں لیلیٰ رواں　　میل ناقہ پس پئے طفلش دواں

خواہش مجنوں ہے لیلیٰ ہیں رواں　　اونٹنی بچے کے پیچھے ہے دواں

یکدم از مجنوں زخود غافل شدے　　ناقہ گردیدے و واپس آمدے

قیس غافل اک گھڑی ہوتا اگر　　ناقہ واپس جا کے لوٹ آتا ادھر

عشق و سودا چونکہ پر بودش بدن　　می نبودش چارہ از بیخود شدن

جسم اس کا عشق و سودا لے گیا　　بیخودی کے ماسوا چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مراقب عقل بود　　عقل را سودائے لیلیٰ در ربود

عقل کرتی ہے مراقب بر ملا　　عقل کو سودائے لیلیٰ لے اڑا

لیک ناقہ بس مراقب بود و چست　　چوں بدیدے او مہار خویش سست

ناقہ لیکن تھا مراقب اور چست　　دیکھتا جس دم نکیل اپنی وہ سست

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ　　رو سپس کردے بکرہ بیدرنگ

بس سمجھتا وہ ہے غافل اور دنگ　　دیکھتا پیچھے کو مڑ کر بیدرنگ

چوں بخود باز آمدے دیدے ز جا　　کو سپس رفتست بس فرسنگہا

آپ میں آتا تو پھر وہ دیکھتا　　کوسوں اس کے پیچھے ہے دوڑا گیا

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا　　ماند مجنوں در تردد سالہا

تین دن کی راہ تھی مجنوں جہاں　　تھا انہیں حالوں میں برسوں نوحہ خواں

[۱] آزاد

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم[1]	ما دو ضد پس ہمرہِ نالائقیم
بولا اے ناقہ ہیں دونوں شیفتا	دو ضدیں کس طرح ہوں گی ایک جا
نیستت بر وفق من مہر و مہار	کرد باید از تو عزلت اختیار
کب موافق ہیں مرے مہر اور مہار	تجھ سے یکسوئی کرونگا اختیار
ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن	گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
دونوں ساتھی باہمی ہیں راہزن	جان ہے گمراہ جو ہو محوِ تن
جاں ز ہجر عرش اندر فاقہ	تن ز عشق خاربن چوں ناقہ
جان فاقے میں ہے ہجر عرش سے	خار کی الفت سے تن ناقہ بنے
جاں گشاید سوئے بالا بالہا	در زدہ تن بر زمیں چنگالہا
جان کھولے ہوئے بالا بال و پر	مار تا چنگل بدن ہے خاک پر
تا تو با من باشی اے مردہ وطن	پس ز لیلیٰ دور ماند جان من
جب تلک اے مردہ وطن ہے دوستی	جان لیلا سے رہیگی دور ہی
روزگارم رفت زینگوں حالہا	ہمچو تیہ و قوم موسیٰ سالہا
عمر ان حالوں میں آخر ہو گئی	قوم موسیٰ جیسے جنگل میں رہی
خطوتینے بود ایں رہ تا وصال	ماندہ ام در رہ ز مستی چند سال
دو قدم کی راہ تھی راہِ وصال	جس میں مستی سے بیٹھے ہیں چند سال
راہ نزدیک و بماندم سخت دیر	سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
راہ تھی نزدیک اور پھرا اتنی دیر	سیر ہوں میں اے سواری تجھ سے سیر
سرنگوں خود را ز اشتر در فگند	گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
خود کو ناقے سے گرایا سرنگوں	اور کہا غم سے میں اب کب تک جلوں

[1] یہاں سے مجنوں کی گفتگو ناقہ کے ساتھ پھر شروع ہوتی ہے ؛

تنگ شد بر وے بیابان فراخ | خویشتن افگند اندر سنگلاخ
تنگ اُس پر وسعتِ صحرا ہوئی | پتھروں میں اپنی ہستی ڈال دی

آنچناں افگند خود را سخت زیر | کہ مخلخل گشت جسمِ آں دلیر
اس طرح وہ ناقہ سے نیچے گرا | جسم اس کا کھوکھلا سا ہو گیا

چوں چناں افگند خود را زیرِ پست | از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
جب وہ یوں اوپر سے نیچے گر پڑا | اتفاقاً پا شکستہ ہو گیا

پائے را بربست و گفتا گو شوم | در خمِ چوگانش غلطاں میروم
پاؤں باندھا اور کہا گیند ایسا ہوں | لوٹتا میدان میں اُس کے پھروں

زیں کند نفریں حکیمِ خوش دہن | بر سواری کو فرو ناید ز تن
اس لیے کرتے ہیں نفرت ہوشیار | اُن سواروں سے جو تن پر ہیں سوار

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود | گوئے گشتن بہرِ او اولیٰ بود
عشقِ مولیٰ کب ہے کم اس عشق سے | گیند بننا خوب اسی کے واسطے

گوئے شو می گرد بر پہلوئے صدق | غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
گیند بن جا صدق کے ارمان میں | لوٹتا پھر عشق کے میدان میں

کایں سفر زیں پس بود جذبِ خدا | واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
یہ سفر ہو بعد ازاں جذبِ خدا | وہ سفر ناقہ کا تو اک سیر تھا

ایں چنیں سیریست مستثنیٰ ز جنس | کایں فزود از اجتہادِ جن و انس
جنس ہی اس سیر کی کوئی نہیں | بڑھ گئی ہے انس و جن سے بالیقیں

ایں چنیں جذبیست نے ہر جذبِ عام | کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام
یہ جو جذبہ ہے نہیں ہے جذبِ عام | یہ طفیلِ مصطفےٰ ہے والسلام

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام | کہ سوئے شہ بر نبشتست او پیام
مختصر کر اب تو ذکرِ غلام | جس نے سوئے شاہ بھیجا ہے پیام

اس غلام کا بادشاہ کو رقعہ بھیجنا

رقعۂ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں ‏‏‏‏ میفرستد پیش شاہِ نازنیں
ایک رقعہ جس میں تھی جنگ اور کیں ‏‏‏‏ اس نے بھیجا سوئے شاہ نازنیں
کالبد نامہ است اندر وے نگر ‏‏‏‏ ہست لائق شاہ را آنگہ ببر
جسم بھی نامہ ہے اس پر غور کر ‏‏‏‏ لائق شہ ہو تو اس کو بھیج دے
گوشۂ رو نامہ را بکشا بخواں ‏‏‏‏ بیں کہ حرفش ہست درخورد شہاں
نامہ تنہائی میں پڑھ کر دیکھ لے ‏‏‏‏ حرف بھی شاہوں کے لائق ہیں لکھے
گر نباشد درخور اورا پارہ کن ‏‏‏‏ نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
ہوں نہ اس قابل تو پھر پرزے اڑا ‏‏‏‏ دوسرا اک نامہ لکھ کر اور لا
لیک فتح نامۂ تن زپ مداں ‏‏‏‏ ورنہ ہر کس سرِ دل دیدے عیاں
نامۂ تن کی ظفر آساں نہ جان ‏‏‏‏ ورنہ ہوتا رازِ دل سب پر عیان
نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب ‏‏‏‏ کارِ مرد انست نے طفلانِ کعب
ہے بہت دشوار نامہ کھولنا ‏‏‏‏ کام بچوں کا نہیں ہے مرد کا
جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم ‏‏‏‏ زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
ہم تو سب قانع ہیں اک فہرست پر ‏‏‏‏ ہیں بھرے حرص و ہوا ہیں سر بسر
باشد آں فہرست دامے عامہ را ‏‏‏‏ تا چناں دانند متن نامہ را
ہے یہی فہرست دامِ خلقِ عام ‏‏‏‏ تاکہ متن نامہ کو سمجھیں تمام
باز کن سرِ نامہ را گردن متاب ‏‏‏‏ زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
کھول سر نامہ نہ کھا تو پیچ و تاب ‏‏‏‏ اس سخن سے اور اللہ اعلم بالصواب
ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں ‏‏‏‏ متن نامہ سینہ را کن امتحاں
چونکہ ہے عنوان اقرارِ زباں ‏‏‏‏ متن سے سینہ کے کر اس کا امتحاں

کہ موافق ہست با اقرارِ تو — نا موافق وار نبود کارِ تو

کیا موافق ہے ترے اقرار سے — تا نہ تیرے کام میں جھگڑا پڑے

چوں جوال بس گرانے میبری — زاں نباید کم کہ در وے بنگری

گون جب تو اتنی بھاری لے چلے — کم سے کم اب دیکھ لینا چاہیئے

تا چہ داری در جوال از تلخ و خوش — گر ہمی ارزد کشیدن را بکش

گون میں کیا کیا ہے اچھا یا برا — لادنے کے ہو جو قابل — لادنا

ورنہ خالی کن جوالت راز سنگ — باز خر خود را ازیں بیگار و ننگ

گون خالی پتھروں سے ورنہ کر — اور جنگ و ننگ سے کرلے حذر

در جوال آں کن کہ بباید کشید — سوئے سلطاناں و شاہاں رشید

گون میں وہ بھر جو بھرنا چاہیئے — جو ہو لائق شاہ اور سلطان کے

زشت نبود کایں جوال مُردہ ریگ — میکشی و باشد آنہم پُر زریگ

گون کو ناچیز سے بھر لیا — ریت بھر کر پھر سے اس کو کھینچنا

چوں نمیتانی کہ پُر لعلش کنی — ہم تہی بہتر چو ہمجنس تنی

لعل سے بھرنا نہیں گر جانِ من — خالی بہتر تو جو ہے ہم جنس تن

ایک بڑی پگڑی والے فقیہ کی کہانی

یک فقیہے ژندہا بر چیدہ بود — در عمامہ خویش در پیچیدہ بود

ایک فقیہ اک مولوی تھے چیتھڑے — سب وہ عمامے کے اندر رکھ لیے

تا شود زفت و نماید آں عظیم — چوں در آید سوئے محفل در حطیم

تا کہ عمامہ نظر آئے عظیم — جبکہ ہو وہ داخل بزم حطیم[۲]

[۱] یعنی خواہشات نفسانی میں غرق

[۲] کعبہ کی بیرونی دیوار

ژندہا از جامہا پیراستہ ‌ ‌ ظاہرا دستار ازاں آراستہ
چیتھڑوں کو ایسا کیا آراستا ‌ ‌ سج گئی دستار اس کی ظاہرا

ظاہر دستار چوں حلۂ بہشت ‌ ‌ چوں منافق اندروں رسوا و زشت
پگڑی تھی ظاہر ہیں حلۂ خلد کا ‌ ‌ جوں منافق باطن اس کا تھا بُرا

پارہ پارہ دلق و پنبہ و پوستیں ‌ ‌ در درون آں عمامہ بُد دفیں
پوستیں گدڑی کے ٹکڑے اور روئی ‌ ‌ اس نے عمامے کے اندر رکھی تھی

روئے سوئے مدرسہ کردہ صبوح ‌ ‌ تا بدیں ناموس او یابد فتوح
صبح کو وہ جانب مکتب چلا ‌ ‌ تا ہو اس عزت سے حاصل ذرا

در رہِ تاریک مردے جامہ کن ‌ ‌ منتظر استادہ بود از بہر فن
اک جگہ تاریک سا کوئی راستا ‌ ‌ گھات میں واں اک اُچکا تھا کھڑا

در ربود او از سرش دستار را ‌ ‌ پس دواں شد تا بسازد کار را
اس کی پگڑی لے کے وہ چلتا ہوا ‌ ‌ بھاگا تا کچھ کام لے اپنا بنا

پس فقیہش بانگ برزد کاے پسر ‌ ‌ باز کن دستار را آنگہ ببر
چیخا عالم پھر تو لے جا نا پسر ‌ ‌ دیکھ لے پگڑی کو پہلے کھول کر

ایں چنیں کہ چار پرّہ می پری ‌ ‌ باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
جس کو لیکر یوں تو جاتا ہے اُڑا ‌ ‌ کھول کر تو دیکھ وہ تحفہ ہے کیا

باز کن آں را بدست خود بمال ‌ ‌ آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
اپنے ہاتھوں سے تو کھول اور مل اسے ‌ ‌ پھر جو چاہے لے جا جائز ہے تجھے

چونکہ بازش کرد آنکہ می‌گریخت ‌ ‌ صد ہزارش ژندہ اندر رہ بریخت
بھاگنے ہیں اس نے کھولا جب اسے ‌ ‌ راستے ہیں لاکھ چیتھڑے گر پڑے

زاں عمامہ زفت نا بایست او ‌ ‌ ماند یک گز کہنہ در دست او
اس عمامے سے جو تھا اتنا بڑا ‌ ‌ ہاتھ میں گز بھر کا چیتھڑا رہ گیا

بر زمیں زد کہنہ را کاے بے عیار | زیں دغل ما را بر آوردی ز کار

بولا عالم سے زمیں پر پھینک کر | کام دھوکے سے بگاڑا سر بسر

ایں چہ تزویر است و مکر است و چہ شید | کو فگندی مر مرا در قید و صید

کیسا دھوکا تھا یہ کیسا مکر تھا | جس نے مجھ کو یوں شکار اپنا کیا

شرمت نامد مرترا زیں ژندہا | از دغل بفگندیم اندر دغا

شرم چیتھڑوں سے نہ آئی تجھ کو کیوں | جو دغا میں تو نے ڈالا مجھ کو یوں

گفت بنمودم دغل لیکن ترا | از نصیحت باز گفتم ماجرا

بولا بیشک مکر تھا لیکن تجھے | ہم بطورِ پند سے تھے سمجھا چکے

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت | عیب خود را بانگ زد با جملہ گفت

ایسے ہی دنیا ہے گو خوش اور عجب | عیب کر دیتی ہے ظاہر اپنے سب

اہلِ دنیا کو دنیا کی نصیحت

اندریں کون و فساد اے اوستاد | آں دغل کون و نصیحت آں فساد

اس فساد و کون میں اے اوستاد | کون ہے مکر اور نصیحت ہے فساد

کون میگوید بیا من خوش پیم | واں فسادش گفت رو من لاشیم

کون کہتا ہے کہ آ خوش پئے ہوں میں | اور فساد اس کا کہ چلا لاشئے ہوں میں

اے ز خوبیٔ بہاراں لب گزاں | بنگر آں سردی و زردیٔ خزاں

اے کہ تو کاٹے بہار خوش سے لب | سردی اور زردی خزاں کی دیکھ اب

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب | مرگ او را یاد کن وقتِ غروب

دیکھتا دن بھر ہے تو خورشید خوب | موت اس کی یاد کر وقتِ غروب

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق | حسرتش را ہم ببیں وقتِ محاق

چاند پر دیکھے ہیں جلوے بدر کے | دیکھ حسرت اس کی جس دم دہ گھٹے

کودکی از حسن شد مولائے خلق	بعد فردا شد خرف رسوائے خلق
حسن سے لڑکا ہوا آقائے خلق	جب ہوا بوڑھا ہوا رسوائے خلق
گر تن سیمیں براں کرد آشکار	بعد پیری بیں تنش چوں پنبہ زار
گر ہوا سیمیں تنوں کا تو شکار	بعد پیری دیکھیگا تن پنبہ زار
اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز	فضلۂ آں را بہ بیں در آبریز
چکنی چکنی دیکھتا ہے کیا غذا	اُس کا فضلہ دیکھ موری میں ذرا
مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو	در فریب آں حسن مرغوبیت کو
پوچھ اُس سے اب ہے وہ خوبی کہاں	حسن میں باقی ہے مرغوبی کہاں
بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوت	بر سبد کو جلوہ و نغزی و بوت
اب کہاں وہ عشوہ نرمی کی خو	اب کہاں وہ جلوۂ رعنا کی بو
گوید آں دانہ بُدم من دام آں	چوں شدی تو صید دانہ شد نہاں
وہ کہے وہ دانہ تھا میں دام تھا	جب ہوا تو صید دانہ چھپ گیا
پس انامل رشکِ استاداں شدہ	در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
انگلیاں صنعت میں جو استاد تھیں	آخر کار ایک دن لرزاں ہوئیں
نرگسِ چشم خماری ہمچو جاں	آخر اعمش بیں و آب از وے چکاں
نرگسی جو آنکھ تھی مانند جاں	ڈھلکی آخر اُس سے ہے پانی رواں
حیدرے کاندر صفِ شیراں رود	آخر او مغلوب موشے می شود
جنگ جو شیروں کی صف میں جائے جو	آخر اک چوہے سے وہ مغلوب ہو
طبع تیز و دوربین و محترف	چوں خر پیرش بہ بیں آخر خرف
تیز طبع و دوربیں صنّاع کو	دیکھ اک بوڑھا گدھا جب ضعف ہو
زلف و جعدِ مشکبار عقل بر	آخر او چوں دمّ زشت پیر خر
مشک بو وہ زلف جو تھی عقل تاب	بوڑھے خر کی دُم کی صورت ہو خراب

خوش ببیں کونش ز اوّل باکشاد | و آخر آں رسوائیش بیں و فساد
پہلے اُس کے کون کو تھا اک کشاد | اور ہے انجام رسوائی فساد

زانکہ او بنمود پیدا دام را | پیش تو بر کند سبلت خام را
کیونکہ اُس نے جال پھیلائے کھلے | کی فضیحت اُن کی جو اُس میں پھنسے

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت | ورنہ عقل من ز دانہ می شکیفت
پس نہ کہ دنیا نے دی مجھ کو دغا | ورنہ مجھ کو صبر اک دانے سے تھا

طوق زرّین و حمائل بیں ہلہ | غلّ و زنجیرے شد است و سلسلہ
وہ حمائل اور طوقِ زر نگار | بن گیا زنجیر و غلّ[1] انجام کار

ہمچنیں ہر جزو عالم می شمر | اوّل و آخر در آرش در نظر
کر یونہی ہر جزوِ عالم پر نظر | اوّل و آخر پر اُس کے غور کر

ہر کہ آخر بیں ترا و مسعود تر | ہر کہ آخُر بیں ترا و مطرود تر
جو کہ آخر بیں ہے وہ مسعود ہے | جو آخُر بیں دانہ ہے مردود ہے

روئے ہر یک چوں مہِ فاخر ببیں | چونکہ اوّل دیدہ آخر ببیں
سب کا منہ مثلِ مہِ خوش کام دیکھ | دیکھ کر آغاز پھر انجام دیکھ

تا نباشی ہمچو ابلیس اعورے | نیم بیند نیم نے چوں ابترے
ہو نہ کانا مثلِ ابلیسِ لعیں | جس نے آدھا دیکھا اور آدھا نہیں

دید طین آدم و دینش ندید | ایں جہاں دید آں جہاں بینش ندید
دیکھی خاکِ آدم، اُن کا دین نہیں | یہ جہاں دیکھا نہ بینش بالیقیں

فضل مرداں بر زناں اے بو شجاع | نیست بہر قوت و کسب و ضیاع
مرد عورت سے ہے افضل بالیقیں | بہر کمائی اور کھیتی سے یہ نہیں

[1] طوق

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی فضل بودے بہر قوت اے عمی
ورنہ شیر اور فیل کو انسان پر افضلیت ہوتی سمجھ اے بے خبر

فضل مردان بر زن اے حالی پرست زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
مرد زن سے اس لئے افضل ہوا کیونکہ وہ ہے دوربیں اس سے سوا

مرد کاندر عاقبت بینی خم است او ز اہل عاقبت چوں زن کم است
مرد جو ہو عاقبت بینی میں خم دور بینوں سے وہ مثل زن ہے کم

از جہاں دو بانگ می آید بضد تا کدامے را تو باشی مستعد
اس جہاں کی دو صدائیں ہیں جدا کون سی آواز پر تو ہے فدا

آں یکے بانگش نشور اتقیا ویں دگر بانگش فریب اشقیا
اک صدا اس کی حیات متقی دوسری آواز ہے مکر شقی

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
سن شگوفوں اور کانٹوں کی صدا پھر صدائے خار پر ہو مبتلا

من شگوفہ خارم اے خیر کبار گل بریزد من بمانم شاخِ خار
ہوں شگوفہ اور کانٹا اے نگار پھول جھڑ جائے رہوں میں شاخ خار

بانگِ اشگوفہ اش کہ اینک گلفروش بانگِ خارِ او کہ سوئے ما مکوش
ہے شگوفے کی صدا چن پھول ہاں کانٹا کہتا ہے نہ آ ہرگز یہاں

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر کہ محب از ضد محبوب است کر
اس کو چھوڑے گا اگر اس کی سنی بہرا عاشق ضد سے ہے محبوب کی

آں یکے بانگ ایں کہ اینک حاضرم بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
ایک کہتا ہے کہ میں حاضر ہوں آ دوسرا کہتا ہے دیکھ آخر مرا

حاضری ام ہست چوں مکر و کمیں نقش آخر ز آئینہ اول ببیں
حاضری میری ہے مثل مکر و کیں آئینے میں دیکھ نقش آخریں

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی / آں دگر را ضد و نادرخور شدی
دونوں کونوں سے جو اک میں تو گیا / دوسری کے پھر تو نا قابل ہوا

اے خنک آں کو ز اوّل آں شنید / کش عقول و سمع مرداں شنید
وہ مبارک ہیں جنہوں نے پہلے سے سُنا / جو عقیلوں اور مردوں نے سنا

خانہ خالی یافت او را جا گرفت / غیر آنش گر نماید ناشگفت
جیسے خالی گھر میں کوئی جا گھسے / غیر اُس کا اس کو کچھ دکھلائی دے

کوزۂ نو کو بجو و بو لے کشد / آں خبث را آب نتواند برد
جذب ہے جو کوزہ کرے پیشاب کو / پاک پھر پانی سے وہ ہرگز نہ ہو

در جہاں ہر چیز چیزے را کشد / کفر کافر را و مرشد را رشد
ایک جاذب دوسرے کا ہے یہاں / کفر کافر کو رشد مرشد کو ہاں

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد / گرم گرمی را کشید و سرد سرد
جاذب ہر شئے ہے ہر شئے نیک مرد / گرم کھینچے گرم کو ٹھنڈے کو سرد

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست / تا تو آہن یا کہے آئی بشست
جذب مقناطیس ہے اور کہربا / لوہا ہو یا کاہ تو کھچ جائے گا

بُرد مقناطیست ار تو آہنی / ور کہی بر کہربا ہم می تنی
ہے اگر لوہا تو مقناطیس سے / کاہ ہے تو کہربا کھینچے تجھے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار / لاجرم شد پہلوئے فجار جار
جو نہیں نیکوں کا اس دنیا میں یار / وہ بدوں کے ساتھ ہے انجام کار

واں یکے را صحبت خار اختیار / لاجرم شد پہلوئے ہر خار خار
جس نے کی خاروں کی صحبت اختیار / وہ ہوا ہر خار کے پہلو میں خار

لہ ہدایت ؛

ہست موسیٰؑ پیشِ قبطی بس ذمیم ۔۔ ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم

قبطیوں[1] کے آگے موسیٰؑ تھے بُرے ۔۔ اور ہاماں سبطیوں[2] کے سامنے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ ۔۔ جانِ موسیٰؑ طالبِ سبطی شدہ

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی ہوئی ۔۔ جانِ موسیٰؑ طالبِ سبطی ہوئی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب ۔۔ معدۂ آدم جاذبِ گندم آب

معدۂ خر جذب چارے کو کرے ۔۔ آدمی کا معدہ گندم کھینچ لے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام ۔۔ بنگر او را کوش ساز یدست امام

تو نہ تاریکی سے گر سمجھے ہمام ۔۔ دیکھ اُن کو جس کو کہتے ہیں امام

زانکہ ہر گرّہ پئے مادر رود ۔۔ تا بداں جنسیتش پیدا شود

بچہ ماں کے پیچھے جائے بار بار ۔۔ تا اثر ہو جنسیت کا آشکار

عارف کی غذا نورِ حق ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد ۔۔ شیرِ خر از نیم زیرینہ بود

آدمی کو دودھ سینے سے ملے ۔۔ اور گدھے کو نصف زیرِ جسم سے

عدلِ قسّام ست و قسمت کردنی ست ۔۔ ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست

عدل ہے قسّام سب کے بخت کا ۔۔ ظلم و جبر اس میں نہیں ہرگز ذرا

جبر بودے کے پشیمانی شدے ۔۔ ظلم بودے کے نگہبانی بُدے

جبر ہوتا تو پشیمانی تھی کیا ۔۔ ظلم ہوتا تو نگہبان کون تھا

روز آخر شد سبق فردا بود ۔۔ رازِ ما را روز کے گُنجا بود

ڈھل گیا دن کل سبق ہوگا نیا ۔۔ ایک ہی دن میں سمائے راز کیا

[1] اہلِ مصر جو آلِ فرعون اور اس کے متبعین میں سے تھے۔
[2] بنی اسرائیل کے بارہ گروہ سبطی کہلاتے تھے۔ جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے۔

حاصل آں کاندر دخول در ابواب | در مگر واللہ اعلم بالصواب
آنے جانے ہیں تو سب بے حجاب | غور کر واللہ اعلم بالصواب

دنیا کے مغروروں اور نفس کے گرفتاروں سے خطاب

اے بکردہ اعتماد و استقے | بر دم و بر جاپلوس فاسقے
ایک تجھ کو ہے بھروسہ ہمیشہ تو | ہر فریب فاسق ناپاک پر
خیمہ بر ساختی از حباب | آخر آں خیمہ پست پس واہی طناب
بلبلے سے ڈالی گنبد کی بنا | کس قدر ہے سست یہ خیمہ ترا
زرق چوں برقست اندر نور آں | راہ نتواند دیدن رہرواں
مکر مثل برق ہے اس میں نہاں | راہ رہرو پہ نہیں ہوتی عیاں
اینجہان و اہل آں بیحاصلند | ہر دو اندر بیوفائی یکدلند
یہ جہاں ہے ہیچ اور اہل جہاں | بیوفائی میں ہیں دونوں ہمزباں
زادۂ دنیا چو دنیا بیوفاست | گرچہ رو آرد بتو آں رو قفاست
اہل دنیا مثل دنیا بیوفا | پیٹھ اُن کی جان جب ہو سامنا
اہل آں عالم چو آں عالم زبر | تا ابد در عہد و پیماں مستقر
اُس جہاں والے ہیں احساں سر بسر | عہد اور پیماں میں اپنے مستقر
خود دو پیغمبر بہم کے ساختند | معجزات ہمدگر کے بشناختند
دو نبی آپس میں کس واں ضد ہوئے | آپ کے کب اک نے چھینے معجزے
کے شود پژمردہ میوہ آں جہاں | شادیٔ عقبیٰ نگردد اندہاں
اُس جہاں کا میوہ پژمردہ ہو گیا | ہو خوشی عقبیٰ کی کیونکر غم فزا

قائم

نفس بس بد عہد ست زاں رو کشتنی ست — او دنی و قبلہ گاہ او دنی ست
نفس بد عہد اس لئے ہے کشتنی — وہ دنی اور قبلہ گاہ اس کا دنی

نفسہا را لائق ست ایں انجمن — مردہ را در خور بود گور و کفن
نفسوں کے لائق ہے بس یہ انجمن — جیسے مردہ قابل گور و کفن

نفس اگرچہ زیرک ست و خردہ داں — قبلہ اش دنیا ست او را مردہ داں
نفس اگرچہ ہے بہت باریک داں — قبلہ جو دنیا ہے اس کو مردہ جان

آب وحی حق بدیں مردہ رسید — شد ز خاک مردہ زندہ پدید
پانی وحی حق کا جب اس کو ملا — زندہ خاک مردہ سے ظاہر ہوا

تا نیاید وحی تو غرہ مباش — تو بداں گلگونۂ فال لقاش
وحی جب تک آ نہ جائے کر نہ ناز — لاکھ گلگونہ ملے۔ عمرش[2] دراز

بانگ و صیتی جو کہ آں خامل نشد — تاب خورشیدے کہ آں آفل نشد
ڈھونڈھ اس آواز کو جو کم نہ ہو — سورج ایسا جو کبھی مدھم نہ ہو

آں ہنرہائے دقیق و قال و قیل — قوم فرعون اند اجل چوں آب نیل
یہ ہنر باریک اور یہ قال و قیل — قوم ہیں فرعون کی موت آب نیل

رونق و تاب و طرب و سحر شاں — گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
کر و فر اور ان کی رونق[1] سے اٹی — گو کرے مخلوق کی گردن کشی

سحرہائے ساحراں داں جملہ را — مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا
جان جادوگر کا جادو بر ملا — جیسے اژدر بن گئی چوب قضا

جادوئیہا را ہمہ یک لقمہ کرد — یک جہاں پر شب بد انرا صبح خورد
جادوؤں کو اس نے اک لقمہ کیا — ایک دنیا کو سحر تک کھا گیا

[1] کینہ۔

[2] دنیا کو یہ درازی عمر کی دعا بطور تمسخر دی گئی ہے۔

نور از آں خوردن نشد افزوں و بیش — بل ہماں سانست کو بود ست پیش

نور کھانے سے نہ کچھ اس کا بڑھا — بلکہ وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا

در اثر افزوں شدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے

ذات میں تو کیا اثر میں بڑھ گیا — ذات میں افزونی و نقصاں ہے کیا

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد — آنچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد

حق نہ کچھ ایجادِ عالم سے بڑھا — وہ نہیں وصف اب بھی جو پہلے نہ تھا

لیک افزوں شد اثر ز ایجادِ خلق — درمیاں آں فراوانست فرق

ہاں اثر ایجادِ خلقت سے بڑھا — فرق بیّن درمیاں ہیں پڑ گیا

ہست افزونی اثر اظہار او — تا پدید آید صفات و کار او

اس کی مظہر ہے فزونی اثر — تا صفات اس کی ہوں ظاہر اے پسر

ہست افزونی ہر ذاتے دلیل — کو بود حادث بعلتہا علیل

ذات ہی کی ہے ہر افزونی دلیل — جو ہے حادث اور علّت[۱] سے علیل

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق — لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق

نکتہ کچھ باریک تر یہ ہو گیا — مسئلہ مشکل ہے لیکن سن ذرا

گفت موسیٰؑ سحر ہم حیراں کنیست — چوں کنم کایں خلق را تمییز نیست

بولے موسیٰؑ سحر ہے حیرت فزا — کیا کروں کوئی نہیں جب جانتا

فاوجس[۲] فی نفسہ خیفۃ موسیٰؑ ...... کی تفسیر

گفت حق تمییز را پیدا کنم — عقل بے تمییز را بینا کنم

حق کہے تمییز میں پیدا کروں — عقل بے تمییز کو بینا کروں

۱ یعنی معلول بہ علّت +

۲ پس موسیٰؑ نے اپنے نفس میں خوف پایا...... +

چونکہ معجزہات را ظاہر کنم | عقل را در دیدنش فاخر کنم

جبکہ تیرے معجزے ظاہر کروں | عقل کو اس سے پیام فخر دوں

دیدہ بخشم عقل بے تمییز را | کور سازم جاہل ناچیز را

آنکھ دوں میں عقل بے تمییز کو | کور کردوں جاہل ناچیز کو

گرچہ چوں دریا برآورد کف | موسیا تو غالب آئی لاتخف

مثل دریا گو وہ لائیں کف مگر | غالب آئیگا تو اے موسیٰ نہ ڈر

بود اندر عہد خود سحر افتخار | چوں عصا شد مار آنہا گشت عار

جادو اپنے دور میں تھا افتخار | جب عصا اژدر بنا تھا سحر عار

ہر کسے را دعوی حسن و نمک | سنگ مرگ آمد نمکہا را محک

ہوئے جس کو دعوئے حسن و نمک | موت کا پتھر ہے اس کی محک

سحر رفت و معجزہ موسیٰ گذشت | ہر دو را از بام بود افتاد طشت

سحر اور موسیٰ کا گذرا معجزہ | ذکر ان دونوں کا باقی رہ گیا

بانگ طشت سحر جز لعنت نماند | بانگ طشت دیں بجز رفعت نماند

لعنتوں میں سحر کی شہرت رہی | دین کی شہرت مگر رفعت رہی

چوں محک پنہاں شدست از مرد و زن | در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن

وہ کسوٹی مرد و زن سے ہیں نہاں | وقت ہے باطل جو ہو مغرور ہاں

وقت لافستت محک چوں غائبست | میبرندت از عزیزی دست دست

ہے محک غائب غرور و ناز کر | سب کے دل میں ہے تری عزت کا گھر

ہر دمت عزتے و نازے در فزود | چوں محک آمد چرا گشتی کبود

بڑھ رہی ہے تیری عزت ہر گھڑی | جب کسوٹی آئی رنگت کیوں اڑی

قلب میگوید ز نخوت ہر دمم | اے زر خالص من از تو کے کمم

کہتا ہے نخوت سے کھوٹا بالیقیں | اے زر خالص میں تجھ سے کم نہیں

زر ہمی گوید بلے اکنوں چہ تاش
لیک می آید محک آمادہ باش
زر یہ کہتا ہے کہ یہ سچ ہے مگر
اب کسوٹی آ رہی ہے صبر کر

مرگِ تن ہدیہ است بر اصحابِ راز
زرِ خالص را چہ نقصانست گاز
مرگِ تن تحفہ ہے بہرِ اہلِ راز
کیا زیاں دیگا زرِ خالص کو گاز[1]

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے
آں سیہ کاخر شد اوّل شدے
ہوتا آخر بیں جو کھوٹا خوش نگاہ
مثلِ آخر ہوتا پہلے ہی سیاہ

چوں شدے اوّل سیہ اندر لقا
دور بودے از نفاق و از شقا
اور اگر پہلے ہی ہوتا وہ سیاہ
کب وہ بدبختی سے پھر ہوتا تباہ

کیمیائے فضل را طالب بُدے
عقل او بر زرقِ او غالب شدے
ہوتا طالب کیمیائے فضل کا
غالب اُس کے مکر پر ہوتی ذکا

چوں شکستہ دل شدے از حالِ خویش
جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش
دل شکستہ جبکہ ہوتا اے فتا
دل شکستوں ہیں وہ خود کو دیکھتا

عاقبت را دید او اشکستہ شد
از شکستہ بند در دم بستہ شد
وہ شکستہ ہیں غمِ انجام سے
اور شکستہ بندیوں سے ہیں بندھے

فضل مسہا را سوئے اکسیر راند
آں زر اندود از محک محروم ماند
مس سوئے اکسیر جا پہنچا مگر
رہ گئے خالی محک سے اہلِ زر

اے زر اندودہ مکن دعویٰ ببیں
کہ نماند مشتریت اعمیٰ چنیں
اے زر اندودہ اب نہ کر دعویٰ گری
ایسا اندھا بھی نہ ہوگا مشتری

نورِ محشر چشمہا بینا کند
چشم بندی ترا رسوا کند
نورِ محشر آنکھ کو بینا کرے
چشم بندی کو تری رسوا کرے

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند
حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند
دیکھ ان کو جو کہ آخر بیں ہوئے
حسرتِ جاں رشکِ دیدہ بن گئے

[1] ایک قسم کی مقراض

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند | سِرِّ فاسد ز اصلِ سر ببریدہ اند

ہاں نہ دیکھ ان کو جنہوں نے کر دیا | اصل سِر سے سِرِّ فاسد کو جدا

پیش حالی ہیں کہ در جہل و شک | صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک

حال ہیں جو جہل و شک سے ہو گئی | صبحِ صادق صبحِ کاذب ایک سی

صبحِ کاذب صد ہزاراں کاروان | داد بر باد ہلاکت اے جوان

صبحِ کاذب نے تو لاکھوں کارواں | کر دیئے برباد و غارت اے جواں

صبحِ صادق را طلب کن اے عزیز | تا ز صدقِ او شوی صاحب تمیز

صبحِ صادق کو طلب کر لے عزیز | تا ہو اس کے صدق سے تجھ کو تمیز

نیست نقدے کش غلط انداز نیست | وائے آنجاں کش محک و گاز نیست

ہے غلط انداز ہر اک نقد کا | وائے اس پر جو محک سے ہے جدا

باز رو سوئے غلام و کتابتش | کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش

چل غلام اور اس کے نامے کی طرف | شاہ کو جو لکھ رہا ہے ذی شرف

مدعی کو دعوے سے جھڑکنا

بو مسیلم گفت من خود احمدم | دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم

میں ہوں احمدؐ بو مسیلم[2] کہتا تھا | دینِ احمدؐ میں نے برہم کر دیا

بو مسیلم را بگو کم کن بطر[1] | غرۂ اول مشو آخر نگر

یوں نہ اترا بو مسیلم سے کہو | پہلے مت کر غرہ دیکھ انجام کو

ہاں قلاوزی مکن از حرص جمع | پس روی کن تا فتد در پیش شمع

حرص سے بنتا ہے ناحق پیشوا | پیروی کر تا رہے شمع سہارا

[1] کھیا۔

[2] عبد الرحمٰن جس کا لقب مسیلمہ کذاب تھا اور جس نے عہدِ نبوی میں جھوٹا دعوائے نبوت کیا تھا۔

شمع مقصد را نماید ہمچو ماہ | کاینطرف دانہ است یا خود دامگاہ
شمع مقصد کو دکھا دے مثل ماہ | اس طرف دانہ ہے یا ادھر ہے دام گاہ

گر بخواہی ور نخواہی با چراغ | دیدہ گردد نقش باز و نقش زاغ
تیری ہی خواہش ہو نہ ہو جب ہو چراغ | خود عیاں ہو نقش باز اور نقش زاغ

ورنہ این زاغان دغل افروختند | بانگ بازان سپید آموختند
ورنہ ان کووں نے یہ کی ہے دغا | سیکھ کر آئے ہیں بازوں کی صدا

بانگ ہدہد گر بیاموزد قطا[1] | راز ہدہد کو و پیغام سبا
گر صدا ہدہد کی سیکھے بھی قطا | لائیگا کس طرح پیغام سبا

بانگ بر رستہ ز بر بستہ بدان | تاج شاہان را ز تاج ہدہدان
قید اور آزاد کی آواز جان | تاج ہدہد تاج شہ میں فرق مان

حرف درویشان و نکتہ عارفان | بستہ اند این بیحیایان بر زبان
عارفوں کے اور فقیروں کے بیان | بے حیاؤں نے سیکھے ہیں بر زبان

ہر ہلاک امت پیشین کہ بود | زانکہ چندل را گمان کردند عود
تھی ہلاکت اگلی امت کی یہی | عود چندن کو وہ سمجھی ہوئی

بود شان تمییز کان مظہر کند | لیک حرص و آز کور و کر کند
تھی انہیں تمیز جو ظاہر کرے | پر تھے اندھے بہرے حرص و آز سے

کوری کوران ز رحمت دور نیست | کوری حرص ست کان معذور نیست
اندھا پن کب رحمتوں سے دور ہے | حرص کی کوری کہاں معذور ہے

چار میخ[2] شہ ز رحمت دور نے | چار میخ حاسدے مغفور نے
ہے کرم بھی چار میخی شاہ کی | چار میخی دشمنوں کی ہے بری

ا؎ ایک سنگ خوار جانور ہے جس کی آواز سے مسافروں کو پانی کا پتہ لگ جاتا ہے
۲؎ وہ سزا کہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں ٹھونکی جاتی ہیں۔

ماہیا آخر یکے بنگر بہ شست	بدگلوئی چشم آخر بینت بست
شست کی جانب بھی مچھلی دیکھ لے	چشم آخر بیں ہے اندھی حرص سے
با دو دیدہ اوّل و آخر ببیں	ہیں مباش اعور چو ابلیس لعیں
اوّل و آخر پہ کر آخر نظر	مثل شیطاں بن نہ کانا اے پسر
اعور آں باشد کہ حالی دید و بس	چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
کانا وہ ہے جو فقط ہے حال بیں	پیش و پس کی کچھ خبر جس کو نہیں
چوں دو چشم گاو در جرم تلف	ہمچو یک چشمست کش نبود شرف
دونوں[۱] آنکھیں گائے کی گر ہوں تلف	ہے عوض اک آنکھ کا کم ہے شرف
نصف قیمت ارزد آں دو چشم او	کہ دو چشمش راست مسند چشم تو
پائے[۲] قیمت دونوں آنکھوں کی بجا	مسند ان دو کی ہے اک آنکھ لے دنا
گر کنی یک چشم آدم زادہ	نصف قیمت لازمست از جادہ
پھوڑ دے گر اک آنکھ تو انسان کی	نصف قیمت چاہیئے دینی اخی
زانکہ چشم آدمی تنہا بخود	بے دو چشم یار کارے میکند
کیونکہ تنہا آنکھ بھی انسان کی	خوب کر سکتی ہے کاروبار بھی
چشم خر چوں اوّلش بے آخرست	گر دو چشمش ہست حکمش اعورست
چشم خر جس کی نہیں کچھ انتہا	گو ہیں دو لیکن ہیں کانی برملا
ایں سخن پایاں ندارد واں خفیف	مینویسد رقعہ در طمع رغیف
یہ سخن تو ہے طویل اور وہ غلام	طمع میں روٹی کی لکھتا ہے پیام

۱؎ یہ ایک مسئلہ شرعی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی چوپائے کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو جراحت کا عوض اس کی ایک آنکھ کے برابر ہوگا +

۲؎ یعنی جبکہ تو یک چشم ہے اور آخر بیں نہیں تو اس کی دونوں آنکھوں کی قیمت چوتھائی ہونے کے قابل ہے +

غلام کا طلب اُجرت کیلئے رُقعہ لکھنا

رفت پیش از نامہ پیش مطبخی ۔ کای بخیل از مطبخ شاہ سخی

شہ کے باورچی سے یوں پہلے کہا ۔ مطبخ شاہی کے اے بخیل آشنا

دور از و وز ہمتِ او کاین قدر ۔ از جرے ام آیدش اندر نظر

اس کی ہمت سے ہے یہ دور اس قدر ۔ ہو وظیفے پر مرے اس کی نظر

گفت بہر مصلحت فرمودہ است ۔ نے برائے بخل و نے تنگی دست

بولا تھی اس میں بھی کوئی مصلحت ۔ بخل اور تنگی نہیں اُس کی صفت

گفت دہلیزیست واللہ این سخن ۔ پیش شہ خاکست این زرِّ کہن

بولا کتنا پست ہے تیرا سخن ۔ خاک پیش شاہ ہے زرِّ کہن

مطبخی دہ گونہ حجت بر فراشت ۔ او ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت

گرچہ باورچی نے کیں سو حجتیں ۔ اس نے رد کیں حرص سے آن میں

چوں جرے کم آمدش در وقت چاشت ۔ زد بسے تشنیع او سودے نداشت

تھوڑا آیا جب وظیفہ چاشت کا ۔ اس نے کی طعنہ زنی بے فائدہ

گفت قاصد میکنید اینہا شما ۔ گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما

بولا یہ سب کرتے ہو تم قصد سے ۔ بولا۔ ہم تو سب ہیں بندے حکم کے

این مگیر از فرع این از اصل گیر ۔ بر کماں کم زن کہ از بازوست تیر

فرع سے کیا ہے یہ سب کچھ اصل سے ۔ کیا کماں کا۔ تیر بازو سے چلے

ما رمیتَ اذ رمیتَ ابتلاست ۔ بر نبیؐ کم نہ گنہ کاں از خداست

لہ ما رمیتَ اذ رمیتَ امتحان ۔ مت نبیؐ پر رکھ گنہ حق سے تو جان

لہ جب اس نے تیر چلایا۔ تو گویا اس نے نہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا +

آب از سر نیزہ است اے خیرہ خشم ۔ بلبشتر بنگر یکے بکشائے چشم
پانی سر سے ایک نیزہ ہے بلند ۔ کھول آنکھیں دیکھ اس سے بھی دوچند

شد ز خشم و غم درون بقعہ ۔ سوئے شہ بنوشت خشمیں رقعہ
وہ غم و غصّہ میں اپنے گھر گیا ۔ خشمگیں اک نامہ سلطاں کو لکھا

اندر آں رقعہ ثنائے شاہ گفت ۔ گوہر جود و سخائے شاہ سُفت
رقعہ میں پہلے ثنائے شاہ کی ۔ پھر ستائش جود و بخشش کی لکھی

کائے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو ۔ جملہ محتاجاں بتو آوردہ رُو
ہاتھ تیرا ابر و دریا سے سوا ۔ تو ہی محتاجوں کا ہے حاجت روا

زانکہ ابر آنچہ دہد گریاں دہد ۔ کفِ تو خنداں پیاپے خواں نہد
ابر سے جو کچھ بھی وہ رو رو کے دے ۔ تو عطا ہنس ہنس کے لوگوں پر کرے

ظاہر رقعہ اگرچہ مدح بود ۔ بوئے خشم از مدح اثرہا می نمود
تھی بظاہر مدح رقعے میں لکھی ۔ مدح میں آتی تھی بو غصے ہی کی

زاں ہمہ کارِ تو بے نور است و زشت ۔ کہ تو دوری دور از نورِ سرشت
اس لئے ہیں کام سب بے نور و خراب ۔ نور سے تو دور ہے اے باحجاب

رونق کارِ خساں کاسد شود ۔ ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود
اہل دنیا کے ہیں کھوٹے[1] کام سب ۔ میوۂ تازہ گرے جوں بے طلب

رونق دنیا برآرد زو کساد ۔ زانکہ ہست از عالم کون و فساد
رونق دہر اس سے لاتی ہے کساد ۔ کیونکہ ہے یہ عالم کون و فساد

خوش نگردد از مدیحے سینہا ۔ چونکہ در مدّاح باشد کینہا
مدح سے دل خوش نہیں ہوتا کبھی ۔ مدح میں ہوتی ہے پنہاں دشمنی

[1] کھوٹاپن +

اے دل از کین و کراہت پاک شو — وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
اے دل اس کینہ وری سے پاک ہو — اور پھر الحمد پڑھ چالاک ہو

بر زباں الحمد و اکراہ از دروں — از زباں تلبیس باشد یا فسوں
حمد لب پر اور دل میں بغض ہیں — ہیں زباں پر مکر کی یہ حالتیں

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — ہم بظاہر ہم بباطن ناظرم
قول حق یہ ہے کہ میں ہوں دیکھتا — ظاہر و باطن ہر اک کا برملا

گدڑی والے فلّاح کی حکایت

آں یکے با دلق آمد از عراق — باز پرسیدند یاراں از فراق
گدڑی والا دیکھ کر آیا عراق — دوستوں نے پوچھا کچھ حال فراق

گفت آرے بُد فراق الا سفر — بود بر من بس مبارک مژدہ ور
بولا ہاں فرقت تو تھی لیکن سفر — تھا مبارک اور بہت ہی خوش خبر

کاں خلیفہ دادہ دہ خلعت مرا — کہ قرینش باد صد مدح و ثنا
دس دیئے خلعت خلیفہ نے مجھے — وہ تو لائق ہے بہت تعریف کے

شکرہا و حمدہا بر می شمرد — تا کہ شکر از حد و اندازہ ببرد
شکر اور تعریف وہ کرتا رہا — شکر تھا اندازہ و حد سے سوا

پس بگفتندش کہ احوال نژند — بر دروغ تو گواہی میدہند
لوگ بولے یہ پریشانی تری — جھوٹ پر ہے کچھ گواہی دے رہی

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ — شکرہا دزدیدہ یا آموختہ
جسم ننگا اور برہنہ تیرا سر — شکر لایا ہے چرا کر سیکھ کر

کو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو — بر سر و بر پائے بے توفیر تو
شکر و حمدِ شاہ کا کیا ہے نشاں — تو برہنہ تن ہے بے توقیر ہاں

گر زبانت مدح آں شہ می تند	ہفت اندامت شکایت میکند
مدح شہ کرتی ہے یہ تیری زباں	اور ہفت اندام سے شکوہ عیاں
در سخائے آں شہ و سلطان جو فر	مر ترا کفشے و شلوارے نبود
اس قدر تھا شاہ کا جود و سخا	جوتا کرتا بھی نہیں تجھ کو دیا
گفت من ایثار کردم آنچہ داد	میر تقصیرے نکرد از افتقاد
بولا میں نے دیدیا جو کچھ ملا	شاہ کا لطف و کرم تو کم نہ تھا
بستدم جملہ عطاہا از امیر	بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے سب کچھ شاہ والا سے لیا	پھر یتیموں اور فقیروں کو دیا
مال دادم بستدم عمر دراز	در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
مال دیکر پائی ہے عمر دراز	یہ لیا بدلہ کہ میں تھا پاکباز
پس بگفتندش مبارک مال رفت	چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
بولے سب اچھا کیا خیرات مال	کیوں ہے باطن میں یہ تیرا خستہ حال
صد کراہت در درون تو چو خار	کے بود اندوہ نشان ابتشار
تجھ میں مثل خار ہیں صدمے نہاں	غم کہاں ہوتا ہے عشرت کا نشاں
کو نشان عشق و ایثار و رضا	گر درست است آنچہ گفتی ما مضی
ہیں کہاں آثار تسلیم و رضا	تجھ پہ جو گذری اگر وہ ہے بجا
خود گرفتم مال گم شد میل کو	سیل اگر بگذشت جائے سیل کو
میل تو ہو مال اگر تو نے دیا	سیل گذرا تھا تو وہ رستہ دکھا
چشم تو گر بد سیاہ و جانفزا	گر نماند او جانفزا ازرق چرا
آنکھیں کالی تھیں تری اور خوش نما	نیلی کیوں ہیں گر نہیں اب جانفزا
کو نشان پاکبازی اے ترش	بوئے لاف کژ ہمی آید خمش
پاکبازی کا کہاں تجھ میں اثر	مارتا ہے ڈینگ کیوں لب بند کر

صد نشاں باشد دروں ایثار را ۔ صد علامت ہست نیکوکار را
سو نشانِ خفیہ ہیں ایثار کے ۔ سو نشاں ہوتے ہیں نیک اطوار کے

مال در ایثار اگر گردد تلف ۔ در درونش صد زندگی آید خلف
مال اگر ایثار کرتا ہے کوئی ۔ ملتی ہے اس کے عوض سو زندگی

در زمینِ حق زراعت کردنے ۔ تخمہائے پاک آنگہ دخل نے
کاشت گر حق کی زمینوں میں کرے ۔ تخم ہائے پاک سے کیوں پھل نہ دے

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد ۔ صحنِ ارض اللہ واسع کے بود
ایک دانے کے جو سو دانے نہ ہوں ۔ پھر کہیں واسع زمینِ حق کو کیوں

اصلِ ارض اللہ قلبِ عارف است ۔ لامکان ست نیست اندر فوق و پست
ہے دلِ عارف زمینِ کبریا ۔ لامکاں ہے پست و بالا اس میں کیا

گر نروید خوشہ از روضاتِ ہو ۔ پس چہ واسع باشد ارضِ اللہ بگو
بارغ ہو سے جب نہ اک خوشہ لگا ۔ پھر کشادہ کیا ہے ارضِ حق بتا

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست ۔ چوں بود ارض اللہ آں مستوسعہ
ارضِ فانی جبکہ بے حاصل نہیں ۔ بے ثمر ہوتی ہے ارضِ حق کہیں؟

ریع آں را نے حد و نے حد بود ۔ کمتریں دانہ وہد ہفصد بود
اس کے حاصل کا نہ اندازہ نہ حد ۔ تھوڑے سے ہی دانے جو دیتے ہوں ہفت صد

حمد گفتی کو نشانِ حامدون ۔ نے بروں ہست اثرت نے اندروں
حمد کی تو نے نہیں لیکن نشان ۔ ظاہر و باطن اثر کوئی کہاں

حمدِ عارف مر خدا را راست است ۔ کہ گواہِ حمد او شد پا و دست
حمد ہے عارف کی مقبولِ خدا ۔ ہیں گواہ حمد اس کے دست و پا

[1] اِنَّ اَرْضَ اللّٰہِ لَوَاسِعَۃٌ یعنی تحقیق اللہ کی زمین بہت ہی وسیع ہے۔

از چهِ تاریکیِ جسمش برکشید / وز تگِ زندانِ دنیااش خرید

جسم کے اندھے کنوئیں سے کھینچ کر / قیدِ دنیا سے چھڑایا سربسر

اطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف / آیتِ حمد است او را برکتف

اطلسِ تقویٰ ہے اور نورِ صفا / اُس کے کاندھوں پر نشان ہے حمد کا

وارهیده از جهانِ عاریه / ساکنِ گلزار و عینٌ جاریه

وہ جہانِ عارضی سے ہے چھٹا / ہے مقیمِ باغ و عینِ جاریہ[1]

بر سریرِ سرِّ عالی همتش / مجلسِ جاه و مقامِ رتبتش

اس کی ہمت تختِ رازِ اوج پر / مجلسِ اعلیٰ ہیں وہ ہے جلوہ گر

مقعدِ صدقی که صدّیقان برو / جمله سرسبزند و شاد و تازه رو

صدق[2] کا مسکن کہ اہلِ صدق ہی / ہیں وہاں سرسبز لیکر تازگی

حمدِشان چون حمدِ گلشن از بهار / صد نشانی دارد و صد گیر و دار

حمد اُن کی مثلِ باغ از بہار / سو نشاں رکھتی ہے اور سو گیر و دار[3]

بر بهارش چشمه و نخل و گیاه / وان گلستان و نگارستان گواه

پیڑ اور چشمے بہاروں کے گواہ / وہ گلستاں اور وہ اُس کی گیاہ

شاهد شاهد هزاران هر طرف / در گواهی همچو گوهر در صدف

شاہد شاہد ہزاروں ہر طرف / جیسے گوہر ہیں گواہ ہر صدف

بوی سرِّ بد بیاید از دمت / وز سر و رو تابد ای لافی غمت

آتی ہے لہسن کی بو منہ سے ترے / ٹپکے غم تیرے سر و رخسار سے

---

[1] جاری چشمہ ۔ [2] قولہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ: اِنَّ المتقین فی جنّٰت و نہر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ۔ یعنی بیشک پرہیزگار جنتوں اور نہروں اور مقامِ صدق میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ہیں ۔

[3] ہنگامے ۔

بوشناسانند حاذق در مصاف　　تو بجلدی ہاے ہو کم کن گزاف
بوشناس اس جا بہت ہیں صاف صاف　　چھوڑ ہا د ہو ہو اور لاف و گزاف

تو ملاف از مشک کاں بوئے پیاز　　از دم تو میکند مکشوف راز
مشک کا دعویٰ ہے اور بوئے پیاز　　کھولتی ہے ہر نفس ہیں تیرے راز

گلشکر خوردم ہمیگوئی و بوئے　　میزند از سیر کہ یافہ مگوئے
کھایا ہے گلقند کیوں بکتا ہے تو　　چغلی کھاتی ہے وہی لہسن کی بو

ہست دل مانندۂ خانۂ کلاں　　خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں
آدمی کا قلب ہے اک گھر بڑا　　اور ہمسایہ ہے اس گھر کا چھپا

از شگاف روزن و دیوار ہا　　مطلع گردند بر اسرار ہا
جو شگاف روزن و دیوار سے　　دیکھتا ہے بھید ہیں جو کچھ ترے

از شگافے کہ ندارد ہیچ وہم　　صاحب خانہ ندارد ہیچ سہم
جس شگاف دل سے تو ہے بیخبر　　صاحب خانہ بھی ہے جس سے نڈر

از نبیؐ برخواں کہ دیو و قوم او　　میبرند از حال انساں خفیہ بو
جس[1] قدر شیطاں ہیں پڑھ قرآں تو　　چھپ کے ان حالات کی لیتے ہیں بو

از رہے کہ انس ازاں آگاہ نیست　　زانکہ زیں محسوس و زیں اشباہ نیست
اس طرح کہ ہو نہ انساں کو خبر　　کیونکہ وہ اک مختلف ہے رہ گذر

در میان ناقداں زرقے متن　　با محک اے قلب دوں لافے مزن
تو جو پرکھنے والوں کو دھوکا نہ دے　　تاب نہ لے کھوٹے! محک کے سامنے

[1] قولہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ: إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ یعنی بے شک وہ (شیطان) اور اس کی قوم تم کو دیکھتی ہے۔ اس طرح کہ تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ ۱۲

مر محک را رہ بود در نقد و قلب　　کہ خدایش کرد امیر جسم و قلب

ہے کسوٹی کو کھرے کھوٹے میں بار　　کیونکہ وہ ہے جسم و دل کی شہریار

چوں شیاطین با غلیظیہائے خویش　　واقفند از سرّ او و فکر و کیش

جب شیاطیں جو ہیں ناپاک و لعیں　　بھید سب کے جانتے ہیں بالیقیں

مسلکے دارند دزدیدہ درون　　ما ز دزدیہائے ایشاں سرنگوں

راستہ رکھتے ہیں باطن میں نہاں　　اور ہم ہیں سرنگون و سرگراں

دمبدم خبط و زیانی میکنند　　صاحب نقب و شگاف روزنند

ڈالتے ہیں دھوکے اور نقصاں ہیں وہ　　ڈالکر رخنے شگاف جاں ہیں وہ

پس چرا جانہائے روشن در جہاں　　بیخبر باشند از حال نہاں

پس وہ جانیں جو کہ ہیں روشن یہاں　　کس طرح جانیں نہ حالاتِ نہاں

در سرایت کمتر از دیواں شدند　　روحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند

کیا اثر میں کم ہیں وہ شیطان سے　　جن کے خیمے آسماں پر ہیں گڑے

دیو دزدانہ سوئے گردوں رود　　از شہاب او محرق و مطعوں شود

جاتا ہے شیطاں جو چھپ کر چرخ پر　　ہیں شہاب اُس کو جلا دیتے بے خطر

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں　　کہ شقی در جنگ از زخم سناں

اس طرح گرتا ہے نیچے چرخ سے　　جس طرح دشمن سناں کھا کر گرے

آں ز رشک روحہائے دل پسند　　از فلکشاں سرنگوں می افگنند

رشک ہوتے ہیں جو اچھی روح سے　　اوج گردوں سے گرا دیتے ہیں اسے

تو اگر شلّی و لنگ و کور و کر　　ایں گماں بر روحہائے مہ مبر

تو جو شل ہے یا ہے لنگڑا کور و کر　　یہ گماں تو نیک روحوں پر نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن　　کہ بسے جاسوس ہست آں سوئے تن

شرم کر اور اس طرح شیخی نہ مار　　تن کے اُس جانب ہیں بہتیرے بے شمار

طبیبانِ الٰہی کا امراضِ دل و دین کو معلوم کرنا

این طبیبانِ بدن دانشورند　　بر سقامِ تو ز تو واقف‌ترند
یہ طبیبانِ بدن ہیں عقل ور　　ہیں ترے امراض سے آگاہ تر

تا ز قاروره همی بینند حال　　که ندانی تو از آن رو اعتدال
دیکھتے ہیں یہ ترے قارورے سے حال　　تو نہ اس صورت سے جانے اعتدال

هم ز نبض و هم ز رنگ و هم ز دم　　بو برند از تو بصد گونه سقم
نبض سے اور رنگ سے اور خون سے　　ہوں انہیں معلوم بے حد دکھ ترے

پس طبیبانِ الٰهی در جهان　　چون ندانند از تو اسرارِ نهان
پس طبیبانِ الٰہی اے جواں　　کیوں نہ جانیں تیرے اسرارِ نہاں

هم ز نبضت هم ز چشمت هم ز رنگ　　صد سقم بینند از تو بی‌درنگ
دیکھ کر آنکھیں تری اور نبض و رنگ　　وہ ترے امراض سمجھیں بے درنگ

این طبیبانِ نوآموزند خود　　که بدین آیاتشان حاجت بود
یہ معالج بھی ہیں نو آموز ہی　　ہے ضرورت جن کو ان آثار کی

کاملان از دور نامت بشنوند　　تا بقعرِ تار و پودت در روند
جو ہیں کامل دور سے سن کر وہ نام　　جانچ لیں گہرائیاں دل کی تمام

بلکه پیش از زادنِ تو سالها　　دیده باشندت بچندین حالها
تیری پیدائش سے پہلے سالہا　　حال تیرا ان کا ہے دیکھا ہوا

حالِ تو دانند یک یک مو بمو　　زانکه پر هستند از اسرارِ هو
حال تیرا جانتے ہیں مو بمو　　کیونکہ وہ ہیں واقفِ اسرارِ ہو

حضرت بایزیدؒ کی داستاں

آں شنیدی داستانِ بایزیدؒ   کہ ز حالِ بوالحسنؒ از پیش دید
بایزیدؒ پاک کی سُن داستاں   بوالحسنؒ کا حال تھا اُن پر عیاں

روز آں سلطانِ تقویٰ میگذشت   با مریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن سلطانِ تقویٰ تھے گئے   جانبِ صحرا مریدوں کو لیے

بوئے خوش آمد مراو را ناگہاں   در سوادِ رَے ز حدِّ خارقاں
ایک خوشبو آئی ان کو ناگہاں   ملک رَے[1] میں ہے جو حدِّ خارقاں[2]

ہم در آنجا نالۂ مشتاق کرد   بوئے را از باد استنشاق کرد
نالۂ مشتاق اک اُس جا کیا   آئی اِک خوشبو ہوا سے بر ملا

بوئے خوش را عاشقانہ می کشید   جانِ او از باد بادہ می چشید
بوئے خوش سے عاشقانہ تھا سماں   باد سے تھی بادہ کش وہ ان کی جاں

کوزۂ کو از یخ آبہ پُر بود   چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود
کوزے میں ہو برف کا پانی اگر   آشکارا اُس پر عرق ہو پھوٹ کر

از درونِ کوزہ نم بیروں نہ دست   آں ز سردی ہوا آبے شدہ است
کوزے کے اندر سے پھوٹا ہے یہ نم   ہے ہوائے سرد سے پانی بہم

بادِ بوئے او مراو را آب گشت   آب ہم او را شرابِ ناب گشت
وہ ہوائے بُو بھی ان کا آب ہے   آب بھی اُن کو شرابِ ناب ہے

چوں درو آثارِ مستی شد پدید   یک مریدِ او را درآں دم در رسید
جب ہوئے آثارِ مستی کے عیاں   اک مرید اسوقت آ پہنچا وہاں

[1] ایک مُلک کا نام ہے ۔
[2] ایک ولایت ہے ۔

پس بپرسیدش کہ ایں احوال خوش ۔۔ کہ برونست از حجاب پنج و شش
پوچھا یہ حال آپ کا اے ذی فنون ۔۔ پنج حس اور شش جہت سے ہے بروں

گاہ سرخ و گاہ زرد و گہ سپید ۔۔ میشود رویت چہ حالست و نوید
ہے کبھی سرخ اور کبھی زرد و سپید ۔۔ آپ کا چہرہ یہ ہے کیسی نوید

میکشی بوئے بظاہر نیست گل ۔۔ بیشک از غیب است و از گلزار کل
سونگھتے ہو بو نہیں ہے روئے گل ۔۔ غیب سے آتی ہے شاید بوئے گل

اے تو کام جان ہر خود کامۂ ۔۔ ہر دم از غیبت پیامے و نامۂ
کام جاں ہو تم ہر اک خود کام کے ۔۔ آتے ہیں پیغام تم کو غیب سے

ہر دمے یعقوب وار از یوسفے ۔۔ میرسد اندر مشامم تو شفے
صورت یعقوب یوسف کی تمہیں ۔۔ آ رہی ہیں بے محابا خوشبوئیں

قطرۂ برریز بر ما زاں سبو ۔۔ شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
ایک قطرہ اس سبو سے دو ہمیں ۔۔ کچھ تو اس گلشن کی بو سے دو ہمیں

خو نداریم اے جمال مہتری ۔۔ کہ لب ما خشک و تو تنہا خوری
اس کے ہم عادی نہیں اے نیک خو ۔۔ ہم ہوں پیاسے اور تم تنہا پیو

اے فلک پیمائے چست و چست خیز ۔۔ زانچہ خوردی جرعۂ بر ما بریز
اے فلک پیما اٹھو جلدی اٹھو ۔۔ اپنی مے سے گھونٹ اک ہم کو بھی دو

میر مجلس نیست در دوراں دگر ۔۔ جز تو اے شہ در حریفاں درنگر
اس جہاں کے میر مجلس ہو تمہیں ۔۔ دیکھ تو سوئے حریفاں بھی کہیں

کے تواں نوشید ایں مے زیر دست ۔۔ بے یقیں ہر مرد را رسوا گر است
ایسا و ایسا پی سکے کب یہ شراب ۔۔ مرد بھی پی کر ہو رسوا و خراب

بوئے را پوشیدہ و مکنوں کند ۔۔ چشم مست خویشتن را چوں کند
اس کو ممکن ہے کہ پوشیدہ کرے ۔۔ اپنی مست آنکھوں کو لیکن کیا کرے

خود نہ آں بوئیست ایں کاندر جہاں ۔۔۔ صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں

یہ وہ خوشبو ہی نہیں ہے بیگماں ۔۔۔ لاکھ پردوں میں جو ہو جائے نہاں

پُر شد از تیزیٔ او صحرا و دشت ۔۔۔ دشت چہ گر نہ فلک ہم در گذشت

دشت و صحرا اس کی تیزی سے بھرے ۔۔۔ کیسا صحرا گزری یہ تو چرخ سے

ایں سر خم را بکہگل در مگیر ۔۔۔ کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر

کیوں سرِ خم لیپو کہگل سے امیر ۔۔۔ یہ برہنہ خود نہیں پوشش پذیر

لطف کن اے رازدان راز گو ۔۔۔ آنچہ بازت صید کردش باز گو

لطف ہو اے رازدان راز گو ۔۔۔ حال صید باز کا کچھ تو کہو

گفت بوئے بوالعجب آمد بمن ۔۔۔ ہمچنانکہ مر نبیؐ را از یمن

بولے آئی مجھ کو اک بوئے حسن ۔۔۔ آئی پیغمبرؐ کو جوں بوئے یمن

کہ محمدؐ[1] گفت بر دست صبا ۔۔۔ از یمن می آیدم بوئے خدا

ان ہواؤں میں محمدؐ نے کہا ۔۔۔ ہے یمن سے آئی خوشبوئے خدا

بوئے رامین میرسد از جان ویس ۔۔۔ بوئے یزداں میرسد ہم از اویسؓ[2]

ویس کی بو سونگھی جوں رامین نے ۔۔۔ بوئے حق آئی اویسؓ پاک سے

از اویسؓ و از قرن بوئے عجب ۔۔۔ مر نبیؐ را مست کرد و پر طرب

جب قرن سے آئی وہ بوئے عجب ۔۔۔ مصطفیٰؐ کو کر دیا مست طرب

چوں اویسؓ از خویش فانی گشتہ بود ۔۔۔ آں زمینی آسمانی گشتہ بود

تھے اویسؓ اپنے سے فانی ہو گئے ۔۔۔ تھے زمینی آسمانی ہو گئے

[1] قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "انی لاجد نفس الرحمٰن من طرف الیمن" یعنی مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے +

[2] رامین اور ویس دونوں طالب و مطلوب گذرے ہیں +

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر — چاشنی تلخیش نبود دگر
ہڑ کے اندر جب ملاتے ہیں شکر — اس کی تلخی کب رہے پھر اے پسر

آں ہلیلہ رستہ از ما و منے — نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
ہڑ چھٹی ما و منی سے بالیقیں — دیکھنے کی ہے وہ کھانے کی نہیں

آں کسے کز خود بکلی در گذشت — ایں منی و مائی خود در نوشت
اپنی ہستی سے جو گذرا مر ملا — ما و من کو اس نے خود طے کر لیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا چہ گفت از وحی غیب آں شیر مرد
یہ سخن بے انتہا ہے لوٹ آ — حال وحی غیب کا سن کیا کہا

حضرت بایزید رح کا جواب

گفت زیں سو بوئے یارے می رسد — کاندریں دہ شہریارے می رسد
بو سے آئی اس طرف سے مجھ کو یار — آتا ہے اس گاؤں میں اک شہریار

بعد چندیں سال میزاید شہے — میزند بر آسمانہا خرگہے
ہوتا ہے برسوں کے پیچھے ایک شاہ — آسماں بنتا ہے جس کی بارگاہ

رویش از گلزار حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود
باغ حق سے ہوگا چہرہ لالہ گوں — مرتبے میں مجھ سے ہوگا وہ فزوں

چیست نامش گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش وا گفت ز ابرو و ذقن
بولے کیا ہے نام، بولے بوالحسن رح — حلیہ ابرو کہا، حال ذقن

قد او و رنگ او و شکل او — یک بیک وا گفت از گیسو و رو
قد کا رنگ و شکل کا کرکے بیاں — گیسو و رخ کا کہا حلیہ عیاں

حلیہائے روح او را ہم نمود — از صفات و از طریق و جائے بود
روح کے حلیے بھی ظاہر کر دیے — جائے بود و باش اور سب قاعدے

حلیۂ تن ہمچو تن عاریّت ست | دل بر آں کم نہ کہ آں یکساعت ست
حلیۂ تن مثل تن ہے عارضی | دل نہ تو اس سے لگا ہے اک گھڑی

حلیۂ روحِ طبیعی ہم فناست | حلیۂ آں جاں طلب کو بر سماست
حلیۂ روحِ طبیعی ہے فنا | حلیہ اُس کا ڈھونڈ جو ہے کبریا

چشمِ او ہمچوں چراغے بر زمیں | نورِ او بالائے سقفِ ہفتمیں
آنکھ اُس کی شمع ساں سوئے زمیں | نور اس کا فوقِ چرخِ ہفتمیں،

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق | قرص او اندر سپہرِ چار طاق
ہر جگہ ہے وہ شعاعِ آفتاب | اس کی ٹکیا آسماں پر بے حجاب

نقشِ گل در زیرِ بینی بہرِ لاغ | بوئے گل بر سقفِ ایوان و باغ
جیسے نقشِ گل ہے بازی کے لئے | اور بوئے گل و باغوں میں رہے

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق | عکسِ آں بر جسم افتادہ عرق
مردِ خفتہ خواب دیکھے پُر خطر | عکس ہو اس کا پسینہ جسم پر

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص | پُر شدہ کنعاں ز بوئے آں قمیص
پیرہن ہو مصر میں رہنِ حریص | مہکے کنعاں میں مگر بوئے قمیص

بر بہ بستند آں زماں تاریخ را | از کباب آراستند آں سیخ را
لکھ لی اُن لوگوں نے تاریخ اسے پھر | یا کبابوں کو چڑھایا سیخ پر[۱]

چوں رسید آں وقت آں تاریخ راست | زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست
جبکہ وہ وقت آیا اور تاریخ بھی | ہو گئی پیدا اُس اُس سلطان کی

۱؎ یعنی جس طرح سیخ پر کباب چڑھنے سے بحیثیت کباب محفوظ ہو جاتے ہیں۔
اسی طرح وہ تاریخ بھی محفوظ ہو گئی +

حضرتِ ابوالحسنؒ خرقانی کی پیدائش

زاده شد آں شاه وزرو ملک باخت	از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت
خسرو ملک ولا پیدا ہوئے	آئے گھوڑے پر عدم سے دوڑتے
از لپسِ آں سالہا آمد پدید	بوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزیدؒ
اتنی ہی مدت سے آئے ایسے سعید	بوالحسنؒ بعد وفاتِ بایزیدؒ
جملہ خوہائے اوز امساک و جود	آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بود
خصلتیں سب بخل کی اور جود کی	جو کہی تھیں ان میں بالکل تھیں وہی
لوحِ محفوظ ست اورا پیشوا	از چہ محفوظ است محفوظ از خطا
لوحِ محفوظ ان کی اب تھی پیشوا	لوح وہ ہے جو ہے محفوظِ خطا
نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب	وحیِ حق واللہ اعلم بالصواب
ہے نجوم اب یہ رمل ہے اور نہ خواب	وحی ہے واللہ اعلم بالصواب
از پئے روپوش عامہ در بیاں	وحیِ دل گویند اورا صوفیاں
تا رہے یہ بھید لوگوں سے چھپا	وحیِ دل کہتے ہیں اس کو صوفیا
وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اوست	چوں خطا باشد چو دل آگاہِ اوست
کیونکہ دل اللہ کی منظر گاہ ہے	کیوں غلط ہو جبکہ دل آگاہ ہے
مومن ینظر بنور اللہ شدی	از خطا و سہو بیروں آمدی
مومن ینظر بنور اللہ ہوا	تو خطا و سہو سے پھر بچ گیا

لہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اتقوا من فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ" یعنی فراستِ مومن سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

صُوفی کے وظیفۂ دل وجاں کا نقصان

صوفیے از فقر چوں در غم شود ‌‌‌‌ — عین فقرش دایہ و مطعم شود
غم اگر صوفی کو ہو کچھ فقر سے ‌‌‌‌ — کھانا پینا اُس کو عین فقر دے

زانکہ جنت از مکارہ رستہ است ‌‌‌‌ — رحم قسم عاجزِ اشکستہ است
ہے بری فردوس مکروہات سے ‌‌‌‌ — رحم ہے حصّے میں ہر محتاج کے

آنکہ سرہا بشکند او از علو ‌‌‌‌ — رحمِ حق و خلق ناید سوئے او
سر شکن جو ہو علو کے زعم سے ‌‌‌‌ — رحم اس پر خلق یا حق کیوں کرے

ایں سخن آخر ندارد و آنجواں ‌‌‌‌ — از کمِ اجرائے ناں شد ناتواں
یہ سخن بے انتہا ہے وہ جواں ‌‌‌‌ — کم وظیفہ ملنے سے ہے ناتواں

شاد آنصوفی کہ رزقش کم شود ‌‌‌‌ — آں شبہ اش دُر گردد و او یم شود
شاد وہ صوفی ہو جس کا رزق کم ‌‌‌‌ — بلوث اُس کا دُر ہو، وہ بنجائے یم

زاں جزائے خاص ہر کآگاہ شد ‌‌‌‌ — او سزائے قرب اجرے گاہ شد
اس جزائے حق سے جو آگاہ ہے ‌‌‌‌ — لائق قرب و وظیفہ گاہ ہے

زانکہ جزائے روح چوں نقصاں شود ‌‌‌‌ — جانش از نقصان او لرزاں شود
جب جزائے روح میں نقصاں ہے ‌‌‌‌ — اُس کی جاں نقصان سے لرزاں ہے

پس بداند کہ خطائے رفتہ است ‌‌‌‌ — کہ سمن زار رضا نشگفتہ است
پس وہ یہ جانے ہوئی ہے کچھ خطا ‌‌‌‌ — جو نہیں کھلتا سمن زارِ رضا

حکایتِ غلام کی طرف رجوع

ہمچناں کاں شخص از نقصان گذشت ‌‌‌‌ — رقعہ سوئے صاحب خرمن نوشت
ایسے ہی اس شخص نے نقصاں کیا ‌‌‌‌ — یعنی اُس سلطان کو رقعہ لکھا

رقعه اش بردند پیش شاهزاد — خواند او رقعه جوابے وا نداد
لوگ رقعہ پیش سلطاں لے گئے — کچھ نہ لکھوایا جواب اس کا دیے

گفت او را نیست الّا درد لوت — پس جواب احمق اولیٰ تر سکوت
بولا اس کو ہے فقط رنج غذا — ہے جواب احمق کا خاموشی بھلا

نیستش درد فراق و وصل هیچ — بند فرعست و نجوید اصل هیچ
رنج وصل و ہجر کچھ اس کو نہیں — اصل سے ہے دور شاخوں سے قرین

احمق است و مُرده ما و منے — کز غم فرعش فراغ اصل نے
ہے وہ احمق ماؤ من میں ہے فنا — فرع کے غم میں فراغ اصل کہا

آسمانها و زمین یک سیب دان — کز درخت قدرت حق شد عیان
سیب ہیں گویا زمین و آسماں — جو ہوئے ہیں نخل قدرت سے عیاں

تو چو کرمی درمیان سیب در — از درخت و باغبانے بے خبر
تو ہے کیڑا سیب میں شوریدہ سر — اس درخت و باغباں سے بے خبر

آں یکے کرمے دگر در سیب هم — لیک جانش از بروں صاحب علم
کیڑا ہے اس سیب میں اک اور بھی — راز بیروں سے ہے واقف واقعی

جنبش او وا شگافد سیب را — بر نتابد سیب آں آسیب را
اس کی جنبش توڑتی ہے سیب کو — سیب کیونکر جھیلے اس آسیب کو

بر دریده جنبش او پردها — صورتش کرمست و معنی اژدها
اس کی جنبش نے دیے پردے اٹھا — کرم صورت اس کی یعنی اژدہا

آتشے کاوّل ز آهن می جهد — او قدم بس سست بیروں می نهد
شعلہ اٹھتا ہے جب آتش سے بہم — سست اٹھتے ہیں بہت اس کے قدم

دایه اش پنبه است اوّل لیک اخیر — می رساند شعلها او تا اثیر
دایہ بنتی ہے روئی لیکن اخیر — جاتے ہیں شعلے وہ اس کے تا اثیر

مرد اوّل بستۂ خواب و خور است ‏— آخر الامر از ملائک برتر است
پہلے انساں کھانے سونے میں پڑا ‏— مرتبے میں پھر فرشتوں سے بڑھا

در پناہ پنبہ و کبریتہا ‏— شعلۂ نورش بر آید تا سُہا
گندھک اور روئی کے پردے میں تھا ‏— ہے سُہا تک شعلہ اُس[1] کے نور کا

عالمِ تاریک روشن میکند ‏— کندۂ آہن بسوزن میکند
عالمِ تاریک کو روشن کرے ‏— لوہے کو پگھلائے اور سوزن کرے

گرچہ آتش نیز ہم جسمانی است ‏— نے ز روح است و نہ از روحانی است
گو کہ آتش بھی ہے جسمانی مگر ‏— روح سے کب ہے تعلق غور کر

جسم را نبود از آں عز بہرۂ ‏— جسم پیش بحرِ جاں چوں قطرۂ
نورِ جاں سے ریکہ بے بہرہ ہے جسم ‏— آگے بحرِ جاں کے اک قطرہ ہے جسم

جسم از جاں نور افزوں میشود ‏— چوں رود جاں جسم بیں چوں میشود
جان سے ہے نور جسموں کا سوا ‏— جان جب جائے تو پھر ہے نور کیا

حدِّ جسمت یکدو گز خود بیش نیست ‏— جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست
جسم کی حد ایک دو گز بیگماں ‏— روح کی جولانیاں تا آسماں

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام ‏— روح را اندر تصور نیم گام
تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام ‏— روح کی تخییل میں ہے نصف گام

دو درم سنگ است پیہ چشمتاں ‏— نورِ روحش تا عنانِ آسماں
دو درم آنکھوں کی چربی ہے عیاں ‏— نور اس کی روح کا تا آسماں

نور بے ایں چشم می بیند بخواب ‏— چشم بے ایں نور نبود جز خراب
نور دیکھے خواب میں بے چشم یار ‏— آنکھ بے اس نور کے رسوا و خوار

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ است ‏— لیک تن بیجان بود مُردار و پست
روح ڈاڑھی مونچھ سے آزاد ہے ‏— اور تن بے روح ہے مردار سُتے

[1] یعنی اُس آگ کا۔

بار نامہ روح حیوانیست ایں	**پیشتر آ روح انسانی ببیں**
بار نامہ روح حیواں کا یہ تھا	روحِ انسانی بھی دیکھ آگے تو آ
بگذر از انسان وہم از قال وقیل	**تا لبِ دریائے جانِ جبرئیل**
چھوڑ انساں کو اور اُس کی قال و قیل	چل لبِ دریائے جانِ جبرئیل ؑ
بعد از آنت جانِ احمد ؐ لب گزد	**جبرئیل ؑ از بیم تو واپس خزد**
جانِ احمد ؐ پھر ترے لب چوم لے	اور پھریں جبرئیل ؑ تیرے خوف سے
گوید ار آیم بقدر یک کماں	**من بسوئے تو بسوزم در زماں**
اور کہیں گر اک کماں بھر بھی بڑھوں	ہیں تری جانب۔ تو فوراً ہی جلوں
ایں بیاباں خود ندارد پا و سر	**بے جوابِ نامہ خستہ است آں پسر**
اس بیاباں کا نہیں کچھ پاؤں سر	بے جواب آزردہ ہے اب وہ پسر[1]

غلام شاہ کا غمگین ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت	**وز غمِ او آبِ صافی تیرہ گشت**
تھا پشیماں جب نہ آیا کچھ جواب	غم سے تھا تاریک اُس کا نورِ آب
نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں	**روز و شب بد در تفکر سرنگوں**
لے گیا خواب و قرار اُس کا جنوں	روز و شب تھا فکر سے وہ سرنگوں
کایں عجب چوں نامد آں شہ جواب	**یا خیانت کرد رقعہ بر ز تاب**
کیوں نہ شہ نے دیا اُس کا جواب	نامہ بر نے یا خیانت کی شتاب
رقعہ پنہاں کرد و ننمود او بشاہ	**کو منافق بود و مارے زیر کاہ**
بے دکھائے رقعہ پوشیدہ کیا	کہ منافق سانپ زیرِ کاہ تھا

[1] یعنی وہ غلام شاہ۔

رقعۂ دیگر نویسم زاز مون	دیگرے جو ہم رسولے ذوفنون
دوسرا رقعہ میں سلطاں کو لکھوں	نامہ بر بھی دوسرا پیدا کروں
بر امیر و مطبخی و نامہ بر	عیب بنہادہ زجہل آں بیخبر
نامہ بر، باورچی، اور سلطان پر	جہل سے تھا عیب رکھتا بے خبر
ہیچ گرد خود نمی گردد کہ من	کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
غور وہ خود پر نہ کرتا تھا کبھی	مثل کافر کی ہے میں نے خود بھی

حضرت سلیمانؑ پر ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تخت سلیمانؑ رفتہ کژ	پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ
کج چلی تخت سلیمانؑ پر ہوا	کج نہ چل اس سے سلیمانؑ نے کہا
باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو	ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
باد بولی کج نہ پھر تم بھی چلو	اور چلو تو مجھ پہ غصّہ کیوں کرو
ایں ترازو بہر ایں بنہاد حق	تا رود انصاف مارا در سبق
یہ ترازو اس لئے حق نے رکھی	تا ہمیں تعلیم ہو انصاف کی
از ترازو کم کنی من کم کنم	تا تو با من روشنی من روشنم
کم کرو گر تم تو ہیں بھی کم کروں	تم جو ہو روشن تو روشن ہیں بھی ہوں
ہمچنیں تاج سلیمانؑ میل کرد	روز روشن را برو چوں لیل کرد
ایسے ہی تاج سلیمانؑ جب جھکا	رات اُن پر روز روشن ہو گیا
گفت تاجا کژ مشو بر فرق من	آفتابا کم مشو از شرق من
بولے سر پر کج نہ ہو اے تاج تو	کم نہ ہو مشرق سے اے مہرآج تو
راست میکرد او بدست آں تاج را	باز کج میشد بر آں تاج اے فتا
ہاتھ سے کرتے تھے سیدھا تاج کو	تاج ہو جاتا تھا پھر ٹیڑھا سنو

هشت بارش راست کرد و گشت کژ ‖ گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ

آٹھ بار اس کو کیا سیدھا مگر ‖ کج ہوا تو وجہ پوچھی بے خطر

گفت اگر صد رہ کنی تو راست من ‖ کژ شوم چوں کژ شوی اے مؤتمن

بولا گر سو بار تم سیدھا کرو ‖ کج رہوں گا میں اگر تم کج رہو

پس سلیمانؑ اندروں را راست کرد ‖ دل بر آں شہوت کہ بودش کرد سرد

پس سلیمانؑ نے کیا باطن درست ‖ دل میں جو تیزی تھی کر کے اس کو سست

بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد ‖ آنچناں کہ تاج را میخواست شد

ہو گیا سیدھا پھر اُن کا تاج بھی ‖ جیسا رکھتے اس کو رہتا ویسے ہی

بعد ازانش کژ ہمی کرد او بقصد ‖ تاج وا میگشت تارک جو بقصار

پھر اگر قصداً وہ کرتے کج اُسے ‖ سیدھا ہو جاتا وہ اپنے آپ سے

ہشت کرت کژ بکرد آں مہترش ‖ راست میشد تاج بر فرق سرش

کج سلیمانؑ نے کیا گو آٹھ بار ‖ سر پہ سیدھا ہی رہا تاج اے نگار

شاہ گفت اے تاج چونست از زباں ‖ کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں

بولے اے تاج اب ہے تیرا حال کیا ‖ کج کیا میں نے تو تو سیدھا ہوا

تاج ناطق گشت کاے شہ ناز کن ‖ چوں فشاندی پر ز گل پرواز کن

تاج بولا، اے نبی، اب ناز کر ‖ پر سے مٹی جھڑ گئی، پرواز کر

نیست دستوری کزیں من بگذرم ‖ پردہائے غیب ایں بر ہم درم

کب اجازت ہے کہ اب میں کچھ کہوں ‖ غیب کے پردوں کو کیونکر کھول دوں

بر دہانم نہ تو دست خود بنہ ‖ مر دہانم راز گفتن ناپسند

ہاتھ رکھ کر میرے منہ کو بند کر ‖ تا کہ بات اس سے نہ ہو بیہودہ تر

تا ترا ہر غم کہ پیش آید ز درد ‖ بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد

درد سے پیش آئے تجھ کو غم اگر ‖ دیکھ خود کو رکھ نہ تہمت غیر پر

طعن میبرد بر دیگرے اے دوستہ کام   آں مکن کہ میکند آں غلام

بد طنی اوروں پہ کیوں اے خستہ کام   وہ نہ کر تو کہ کر چکا ہے جو غلام

گاہ جنگش با رسول و مطبخی   گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی

جنگ اورچی سے تھا قاصد سے کبھی   شاہ پر غصہ کبھی جو تھا سخی

ہمچو فرعونے کہ موسیٰ ہشتہ بود   طفلکان خلق را سر می ربود

جیسے چھوڑا موسیٰ کو فرعون نے   اور کاٹے سر بہت سے بچوں کے

آں عدو در خانۂ آں کوردل   او شدہ اطفال را گردن گسل

دشمن اس کا کوردل کے گھر میں تھا   اور وہ تھا بچوں کی گردن توڑتا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں   واندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں

تو بھی باہر دوسروں سے ہے بُرا   اور اندر نفسِ بد سے آشنا

خود عدوت اوست قندش میدہی   وز بروں تہمت بہر کس می نہی

خود عدو وہ ہے تو اس کو قند دے   اور تہمت غیر پر رکھتا پھرے

ہمچو فرعونی تو کور و کوردل   با عدوِ خوش بیگناہاں را مذل

صورتِ فرعون تو اندھا ہوا   خوش عدو سے بے گناہوں سے خفا

چند فرعونا کُشی بیجرم را   مینوازی ایں تنِ پُرغرم را

کب تک اے فرعون خون بے گناہ   دیگا کب تک جسمِ مجرم کو پناہ

عقلِ او بر عقلِ شاہاں میفزود   حکمِ حق بیعقل و کورش کردہ بود

عقل تھی گو اس[1] میں شاہوں سے سوا   حکمِ حق نے بے وقوف اس کو کیا

مہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد   گر فلاطون است حیوانش کند

مہرِ حق تھی کان آنکھوں پر لگی   ہو وہ حیواں گر ہو افلاطون بھی

۱؎ یعنی فرعون میں

حکمِ حق بر لوح می آید پدید   آنچنانکہ حکمِ غیب بایزیدؒ
لوح پر یوں حکمِ حق ہے اے سعید   ہے نمایاں جیسے حکمِ بایزیدؒ

ابوالحسنؒ کا اپنے متعلق خبر سُننا

ہمچناں آمد کہ او فرمودہ بود   بوالحسنؒ از مردماں آں را شنود
جیسا وہ کہتے تھے ویسا ہی ہُوا   بوالحسنؒ نے بھی یہ لوگوں سے سنا
کہ حسن باشد مُرید و اُمتم   درس گیرد ہر صباح از تربتم
بوالحسن ہونگے مریدوں میں مرے   درس لینگے روز میری قبر سے
ہر صباحے آید و خواند سبق   بر سرِ خاک و شود پیرے بحق
درس کو تربت پہ میری آئینگے   مرشدِ برحق وہ بھی ہو جائیں گے
ہر صباحے تیز رفتے بے فتور   بر سرِ گورش نشستے با حضور
روز وقتِ صبح جاتے تھے ضرور   قبر پر اور بیٹھتے ان کے حضور
گفت من ہم نیز خوابش دیدہ ام   وز روانِ شیخ ایں بشنیدہ ام
کہتے تھے میں نے بھی اک دیکھا ہے خواب   اور سُنا ہے شیخ سے میں نے خطاب
ہر صباحے رُو نہادے سوئے گور   ایستادے تا ضحیٰ اندر حضور
ہر سحر جاتے تھے ان کی قبر پر   اور کھڑے رہتے وہاں تا دوپہر
تا مثالِ شیخ پیشش آمدے   تاکہ بے گفتے شکالش حل شدے
شیخ آتے سامنے بن کر مثال   مشکلیں حل ہوتی تھیں بے قیل و قال
تا یکے روزے بیامد با سعود   گورہا را برفِ نو پوشیدہ بود
ایک دن آئے تو کیا ہیں دیکھتے   قبریں پوشیدہ ہیں تازہ برف سے
توے بر تو برفہا ہمچوں علم   قبہ قبہ دیدہ شد جانش بغم
برف کی دیکھیں تہیں ہر قبر پر   برف کے قبوں سے تھے رنجیدہ تر

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حیّ — ہا انا ادعوک کی تسعی الیّ
آئی اک آواز قبرِ شیخ سے — آ، ادھر آ، ہیں بلاتا ہوں تجھے
ہیں بیا ایں سو بر آوازم شتاب — عالم ار برف است رُو از من متاب
آ، ادھر آواز پر میری شتاب — برف ہو دنیا، نہ کر مجھ سے حجاب
حالِ او آں روز شد خوب و پدید — آں عجائب را کہ اوّل می شنید
اُن پہ اس دن ہو گئے سب آشکار — جن عجائب کو سنا تھا چند بار
باز باید گشت سوئے آں غلام — کرد باید آں حکایت را تمام
لوٹنا اب چاہیے سوئے غلام — چاہیے کرنا حکایت کو تمام

غُلام کا دوسرا رُقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگماں — پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
بدگماں نے دوسرا نامہ لکھا — جس میں تھی کچھ طعن، کچھ آہ و بکا
کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ — ایں عجب آنجا رسید و یافت راہ
یعنی اک رقعہ لکھا تھا پیشِ شاہ — ہے تعجب پہنچا اس جا، پائی راہ
آں دگر را خواند ہم آں خوب خد — ہم نداد آں را جواب و تن بزد
دوسرا رقعہ بھی سلطاں نے پڑھا — کچھ جواب اُس کا نہ دانستہ دیا
خشک می آورد او را شہریار — او مکرر کرد رقعہ چند بار
ٹالتا تھا خشک اُس کو شہریار — اور وہ لکھتا تھا رقعے بار بار
گفت حاجب آخر او بندۂ شماست — گر جوابش بر نویسید ہم رواست
بولا حاجب وہ ہے بندہ آپ کا — گر جواب اس کو لکھے تو ہے روا
از شہیٔ تو چہ کم گردد اگر — بر غلام و بندہ اندازی نظر
بادشاہی میں ہو کیا ٹوٹا اگر — تو غلام و بندہ پر ڈالے نظر

گفت این سہل است اما احمق است ۔۔۔ مرد احمق زشت و مردودِ حق است
شاہ بولا۔ ہاں مگر احمق ہے وہ ۔۔۔ جو ہے احمق لعنتی حق ہے وہ

گرچہ آمرزم گناہ و زلتش ۔۔۔ ہم کند در من سرایت علتش
بخشدوں اُس کی خطاؤں کو ولے ۔۔۔ اس کی علت بھی اثر مجھ میں کرے

صد کس از گرگیں ہمہ گرگیں شوند ۔۔۔ خاصہ ایں گرِّ خبیثِ عقل بند
ایک سے خارش میں ہوں سو مبتلا ۔۔۔ پھر خصوصاً خارشِ جہل آشنا

گر کم عقلی مبادا گبر را ۔۔۔ شومیش بے آب دارد ابر را
گبر کو بھی جہل کی خارش نہ ہو ۔۔۔ اُس کی شومی رکھتے ہے آب ابر کو

نم نبارد ابر از شومیِّ او ۔۔۔ شہر شد ویرانہ از بومیِّ او
اُس کی شومی سے نہ برسے ابر تر ۔۔۔ شہر ویرانہ ہو اُس سے سر بسر

از گرانِ احمقاں طوفانِ نوحؑ ۔۔۔ کرد ویراں عالمے را در فضوح
نوحؑ کا طوفاں انہیں سے تھا بپا ۔۔۔ جس نے اک عالم کو ویراں کر دیا

ارشادِ نبویؐ عاقل و احمق کے متعلق

گفت پیغمبرؐ کہ احمق ہر کہ ہست ۔۔۔ او عدوئے ما و غولِ رہزن است
بولے پیغمبرؐ کہ جو ہے بے شعور ۔۔۔ ہے ہمارا دشمن اور رہزن ضرور

ہر کہ او عاقل بود او جانِ ماست ۔۔۔ روحِ او و ریحِ او ریحانِ ماست
جو ہے عاقل وہ ہماری جان ہے ۔۔۔ اس کی روح اور بوئے خوش ریحان ہے

عقل دشنامم دہد من راضیم ۔۔۔ زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
عقل گالی دے گوارا ہے مجھے ۔۔۔ فیض ہے اس کو مری فیاضی سے

نبود آں دشنامِ او بے فائدہ ۔۔۔ نبود آں مہمانیش بے مائدہ[1]
اس کی گالی بھی نہیں ہے بے فائدہ ۔۔۔ اس کی مہمانی نہیں ہے بے مائدہ[1]

[1] دسترخوان

احمق ار حلوا نہد اندر لبم	من ازاں حلوائے او اندر تبم
اور اگر احمق مجھے حلوا بھی دے	اس کے حلوے سے مری الجھن بڑھے
ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی	نیست بوس کونِ خر با چاشنی
تو[لہ] ہے روشن دل تو رکھ اس پر یقیں	کونِ خر کا بوسہ بالذت نہیں
سبلتت گندہ کند بے فائدہ	جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
گندہ ہوں مونچھیں تری بے فائدہ	دیگ سے کپڑا ہو کالا بے غذا
مائدۂ عقلست نے نان و شوا	نورِ عقلست اے پسر جاں را غذا
مائدہ دانش نہ روٹی شوربا	اور نورِ عقل ہے جاں کی غذا
نیست غیرِ نور آدم را خورش	از جز آں جاں را نباید پرورش
نور ہے انساں کی اصلی خورش	صرف اسی سے جان کی کر پرورش
زیں خورشہا اندک اندک باز بر	کایں غذائے خر بود نے آں حر
کھانا پینا رفتہ رفتہ ترک کر	یہ غذائے حر نہیں ہے طعمِ خر
تا غذائے اصل را قابل شوی	لقمہائے نور را آکل شوی
تا غذائے اصل کے قابل ہو تو	لقمہائے نور کھائے مو بمو
اصل ایں نورست کایں ناں ناں شدست	فیض آں جانست کایں جاں جاں شدست
اصل سے اس نور کی یہ نان نان	فیض سے اس جان کے ہے جان جان
چوں خوری یکبار از ماکولِ نور	خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
گر غذائے نور کھائے ایک بار	نانِ تنوری پہ ڈالے خاک یار
عقل شیدا شد چہ خواہی ترّہات	راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
عقل دیوانی ہے کیا بکتا ہے تو	راستہ ہے صاف کیوں ٹھہرا ہے تو

لہ یہاں سے مولانا علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں۔

عقل دو عقل است اوّل مکسبی — کہ در آموزی چو در مکتب صبی

عقلیں ہیں دو قسم کی اک مکسبی — جس سے ہو تعلیم مکتب میں تری

از کتاب و اوستاد و فکر و ذکر — از معانی وز علوم خوب و بکر

ہوں کتابیں اور ہو اُستاد بھی — علم معنی علم نو ایجاد بھی

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں — لیک تو باشی ز حفظِ او گراں

عقل تیری دوسروں سے ہو سوا — ہو گراں سر لیکن اُس سے تو بڑا

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت — لوحِ محفوظ است کو زیں درگذشت

لوح کا حافظ تو ہو جائے مگر — لوحِ محفوظ اس سے ہے محفوظ تر

عقلِ دیگر بخششِ یزداں بود — چشمۂ آں در میانِ جاں بود

عقل دیگر بخششِ یزداں رہے — جس کا چشمہ درمیانِ جاں رہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد — نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد

سینے سے اُبلے جو پانی عقل کا — گندہ۔ دیرینہ۔ نہ پیلا ہو ذرا

ور رہِ نبعش بود بستہ چہ غم — کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم

بند بھی ہو جوش کا رستہ تو کیا — اپنے گھر ہی میں ہے وہ جوش آشنا

عقلِ تحصیلی مثالِ جویہا — کاں رود در خانۂ از کویہا

عقلِ تحصیلی ہے اک جوئے رواں — جاتی ہے گلیوں سے گھر میں بیگماں

راہِ آبش بستہ شد شد بینوا — تشنہ ماند و زار و با صد ابتلا

بند ہو رستہ تو وہ ہو بے نوا — پیاسی رہ جائے ہو غم میں مبتلا

از درونِ خویشتن جو چشمہ را — تا رہی از منّتِ ہر ناسزا

چشمے کو تو اپنے اندر ڈھونڈ لے — تاکہ ہر ناکس کے احساں سے بچے

کسی سے مشورہ کرنے والے شخص کا قصہ

مشورت میکرد شخصے با کسے | کز تردّد وا رہد وز محبسے
ایک نے کی مشورت اک شخص سے | تاکہ زندان تردّد سے چھٹے

گفت اے خوشنام غیر من بجوے | ماجرائے مشورت با وے بگوے
بولا وہ لے دوسرے سے مشورا | اور سنا اس کو ہو جو کچھ ماجرا

من عدوّم من ترا با من مپیچ | نبود از رائے عدو فیروز ہیچ
مجھ سے کیوں الجھا کہ دشمن ہوں ترا | رائے سے دشمن کی ہو بہبود کیا

رَو کسے جو کہ ترا او ہست دوست | دوست بہر دوست لاشک خیر جوست
دوست ہو جو اس کو جا کر ڈھونڈ تو | دوست کا ہے دوست بے شک خیر جو

من عدوّم چارہ نبود کز منی | کژ روم با تو نمایم دشمنی
ہیں ترا دشمن ہوں۔ مجھ میں ہے خودی | کج چلونگا اور کروں گا دشمنی

حارسی از گرگ جستن شرط نیست | جستن از غیر محل نا جستنی ست
بھیڑیے سے پاسبانی کی اُمید | جستجوئے بے محل کب ہو مفید

من ترا بے ہیچ شکّے دشمنم | من ترا کے رہ نمایم رہ زنم
ہیں بغیر شبہ دشمن ہوں ترا | کیوں دکھاؤں راہ راہزن ہوں ترا

ہر کہ باشد ہمنشین دوستاں | ہست در گلخن میان بوستاں
وہ جو بیٹھے دوستوں کے درمیاں | بھاڑ میں بھی ہے مقیم گلستاں

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن | ہست اندر بوستاں در گولخن
اور جو دنیا میں ہے دشمن نشیں | باغ میں بھی ہے تو ہے گلخن نشیں

دوست را مازار از ما و منت | تا نہ گردد دوست خصم و دشمنت
دوست کو نخوت سے آزردہ نہ کر | تا نہ ہو جائے وہ دشمن پر خطر

خیر کن با خلق بہر ایزدت	یا برائے راحت جان خودت
کر بھلا سب کا خدا کے واسطے	یا کہ اپنی راحت جاں کے لئے
تا ہمہ را دوست بینی در نظر	در دلت ناید زکین ناخوش صور
تا کہ تجھ کو دوست سب آئیں نظر	ہو بری صورت نہ دل میں رخنہ گر
چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن	مشورت با یار مہر انگیز کن
اپنے دشمن سے اگر پرہیز کر	دوست سے لے مشورہ اے باہنر
گفت من دانم ترا اے بوالحسن	کہ توئی دیرینہ دشمن دار من
بولا میں ہوں جانتا اے بوالحسن	تو پرانا ہے عدو اے کینہ فن
لیک مرد عاقلی و معنوی	عقل تو نگذاردت کہ کج روی
پر ہے مرد معنوی پر عقل سے	عقل تیری کج نہ جانے دے تجھے
طبع خواہد تا کشد از خصم کین	عقل بر نفس است بند آہنین
نفس دشمن سے کرے پرخاش کین	نفس پر ہے عقل بند آہنیں
آید و منعش کند وا دارد ش	عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
آئے اور روکے اسے لے باکمال	عقل نیک و بد میں ہے جوں کوتوال
عقل ایمانی چو شحنہ عادلست	پاسبان و حاکم شہر دلست
عقل ایمانی ہے منصف کوتوال	شہر دل کی حکمراں ہے باکمال
ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش	دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
مثل بلی کے ہے رہتی ہوشیار	چور چھپ جاتا ہے بلوں میں موش وار
در ہر آنجا کہ برآرد موش دست	نیست گربہ ور بود او مردہ است
ہے جہاں چوہا وہاں بلی نہیں	اور ہے بھی تو ہے مردہ بالیقیں
گربہ چہ شیر شیر افگن بود	عقل ایمانی کہ اندر تن بود
بلی کیسی شیر شیر افگن ہے وہ	عقل ایمانی کہ زیب تن ہے وہ

غرّهٔ او حاکمِ درّندگان　　نعرهٔ او مانعِ چرندگان

اُس کا غرّانا درندوں کا شحنہ　　اُس کا نعرہ ہے چرندوں کا خطر

شهر پُر دزد است و پُر جامه کَنے　　خواه شحنه باش گو و خواه نے

شہر ہے چوروں اُچکّوں سے بھرا　　شحنہ اس میں ہو نہ ہو لیس اس سے کیا

عقل در تن حاکمِ ایمان بود　　که ز بیمش نفس در زندان بود

عقل تن میں حاکمِ ایماں تو ہے　　نفس اس کے خوف سے لرزاں تو ہے

عقلِ عقل و جانِ جان ایجان توئی　　عقل و جانِ خلق را سلطان توئی

عقلِ عقل اور جانِ جاں ایجاں ہے تو　　عقل و جانِ خلق کا سلطاں ہے تو

عقلِ کُل سرگشته و حیرانِ تست　　کُلِّ موجودات در فرمانِ تست

عقلِ کُل سرگشتہ و حیراں تری　　خلق ہے سب تابعِ فرماں تری

آنحضرتؐ کا ایک ہذیلی[1] جوان کو امیرِ لشکر بنانا

یک سریّه می‌فرستادے رسولؐ　　بهرِ جنگِ کافر و دفعِ فضول

بھیجا اک لشکر رسول اللہؐ نے　　تاکہ جاکر کافروں سے وہ لڑے

یک جوانے را گزید او از هذیل　　میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل

اک ہذیلی تھا جوانِ خوش ادا　　میرِ لشکر اس کو حضرتؐ نے کیا

اصلِ لشکر بیگمان سرور بود　　قوم بے سرور تنِ بے سر بود

اصلِ لشکر حاکمِ لشکر ہی ہے　　قوم بے سرور، تن بے سر ہی ہے

اینهمه که مُرده و پژمرده　　زان بود که ترکِ سرور کرده

تو جو ہے مُردہ سا کُملایا ہُوا　　ترکِ سرور ہے سبب اس کا تھا

[1] ہذیل ایک قبیلۂ عرب کا نام ہے +

از کسل وز بخل وز ماومنی　　می‌کشی سر خویش را سر میکنی
بخل سستی اور خودی کرتا ہے تو　　سر اٹھا کر سرکشی کرتا ہے تو

ہمچو استورے کہ بگریزد ز بار　　او سر خود گیرد اندر کوہسار
مثل اس خر کے جو بھاگے بار سے　　لے پناہیں دشت اور کہسار سے

صاحبش در پے دواں کاے خیرہ سر　　ہر طرف گرگیست اندر قصد خر
مالک اس کے پیچھے پیچھے ہے رواں　　قصد خر ہیں بھیڑیے بھی ہیں نہاں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی　　پیشت آید ہر طرف گرگ قوی
وہ یہ کہتا ہے جو تو غائب ہوا　　ہوگا ہر شو بھیڑیے کا سامنا

استخوانت را بخاید چوں شکر　　کہ نہ بینی زندگانی را دگر
ہڈیاں چابے گا وہ مثل شکر　　زندگی کب دیکھے تو بار دگر

آں مکن کاخر بمانی از علف　　آتش از بے ہیزمے گردد تلف
یہ نہ کر چارہ سے بھی رہ جائیگا　　آگ بے لکڑی کے کیا ہو شعلہ زا

ہیں مگریز از تصرف کردنم　　وز گرانی بار چوں جانت منم
ہاں نہ بھاگ اتنا پکڑنے سے مرے　　میں ہوں تیری جاں نہ ڈر تو بار سے

تو ستوری ہم کہ نفست غالبست　　حکم غالب را بود اے خود پرست
نفس غالب آیا تجھ پر خر ہے تو　　حکم غالب کے لیئے ہے مو بمو

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال　　اسپ تازی را عرب گوید تعال
خر نہیں کہتا ہے گھوڑا ذوالجلال　　اسپ تازی کو عرب بولیں تعال[۱]

میر آخور بود حق را مصطفیٰ[۲]　　بہر استوران نفس پر جفا
مصطفیٰ ہیں میر آخور اللہ کے　　نفس ظالم کے مواشی کے لیئے

[۱] یعنی جس طرح اہل عرب آدمی کو بلاتے ہیں تو تعال کہتے ہیں یعنی آ۔ اسی طرح جب گھوڑے کو بلاتے ہیں تو اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں۔ [۲] داروغۂ اصطبل۔

قل تعالوا[۱] گفت از جذب کرم
تا ریاضت شاں دہم رائض منم

امرِ حق سے آپ نے ان کو کہا
آؤ لوں تم سے ریاضت برملا

نفسہا را تا مروض کردہ ام
زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام

نفس کی جانب سواری میں نے کی
کھائیں چوپایوں کی لاتیں واقعی

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
از لگدہاش نباشد چارہ

گھوڑے اڑیل کو سدھاتے ہیں جہاں
یوں ہی لاتیں کھائی جاتی ہیں وہاں

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست
کہ ریاضت دادن خاماں بلاست

اس لئے خود ہیں پریشاں انبیا
خام کاروں کا سکھانا ہے بلا

سکسکانید از دمم پر غا شوید
تا یواش و مرکب سلطاں شوید

سست رو ہو تم بنو اب تیز گام
اسپ خاصہ تا بنائیں سب ہمام

قل تعالوا قل تعالوا گفت حق
اے ستوراں ملول اندر سبق

قل تعالوا، قل تعالوا، حکمِ حق
ہے برائے گلہ جو بھولا سبق

قل تعالوا قل تعالوا گفت حے
اے ستوراں فسردہ رگ و پے

قل تعالوا، قل تعالوا، ہے کہا
تھا فسردہ رگ جو گلہ برملا

قل تعالوا قل تعالوا گفت رب
اے ستوراں رمیدہ از ادب

قل تعالوا، قل تعالوا، قولِ رب
واسطے گلّے کے جو تھا بے ادب

گر نیایند اے نبیؐ غمگیں مشو
زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مشو

گر نہ آئیں اے نبیؐ غمگیں نہ ہو
وہ ہیں بے تمکین، تو پُرکیں نہ ہو

گوش بعضے زیں تعالوا کر است
ہر ستورے را صطبلے دیگر است

اس "تعالوا" سے ہیں بعضے کان کر
ہے جدا اسپ کا طویلہ سر بسر

[۱] قولِ باری عز اسمہ: قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم یعنی اے محمدؐ ان سے کہہ دے کہ آؤ میں تم کو بتاؤں وہ کچھ جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کیا ہے۔

منہزم گردند بعضے زیں ندا ہست ہر اسپے طویلہ او جدا
بعضے بھاگ اٹھے سنی جب یہ صدا تھان ہے ہر ایک گھوڑے کا جدا

منقبض گردند بعضے زیں قصص زانکہ ہر مرغے جدا دارد قفص
قبض ان قصوں سے بعضوں کو ہوا ہے قفس ہر اک پرندے کا جدا

خود ملائک نیز ناہمتا بدند زیں سبب بر آسماں صف صف شدند
خود ملک اک دوسرے سے ہیں جدا اس لئے ہیں ہر فلک پر جا بجا

کودکاں گرچہ بیک مطلب درند در سبق ہر یک ز یک بالاترند
اک ہے مقصد بچوں کی تعلیم کا وہ سبق میں ہیں مگر کم اور سوا

مشرقی و مغربی را حسہاست منصب دیدار حس چشم راست
مشرقی و مغربی میں ہیں حواس منصب دیدار ہے آنکھوں کے پاس

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند جملہ محتاجان چشم روشنند
کان گو لاکھوں صفیں قائم کریں سب کے سب محتاج آنکھوں کے رہیں

باز صفِ گوشہا را منصبی در سماع جان و اخبار نبی
کانوں کی صف کا ہے اک منصب جدا سنتے ہیں روح و پیمبر کی صدا

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کانوں میں آنکھوں کو لیکن دخل کیا آنکھ کیونکر ہو سماعت آشنا

ہمچنیں از حس بیک یک می شمر ہر یکے معزول از کار دگر
اس طرح ایک ایک حس کو دیکھ لے ہے ہر اک بیکار کار غیر سے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندروں در صفند اندر قیام الصافون
پانچ ظاہر پانچ باطن کی حسیں اپنی اپنی سب نے قائم کیں صفیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش است میرود سوئے صفے کاں ناخوش است
دین کی صف سے جو سرکش ہے بنا وہ بڑھی اک دوسری صف میں گیا

تو ز گفتارِ تعالوا کم مکن   کیمیائے بس شگرفست این سخن
پس تعالوا کی نہ کر کم تو صدا   یہ سخن ہے اک نرالی کیمیا
گر مسے گردد ز گفتارت نفیر   کیمیا را ہیچ از وے وا مگیر
اس صدا سے مس کرے نفرت اگر   کیمیا کو تو الگ اس سے نہ کر
این زماں گر ہست نفس کافرش   گفتِ تو سودش دہد در آخرش
نفس کافر اس کا گو ہے اس گھڑی   کام آخر آئیں گی باتیں تری
قل تعالوا قل تعالوا اے غلام   ہیں کہ ان اللہ یدعو بالسلام
قل تعالوا، قل تعالوا اے غلام[1]   حق بلاتا ہے سوئے دار السلام
خواجہ باز آ از منی و از سری   سروری جو کم طلب کن سروری
خواجہ اس خبطِ خودی سے باز آ   مانگ حق سے سروری نخوت مٹا

رسولِ مقبول[2] پر اعتراض

چوں پیمبر[3] سرورے کرد از ہذیل   از برائے لشکر منصور خیل
جب پیمبر[3] نے ہذیلی کو کیا   میر اس فوجِ ظفر تقدیر کا
بوالفضولے از حسد طاقت نداشت   اعتراض لا نسلّم بر فراشت
ایک حاسد کو حسد پیدا ہوا   اعتراض اس بات پر کرنے لگا
خلق را بنگر کہ چوں ظلمانیند   در متاعِ فانیئے چوں فانیند
اہل دنیا ہیں اندھیرے میں فنا   مال فانی پر یہ ہوتے ہیں فنا
از تکبر[4] جملہ اندر تفرقہ   مردہ از جاں زندہ اندر مخرقہ
تفرقے میں ہیں تکبر[4] سے پڑے   سو ز میں زندہ ہیں مردہ جان سے

[1] غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن تین مخصوص ناموں میں سے ایک ہے جو خدا کو بہت پسند تھے یعنی اُمّی۔ یتیم اور غلام +

ای عجب کہ جاں بزنداں اندرست — وانگہے مفتاح زندانش بدست
ہے یہ حیرت قید میں ہے ان کی جاں — ہات میں محبس کی لی ہیں کنجیاں

پائے تا سر غرق سرگیں آں جواں — میزند بر دامنش جوئے رواں
غرق ہے گوبر میں سرتا پا جواں — بہتی ہے دامن پہ اک نہر رواں

دائما پہلو بہ پہلو بیقرار — پہلوئے آرامگاہ پشت وار
ہے ہمیشہ مضطرب اور بے قرار — گو کہ پہلو ہی میں ہے جائے قرار

نور پنہانست وجست وجو گواہ — کز گزافہ دل نمیجوید پناہ
نور پنہاں جستجو اس کی گواہ — دل نہیں غفلت سے جو پائے پناہ

گر نبودے حابس دنیا را مناص — نے بُدے وحشت نہ دل جُستے خلاص
ہو نہ آزادئ قید دہر اگر — ہو نہ وحشت اور نہ دل ڈھونڈے مفر

وحشتت ہمچوں موکّل می کشد — کہ بجو اے ضال منہاج رشد
جوں موکّل کھینچتی ہیں وحشتیں — ڈھونڈ اے گمراہ راہیں رشد میں

ہست منہاج نہاں در مکمنت — یافتش رہن گزافہ جستنت
ذات میں تیری ہے ہر رستہ نہاں — ہے غلط جوئی سے غائب بیگماں

تفرقہ جویاں جمع اندر کمیں — تو دریں طالب رخ مطلوب بیں
جمع[1] کا ہے تفرقہ جو یا نہاں — دیکھ طالب میں رُخِ مطلوب ہاں

مُردگان باغ برجستہ ز بُن — زندگی بخشندہ را تو فہم کُن
جڑ سے پھر نکلے جو گلشن میں مرے — بخشی جس نے جاں سمجھ تو بھی اُسے

چشم ایں زندانیاں ہر دم بدر — کے بُدے گر نیستی کس مژدہ ور
قیدیوں کی آنکھیں کیوں رہتیں لگی — مژدہ گر ان کو نہ دیتا کوئی

[1] یعنی کثرت و وحدت (جو جمع ہیں) میں تفرقہ کرنے والا گھات میں لگا ہوا ہے۔

صد ہزار آلودگاں آب جو ۔ کے پذیرے گر نبودے آب جو

لاکھوں کیوں پانی کو آخر ڈھونڈتے ۔ گر نہ ہوتیں گندیاں سُن غور سے

بر زمیں پہلوت را آرام نیست ۔ زانکہ درخانہ لحاف و بستر لیست

خاک پر پہلو کو ہو آرام کیا ۔ کیونکہ گھر میں ہے لحاف اور بسترا

بیمقر گاہے نباشد بیقرار ۔ بے خمار اشکن نباشد ایں خمار

جو ہو بے گھر کب ہوا وہ بے قرار ۔ بے[1] خمار اشکن ہو کب ایسا خمار

گفت نے نے یارسول اللہ مکن ۔ سرورِ لشکر مگر شیخ کہن

بولا[2] ہاں ہاں یا نبیؐ بے قیل و قال ۔ سرورِ لشکر بنے اک کہنہ سال

یارسول اللہ جواں ارشیر زاد ۔ غیر مرد پیر سر لشکر مباد

یارسول اللہ جواں گر شیر ہو ۔ کب ہے موزوں سروری فوج کو

ہم تو گفتی ایں و گفت تو گوا ۔ پیر باید پیر باید پیشوا

آپ کا قول آپ نے ہے خود کہا ۔ رہبر ہونا چاہیئے اک پیشوا

یارسول اللہ دریں لشکر نگر ۔ ہست چندیں پیر از وے بیشتر

یارسول اللہ لشکر پر نظر ۔ ہیں بہت سے بوڑھے اس سے خوبتر

زیں درخت آں برگ زردش را مبیں ۔ سیبہائے پختہ او را بچیں

برگ زرد اس پیڑ کے کیوں دیکھئے ۔ سیب پختہ بھی تو ہیں ان میں لگے

برگہائے زرد او خود کے تہی ست ۔ ایں نشان پختگی و کاملیست

زرد پتے بھی نہیں اُن سے تہی ۔ ہیں نشان پختگی و کاملی

[1] ایسا خمار جبھی ہوتا ہے جب خمار شکن موجود ہو یعنی جب زمین کی سختی سے بچانے والا لحاف اور بستر گھر میں پڑا ہو۔ تو زمین پر کیونکر نیند آسکے۔

[2] یعنی وہ اعتراض کرنے والا بولا۔

برگ زرد و ریش و آں موئے سپید | بہر عقل پختہ می آرد نوید
برگ زرد و ریش اور موئے سپید | عقل پختہ کو ہیں دیتے اک نوید

برگہائے نو رسیدہ سبز فام | شد نشان آنکہ ایں میوہ است خام
جب نئے پتے ہوں اور ہوں سبز فام | ہیں نشاں اس کا ابھی میوہ ہے خام

برگ بے برگی نشان عارفیست | زردیِ زر سرخ روئے صیرفیست
برگ بے برگی ہے عارف کا نشاں | زردیِ زر عزت صراف ہاں

آنکہ او گل عارضست و نو خط[1] است | او بمکتب گاہ مخبر نو خط[2] است
جس کے عارض پھول خط[1] کی ابتدا | مدرسے میں ہے اسی کا خط نیا

حرفہائے خطِ او کژ مژ بود | مرز من عقلست اگر تن میبود
ٹیڑھے سیدھے حرف ہونگے بیگماں | عقل ساکن ہے اگرچہ تن رواں

پائے پیر از سرعت ارچہ باز ماند | یافت عقل او دو پر بر اوج راند
پیر گو معذور سرعت سے ہے مگر | عقل اس کی اڑ رہی ہے اوج پر

گر مثل خواہی بجعفر در نگر | داد حق بر جائے دست و پاش پر
جعفر طیارؓ ہی پر غور کر | جائے دست و پا دیے خالق نے پر

گر ز اسرار سخن بوئے بری | من سخن گویم چو زر[3] جعفری
بو جو اسرار سخن کی لے اخی | یہ سخن ہے مثل زر جعفری

بگذر از زر کایں سخن شد منتخب | ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب
چھوڑ زر کو ہے نہاں یہ بات یار | صورت سیماب دل ہے بیقرار

زاندرونم صد خموشی خوش نفس | دست بر لب میزند یعنی کہ بس
جوش زن ہیں دل میں تو خاموشیاں | ہاتھ رکھ کر بند کرتی ہیں زباں

[1] پہلا خط خط رخسار کے معنوں میں ہے۔ اور دوسرا خط خط تحریر کے معنوں میں ہے۔
[2] تحریر۔ [3] زر خالص۔

خامشی بحر است و گفتن ہمچو جو   بحر می جوید ترا جو را مجو

بحر خاموشی ہے ندّی گفتگو   بحر کو ڈھونڈھ ہے تری چھوڑ آبجو

از اشارتہائے دریا سر متاب   ختم کن واللہ اعلم بالصواب

کر نہ موج بحر سے تو اجتناب   ختم کر، واللہ اعلم بالصواب

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب   پیش پیغمبرؐ سخن ز آں سرد لب

اس طرح وہ بے ادب کہتا رہا   پیش پیغمبرؐ جو اس کا منہ کھلا

دست میدادش سخن او بیخبر   کہ خبر ہرزہ بود پیش نظر

باتیں وہ کرتا تھا لیکن بے خبر   ہے خبر بیہودگی پیش نظر

آں خبرہا از نظر خود نائب است   بہر حاضر نیست بہر غائب است

ہوتی ہے نائب نظر کی خود خبر   ہے خبر غائب کو، حاضر کو نظر

ہر کہ او اندر نظر موصول شد   ایں خبرہا پیش او معزول شد

جو نظر کے کیف سے سرشار ہے   پھر خبر اس کے لئے بیکار ہے

چونکہ با معشوق گشتی ہمنشیں   دفع کن دلالہ کاں را بعد ازیں

جبکہ تو معشوق کا ہے ہم نشیں   حاجت دلالہ پھر تجھ کو نہیں

ہر کہ از طفلی گذشت و مرد شد   نامہ و دلالہ بر وے سرد شد

جو لڑکپن سے گذر کر مرد ہو   نامہ اور دلالہ اس پر سرد ہو

نامہ خواند از پئے تعلیم را   حرف گوید از پئے تفہیم را

نامہ ہے تعلیم ہی کے واسطے   بات ہے تفہیم ہی کے واسطے

پیش بینایاں خبر گفتن خطاست   کاں دلیل غفلت و نقصان ماست

پس ہے بینا کو خبر دینا خطا   اس میں ہے نقصان و غفلت برملا

پیش بینا شد خموشی نفع تو   بہر ایں آمد خطاب انصتوا

پیش بینا ہے خموشی آبرو   اس لئے آیا خطاب انصتوا[1]

[1] قولہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا ۔ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش ہو جاؤ ۔

گر بفرماید بگو بر گوئے خوش — لیک اندک گو دراز اندر مکش
گر وہ فرمائے تو کچھ کہہ شوق سے — وہ بھی کم، ہرگز نہ اُس کو طول دے

ور بفرماید کہ اندر کش دراز — ہمچناں شیریں بگو با امر ساز
طول دے باتوں کو فرمائے اگر — خوب کہہ اور حکم کی تعمیل کر

ہمچنانکہ من دریں زیبا فسوں — با ضیاء الحق حسام الدین کنوں
جس طرح اس مثنوی کے سلسلے — ہیں ضیاء الحق حسام الدینؒ سے

چونکہ کوتہ می کنم بعد از رشد — او بصد نوعم بگفتن میکشد
مختصر کرتا ہوں میں بعدِ دعا — وہ یہ کہتے ہیں اسے آگے بڑھا

اے حسام الدین ضیائے ذوالجلال — چونکہ می بینی چہ میجوئی مقال
اے حسام الدینؒ نورِ ذو الجلال — دیکھتے ہو پھر ہے کیوں فکرِ مقال

ایں مگر باشد ز حبِ مشتہے — اسقنی خمراً وقل لی انہا [1]
ہے مگر شاید طلب کی یہ ولا — مے پلا اور کہہ دے ہے برملا

بر دہانِ تست ایندم جامِ ہُو — گوش میگوید کہ قسمم گوش کُو
اب تمہارے ہونٹ پر ہے جامِ ہُو — کان کو سننے کی اپنے جستجو

قسمِ تو گرمیست تک گرمیت ہست — گفت حرصِ من ازیں افزونترست
گرمی سے تھی مقدر مل گئی — بولے حرص افزوں ہے میری اس سے بھی

معترض کو آنحضرتؐ کا جواب

در حضورِ مصطفائے قند خو — چوں ز حد برد آں عرب از گفتگو
مصطفائے قند خو کے روبرو — جب بڑھی حد سے عرب کی گفتگو

[1] عربی شاعر ابونواس کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے کہ ؎ الا اسقنی خمراً وقل لی ہی الخمر ولا تسقنی سرًا اذا امکن الجہر — یعنی مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہدے کہ یہ شراب ہے اور چھپا کے مت پلا۔ جب تک کہ اعلان ممکن ہو۔

آں شہِ والنجم و سلطانِ عبس	لب گزید آں مرد را گفت بس
وہ شہِ والنجم[۱]، سلطانِ عبس	کاٹ کر لب۔ مرد سے بولے۔ بس
دست می زد بہرِ منعش بر دہاں	چند گوئی پیشِ دانائے نہاں
ہاتھ رکھ کر منہ پہ فرمایا کہ ہاں	کیوں ہے بک بک پیشِ دانائے نہاں
پیشِ بینا بردہ سرگینِ خشک	کہ بخر ایں را بجائے نافۂ مشک
پیشِ بینا ٹکڑا گوبرِ خشک کا	لا کے بولا لو یہ نافہ مشک کا
بعر را اے گندہ مغزِ گندہ مخ	زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اخ
اونٹ کا گوبر لگا کر ناک پر	سونگھتا ہے اور خوش ہے سربسر
اخ اخے برداشتی اے گیج کاج	تا کہ کالائے بدت یابد رواج
ہے تری تحسین اے احول یہ آج	تا ترا سامانِ بد پائے رواج
تا کہ بفریبی مشامِ پاک را	آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تا کہ دھوکا دے دماغِ پاک کو	یعنی مرغِ گلشنِ افلاک کو
حلمِ او خود را اگرچہ گول ساخت	خویشتن را اندکے باید شناخت
حلم نے گو اس کے کی بیگانگی	اپنی ہے پہچان لیکن لازمی
دیگ را گر باز ماند شب دہن	گربہ را ہم شرم باید داشتن
دیگ کا گر منہ رہے شب کو کھلا	چاہئے بلی کو بھی کچھ تو حیا
خویشتن گر خفتہ کرد آں خوب فر	سخت بیدار است دستارش مبر
خود کو گر سوتا لیا اس نے بنا	لے نہ پگڑی اس کی وہ ہے جاگتا
چند گوئی اے لجوج بے صفا	ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰؐ
جنگجوئے بے صفا کب تک سے لیے	سحرِ شیطاں مصطفیٰؐ کے سامنے

۱؎ والنجم اور عبس و تولّٰی دونوں قرآن مجید کی دو مقدس سورتیں ہیں۔

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ ۔ ہر یکے حلمے ازانہا صد چو کوہ
حلم رکھتے ہیں ہزاروں انبیا ۔ ایک اک حلم اُن کا سو سو کوہ سا
حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند ۔ زیرکِ صد چشم را گمرہ کند
حلم اُن کا ہوش ہشیاروں کے لے ۔ عاقلِ صد چشم کو گمرہ کرے
حلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز ۔ نغز نغزک بر رود بالائے مغز
حلم اُن کا ہے شرابِ خوب و نغز ۔ جلدی جلدی چڑھتی ہے بالائے مغز
مست را بیں زاں شرابِ پُر شگرف ۔ ہمچو فرزیں مست کژ رفتن گرفت
دیکھ حالت اُس کے مستِ کیف کی ۔ مثلِ[1] فرزیں مستیوں سے کجروی
مردِ برنا زاں شراب زود گیر ۔ در میانِ راہ می اُفتد چو پیر
جب جواں پیتے ہیں جامِ زود گیر[2] ۔ گرتے ہیں وہ راستے میں مثلِ پیر
خاصہ آں بادہ کہ از خُمِّ نبی ست ۔ نے مئے کہ مستئ او یک شبی ست
خاص کردہ بادہ خُمِّ نبی ۔ وہ نہیں جس میں ہو مستی یک شبی
آنکہ آں اصحابِ کہف از نقل نقل ۔ سیصد و نُہ سال گم کردند عقل
جس سے وہ اصحابِ کہف از روئے نقل[3] ۔ تین سو نو سال تک بھولے تھے عقل
زاں زنانِ مصر جامے خوردہ اند ۔ دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
پی کے وہ بادہ زنانِ مصر نے ۔ ہاتھ اپنے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے
ساحراں ہم سکرِ موسیٰ داشتند ۔ دار را دلدار می پنداشتند
ساحروں کو بھی تھا موسیٰ کا خمار ۔ دار کو دلدار کرتے تھے شمار
جعفرِ طیار زاں مے بود مست ۔ زاں گرو میکرد بیخود پا و دست
جعفرِ طیارؓ تھے اس مے سے مست ۔ اس لئے کٹوا دئے اپنے پا و دست

[1] یعنی جس طرح بساطِ شطرنج پر فرزیں ٹیڑھا چلتا ہے +
[2] فوراً دبوچ لینے والا + [3] روایت +

حضرت بایزیدؒ اور اُن کے مرید

با مریداں آں فقیرِ محتشم	بایزیدؒ آمد کہ یزداں نک منم
بایزیدؒ آئے مریدوں سے کہا	اے مریدو! میں تمہارا ہوں خدا
گفت مستانہ عیاں آں ذوفنون	لا الٰہ الا انا ہا فاعبدون
اور کہا مستانہ اے لوگو سنو	میں خدا ہوں تم مری پوجا کرو
چوں گذشت آں حال گفتندش صباح	تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
ختم جب حالت ہوئی وقتِ صباح	لوگ بولے تھا یہ کہنا بے صلاح
گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ	کاردہا در من زنید آندم ہلہ
بولے اب کی بار ہو ایسا اگر	مارنا چھریاں مرے تم بے خطر
حق منزہ از تن و من با تنم	چوں چنیں گویم بباید کشتنم
حق بری ہے جسم سے، با تن ہوں میں	یوں کہوں تو قابلِ کشتن ہوں میں
چوں وصیت کرد آں آزاد مرد	ہر مریدے کاردے آمادہ کرد
جب وصیت آپ نے یہ اُن سے کی	ہو گئے آمادہ سب لے کر چھری
مست گشت او باز از استغراق زفت	آں وصیتہاش از خاطر برفت
مست وہ پھر ہو گئے اس جام سے	جو وصیت کی تھی اب بھولے اُسے
عشق آمد عقل او آوارہ شد	صبح آمد شمع او بیچارہ شد
عشق آیا عقل آوارہ ہوئی	صبح آئی شمع ناکارہ ہوئی
عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید	شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید
عقل شحنہ تھی جو سلطاں آ گیا	شحنہ اک کونے میں جا کر چھپ رہا
عقل سایۂ حق بود حق آفتاب	سایہ را با آفتاب او چہ تاب
عقل سایہ حق کا حق ہے آفتاب	سایے کو سورج سے کیا یارا ہے تاب

چوں پری غالب شود بر آدمی — گم شود از مرد وصف مردمی
آدمی پر جبکہ غالب ہو پری — اس سے گم ہو جائے وصف مردمی

ہرچہ گوید او پری گفتہ بود — زیں سرے نہ زاں سرے گفتہ بود
جو کہے وہ - تو پری کا ہو کہا — پھر ادھر کی ہو - ادھر کی بات کہا

چوں پری را ایں دم و قانوں بود — کردگار آں پری خود چوں بود
جب پری کا ہو یہ زور و اقتدار — کیسا ہوگا اس پری کا کردگار

اوی او رفتہ پری خود او شدہ — ترک بے الہام تازی گو شدہ
وہ کہاں وہ تو پری خود ہو گیا — ترک بے الہام عربی گو بنا

چوں بخود آید نداند یک لغت — چوں پری را ہست ایں کار و صفت
آپ میں آئے نہ جانے اک لغت — کام یہ سب ہے پری کا اور صفت

پس خداوند پری و آدمی — از پری کے باشدش آخر کمی
پس وہ معبود پری و آدمی — کس طرح کم ہو پری سے اے صفی

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو — شرح راہ از کور کہ پرسد بگو
شیر سے کب شیر گیر آخر ڈرا — اندھے سے کب پوچھتے ہیں راستا

شیر گیر از خون نرہ سیر خورد — تو بگوئی او نکرد آں بادہ کرد
مست نے جب خون نرہ کا پیا — تو کہے یہ کام مے نے ہے کیا

ور سخن پردازد از راز کہن — تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اور جب کہہ دے وہ اسرار کہن — تو کہے یہ سب ہیں مستی کے سخن

بادۂ را مے بود ایں شر و شور — نور حق را نیست ایں فرہنگ و زور
ہو تا مے سے ہیں فقط یہ شور و شر — نور حق میں کیا نہیں یہ کر و فر

له نیم مست سے مراد ہے ۔

گر ترا از تو بکل خالی کنند — تو شوی پست او سخن عالی کند

بس تجھی سے وہ تجھے خالی کرے — پست ہا تو اس کو تری خالی کرے

گرچہ قرآں از لب پیغمبر است — ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

گرچہ قرآں قول پیغمبر ہوا — جو نہ مانے قول حق کا فر ہوا

چوں ہمائے بیخودی پرواز کرد — آں سخن را بایزید آغاز کرد

اُڑ گیا جب وہم ہمائے بیخودی — پھر وہی بات آپ نے آغاز کی

عقل را سیل تحیر در ربود — زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود

عقل کو سیلاب حیرت لے گیا — جو کہا تھا اس سے کچھ بڑھ کر کہا

نیست اندر جبّہ ام الّا خدا — چند جوئی در زمین و در سما

کچھ نہیں جبّے میں میرے جز خدا — تو زمین و آسماں میں ڈھونڈے کیا

آں مریداں جملہ دیوانہ شدند — کاردہا در جسم پاکش میزدند

اُن مریدوں میں بڑھی دیوانگی — مارتے تھے جسم اقدس پر چھری

ہر یکے چوں ملحداں گرد کوہ — کارد میزد پیر خود را بے ستوہ

ہاں مثال ملحدان گرد کوہ — مارتا تھا اُن کے چھریاں وہ گروہ

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید — باژگونہ او تن خود می درید

شیخ کو تھا جو بھی چھریاں مارتا — خون وہ کرتا تھا اپنے جسم کا

یک اثر نے بر تن آں ذو فنوں — واں مریداں خستہ غرقابہ خوں

کچھ اثر تن پر نہ تھا حضرت بایزید پر — خستہ و غرقابہ خوں تھے سب مرید

ہر کہ او سوئے گلویش زخم برد — حلق او ببرید و بیہدہ زار مرد

زخم جس نے اُن کی گردن پر دیا — حلق خود اُس کا کٹا وہ مر گیا

لہ گرد کوہ۔ مازندران میں ایک پہاڑ ہے۔ جہاں امام فخرالدین رحہ رازی کے زمانے میں ملحد رہتے تھے

[illegible]

وانکہ او را زخم اندر سینہ زد | سینہ‌اش بشگافت شد مردہ ابد
اور جس نے سینے کو زخمی کیا | مر گیا وہ اس کا سینہ پھٹ گیا

وانکہ آگہ بود از صاحبقراں | دل نداوش کہ زند زخم گراں
تھا جو آگاہ ہیں وہ واقف صاحبقراں | وہ لگاتا ہی نہ تھا زخم گراں

نیم وانش دست او را بستہ کرد | جاں نبرد الا کہ خود را خستہ کرد
ہاتھ اس کے نیم عقلی سے بندھے | ہو گیا زخمی بچا وہ جان سے

روز گشت و آں مریداں کاستہ | نوحہ ہا از خانہ شاں برخاستہ
صبحدم ہو گئے مریدوں میں مرے | ان کے گھر میں نوحہ سب کرنے لگے

پیش او آمد ہزاراں مرد و زن | کائے دو عالم درج در یک پیرہن
اس کے پاس آئے ہزاروں مرد و زن | اور کہا اے دو جہاں در پیرہن

ایں تن تو گر تن مردم بدے | چوں تن مردم ز خنجر گم شدے
یہ بدن ہوتا تن مردم اگر | مثل تن خنجر سے ہوتا منتشر

باخودے با بیخودے دو چار زد | بیخود اندر دیدۂ خود خار زد
جب ہوا بیخود سے اک باخود دوچار | آنکھ میں بیخود سے نے مارا اپنی خار

اے زدہ بر بیخوداں تو ذوالفقار | بر تن خود میزنی آں ہوشدار
بیخودوں پر جب تو مارے ذوالفقار | اپنے تن پر مارے گویا ہوشیار

زانکہ بیخود فانیست و آمنست | تا ابد در ایمنی او ساکن است
کیونکہ بے خود فانی ہیں اور امن میں | اور ہمیشہ کے لئے ایمن رہیں

نقش او فانی و او شد آئینہ | غیر نقش روئے غیر آنجائے نہ
نقش فانی اور وہ آئینہ ہوا | نقش روئے غیر ہی واں رہ گیا

گر کنی تف سوئے روئے خود کنی | ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
تف کرے تو اپنے چہرے پر کرے | مارے آئینے پہ خود تجھ پہ پڑے

ور بہ بینی روئے زشت آں ہم توئی ‎ ‎ ور بہ بینی عیسئ مریم توئی

روئے بد دیکھے۔ ہے بیشک وہ بھی تو ہی ‎ ‎ اور جو دیکھے عیسیٰ مریم۔ تو ہی

او نہ اینست و نہ آں او سادہ است ‎ ‎ نقش تو در پیش تو بنہادہ است

وہ نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے دیکھ لے ‎ ‎ نقش ہے تیرا ہی تیرے سامنے

چوں رسید اینجا سخن لب در ببست ‎ ‎ چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست

بات جب پہنچی یہاں لب بند تھے ‎ ‎ جب قلم پہنچا یہاں ٹکڑے ہوئے

لب ببند ارچہ فصاحت دست داد ‎ ‎ دم مزن واللہ اعلم بالرشاد

چپ کبھی رہ گو ہے فصاحت میں کشاد ‎ ‎ دم نہ مار۔ اللہ اعلم بالرشاد

بر کنار بامی اے مست مدام ‎ ‎ پست بنشیں یا فرود آ والسلام

ہے کنارِ بام تو مست شراب ‎ ‎ بیٹھ نیچے کر یا اتر نیچے شتاب

ہر زمانے کہ شوی تو کامراں ‎ ‎ آں دم خوش را کنار بام داں

جب کبھی جس وقت تو ہو کامراں ‎ ‎ اس زمانے کو کنارِ آب جان

بر زمان خوش ہراساں باش تو ‎ ‎ ہمچو گنجش خفیہ کن نے فاش تو

جب خوشی کا وقت آئے اس سے ڈر ‎ ‎ مثل گنج اس کو چھپا ظاہر نہ کر

تا نیاید بر ولا ناگہ بلا ‎ ‎ ترس ترساں رو در آں مکمن ہلا

تا نہ آئے قرب پر تیرے بلا ‎ ‎ ڈرتے ڈرتے چلے تو کر یہ راستا

ترس جاں در وقت شادی از زوال ‎ ‎ زاں کنار بام غیب است ارتحال

ڈر خوشی کے وقت غم اور رنج کا ‎ ‎ اس کنارِ بام سے ہے تو گرنا

گر نمی بینی کنار بام راز ‎ ‎ روح می بیند کہ ہستش اہتزاز[۱]

گر نہ دیکھے تو کنارِ بام راز ‎ ‎ روح کو ہے اس کے دیکھنے سے اہتزاز

ہر نکالے ناگہاں کاں آمد است ‎ ‎ بر کنار کنگرہ شادی شدست

جو مصیبت ناگہاں آئے کبھی ‎ ‎ جان سے ہمراہ اس کے ہے خوشی

[۱] جنبش +

جز کنار بام خود نبود سقوط	اعتبار قوم نوحؑ و قوم لوطؑ
تو کنارہ بام ہی سے بس گرے	قوم نوحؑ و لوطؑ سے عبرت تو لے
اعتبارے گیر تا یابی صفا	از درون انبیاؑ و اولیاؒ
ہاں تو عبرت لے کہ حاصل ہو صفا	انبیاءؑ و اولیاءؒ سے اے فتا

آنحضرتؐ کے سامنے معترض کی فضول گوئی کا سبب

پرتو مستی سبب بد از نبیؐ	چوں بزد ہم مست خوش گشت آں غبی
پرتو باطن نبیؐ کے فیض کا	جب پڑا تو مست وہ بھی ہو گیا
لاجرم بسیار گو شد از نشاط	مست ادب بگذاشت آمد در خباط
وہ خوشی سے ہو گیا بسیار گو	بھول بیٹھا خبط میں آداب کو
نے ہمہ جا بیخودی شر میکند	بے ادب را بے ادب تر میکند
بیخودی ہی سے ہر اک جا شر کھلے	بے ادب کو بے ادب تر وہ کرے
گر بود عاقل نکو فری شود	ور بود بد خوے بدتر می شود
ہو اگر عاقل نکو فر ہو سوا	ہو اگر بد تر تو بد تر ہو سوا
بر لبیب آید لباب آن کاس او	ور غبی کم گردد ایناس او
ہوتا ہے عاقل پہ اقدس کا کرم	اور غبی سے انس ہو جاتا ہے کم
بیخود از مے با ادب گردد کلام	با خود است بے ادب گردد مدام
ننگ سے بے خود با ادب ہو کلام	ننگ سے با خود بے ادب ہو گا مدام
لیک اغلب چوں بدند و ناپسند	بر ہمہ مے را محرم کردہ اند
لیکن اکثر اس سے ہوتے ہیں خراب	ہے حرام اس واسطے سب پر شراب

لہ نیاب ۔

حکم غالب راست چوں اغلب بدند | تیغ را از دست رہزن بستدند
حکم غالب پر ہے بد غالب جو تھے | تیغ چھینی راہزن کے ہاتھ سے

آنحضرتؐ کا سبب بیان فرمانا

گفت پیغمبرؐ کہ اے ظاہر نگر | تو مبیں او را جوان و بے ہنر
بولے پیغمبرؐ کہ اے ظاہر نگر | تو نہ دیکھ اس کو جواں اور بے ہنر
اے بسا ریش سیاہ و مرد پیر | اے بسا ریش سفید و دل چو قیر
کالی داڑھی والے اکثر پیر رہ | اجلی داڑھی والے اکثر دل سیہ
عقل او را آزمودم بارہا | کرد پیری آں جواں در کارہا
عقل اس کی آزمائی بارہا | کی ہے پیری اس جواں نے برملا
پیر پیر عقل باشد اے پسر | نے سفیدی موئے اندر ریش و سر
پیر پیر عقل ہوتا ہے پسر | وہ نہیں ہوں جس کے اجلے ریش و سر
از بلیس او پیر تر خود کے بود | چونکہ عقلش نیست او لاشے بود
ہو وہ کب ابلیس سے بوڑھا سوا | چونکہ عقل اس میں نہیں لاشے ہوا
طفل گیرش چوں بود صاحب کمال | پیر باشد در ہنر آں خوش خصال
جان لڑکا جب وہ ہے صاحب کمال | پیر از روئے ہنر ہے خوش خصال
طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس | پاک باشد از غرور و از ہوس
جان لڑکا جب وہ ہے عیسیٰ نفس | کچھ نہیں اس میں تکبر اور ہوس
آں سیاہی مو دلیل پختگیست | پیش چشم بستہ کش کوتہ تگیست
ہے دلیل پختگی یہ اجلے بال | آگے اندھے کے جو ہے کوتہ خیال
آں مقلد چوں نداند جز دلیل | در علامت جوید او دائم سبیل
وہ مقلد جب نہ جانے جز دلیل | ڈھونڈتا ہے بس علامت میں سبیل

پھر آں گفتیم کایں تدبیر را	چوں کہ خواہی کرد بگزیں پیر را
یوں کہا تھا صحت تدبیر کو	ڈھونڈنا لازم ہے ہر دو پیر کو
لیک پیر عقل نے پیر سن	می ندانی ممتحن از ممتحن
وہ بھی پیر عقل سے پیر سن	تو نہ جانے ممتحن[۵۱] اور ممتحن[۵۲]
آنکہ او از پردۂ تقلید جست	او بنور حق ببیند ہرچہ ہست
پردۂ تقلید سے نکلا ہے جو	نور حق سے دیکھے وہ ہر چیز کو
نور پاکش بے دلیل و بے بیاں	پوست بشگافد درآید درمیاں
نور اس کا بے دلیل و بے بیاں	کھولا ہے سب راز پڑ کر درمیاں
پیش ظاہر بیں چہ قلب و چہ سرہ	او چہ داند چیست اندر قوصرہ
چشم ظاہر بیں سے کیا کھوٹا کھرا	وہ نہ جانے تھیلی کے اندر ہے کیا
ای بسا زر سیہ کردہ بدود	تا رہد از دست ہر دزدے حسود
کرتے ہیں آتش و دھوئیں سے زر سیاہ	چور کر ڈالیں نہ تا اس کو تباہ
ای بسا مس ببند وہ بزر	تا فروشد آں بعقل مختصر
اور چڑھا کر سونا آتش تانبے پر	بیچتے ہیں تا کہ لے لیں کم نظر
ما کہ باطن بین جملہ کشوریم	دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم ہیں ہر کشور کا باطن دیکھتے	چھوڑ ظاہر دل ہیں لیکن دیکھتے
قاضیانے کہ بظاہر می تنند	حکم بر اشکال ظاہر می کنند
قاضیوں کا جیسے ظاہر پر مدار	شکل ظاہر پر ہے حکم و اختیار
چوں شہادت گفت و ایمانش نمود	حکم او مومن کنند ایں قوم زود
پڑھ سکے کلمہ ظاہرا ایماں جب کیا	حکم مومن کا دیا اس پر لگا

۵۱ جس کا امتحان کیا جائے +

۵۲ امتحان لینے والا +

پس منافق کاندرین ظاہر گریخت — خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
اس لئے پردے میں منافق آ چھپا — خون سو مومن چھپ چھپ کر لیا
جہد کن تا پیرِ عقل و دین شوی — تا چو عقلِ کل تو باطن بین شوی
سعی کر تا پیرِ عقل و دین ہو تو — مثل عقلِ کل کے باطن بیں ہو تو
از عدم چوں عقل زیبا رو نمود — خلعتش داد و ہزاراں عز فزود
جب عدم سے عقل یہ پیدا ہوئی — خلعتیں دیں حق نے عزت اسکی کی
عقل چوں ز عالمِ غیبی گشاد — رفعت افزود و ہزاراں نام داد
عالمِ غیبی سے جب پائی گشاد — نام پھر پائے ہزاروں با مراد
کمترین زآں نامہائے خوش نفس — اینکہ نبود ہیچ او محتاجِ کس
سب سے ادنیٰ نام کی یہ لاج ہے — وہ کسی کی بھی نہیں محتاج ہے
گر بصورت وا نماید عقل رو — تیرہ باشد روز پیش نورِ او
عقل جب صورت میں ہوتی ہے عیاں — اس سے آگے دن سیہ ہے بے گماں
ور مثالِ احمقی پیدا شود — ظلمتِ شب پیش او روشن بود
ہو اگر ظاہر مثالِ احمقی — ماند ہو اس سے اندھیری رات بھی
کو ز شب مظلم تر و تاری تر است — لیک خفاشِ شقی ظلمت خر است
رات سے ظلمت میں ہے تاریک تر — ہے خریدار اس کی چمگادڑ مگر
اندک اندک خوئے کن با نورِ روز — ورنہ خفاشی بمانی بے فروز
تھوڑی تھوڑی ڈال لے تو دن کی خو — ورنہ چمگادڑ ہی رہ جائے گا تو
عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست — دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست
ہر جگہ عاشق تو ہر مشکل کا ہے — ہر کہیں دشمن تو ہر مقبل کا ہے
ظلمتِ اشکال زآں جوید دلش — تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
ڈھونڈھتے دل مشکل کی ظلمت اس لئے — تا دکھا سکے کچھ بڑھا کر فائدے

تا تُرا مشغول آں مشکل کند	وز نہاد زشت خود غافل کند
تا کرے مشغول صد مشکل سمجھ	(اپنی) بد اصلی سے غافل ہی رکھے

پورے اور آدھے عاقل وغیرہ کی علامتیں

عاقل آں باشد کہ او با مشعلہ است	او دلیل و پیشوائے قافلہ است
وہ ہے عاقل یہاں جس کے نور ہو	پیشوا ہو قافلے کا نیک خو
پیرو نور خود است آں پیشرو	تابع خویش است آں بیخویش رو
نور کا اپنے ہے پیرو پیش رو	اپنا ہی تابع ہے اپنا ہی رگرد
مومن خویش است و ایماں آورید	ہم بآں نورے کہ جانش زو چرید
اپنا ہی مومن ہے وہ ایماندار	نور پر لایا ہے ایماں باوقار
دیگرے کہ نیم عاقل آمد او	عاقلے را دیدہ کرد آں نور جو
دوسرا جو نیم عاقل تھا بسر	نور ڈھونڈا عاقلوں کو دیکھ کر
دست در وے زد چو کور اندر دلیل	تا بدو بینا شد و چست و جلیل
[illegible] اس کو کیا جب رہنما	وہ بزرگ اور چست و بینا ہو گیا
واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت	خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
اور جس میں عقل جو بھر بھی نہ تھی	عقل و عاقل کو چھوڑ بیٹھا وہ شقی
خود نداند [illegible] قلیل نے کثیر	[illegible] ہم [illegible]
خود نہیں وہ جانتا کم اور سوا	انبیاء کو بھی سمجھیں وہ [illegible]
[illegible] عقل است و در قال و قیل	ننگش آید آمدن [illegible]
قال و قیل اور [illegible] میں ہے بڑا	رہنما کی پیروی سے تھے جیسا
می رود اندر بیابان دراز	گاہ لنگاں آیس و گاہے بتاز
جیسے جنگلوں میں ہے رواں	ہے کبھی لنگڑا کبھی ہے وہ دواں

شمع نے تا پیشوائے خود کند	نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
شمع ہو تو اس کو کرلے پیشوا	کچھ ہو روشن تو کرے کسب ضیا
نیست عقلش تا دم زندہ زند	نیم عقلے نے کہ خود مردہ کند
عقل ہو تو زندگی کا دم بھرے	نیم عاقل ہو تو دانستہ مرے
مردہ آں عاقل آید او تمام	تا برآید از نشیب خود بہ بام
مردۂ عاقل بنے وہ لاکلام	تا کہ آئے پستی سے بالائے بام
عقل کامل نیست خود را مردہ کن	در پناہ عاقلے زندہ سخن
عقل کامل جب نہیں ہو جا فنا	اس میں جو ہے عاقل زندہ ادا
زندہ نے تا ہمدم عیسیٰ شود	مردہ نہ تا دمگہ عیسیٰ بود
زندہ ہو تو ہمدم عیسیٰ بنے	مردہ ہو تو محرم عیسیٰ بنے
زندہ نے و مردہ نے لاشے بود	غورہ باشد نے عنب لاشے بود
زندہ مردہ کچھ نہیں لاشے ہے وہ	ہے نہ انگور اور نہ مثل غورہ ہے وہ
غورہ کز غورگی در نگذرد	سنگ بست و خام و ترش و رد بود
کچا جب انگور کچا رہ گیا	سخت ہو کر خام اور کھٹا رہا
جان کورش گام ہر سو می نہد	عاقبت بجہد ولے بر می جہد
اس کی اندھی جان ہے بھٹکی ہوئی	رہرو عقبیٰ نہیں گو جائے گی
سود نہ بد بر جہیدن آں زماں	زانکہ نازل شد بلا از آسماں
پھر نہ کچھ بچ جانے سے ہوگا فائدہ	جبکہ نازل ہو چکی اس پر بلا

چشمہ۔ شکاری اور تین مچھلیاں

قصہ آں آبگیر است اے عنود	کہ درو سہ ماہی اشگرف بود
قصہ اک چشمے کا سن لے نوجواں	تین تھیں اس میں نرالی مچھلیاں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں — صورت قصہ بود وین مغز جاں

گو کلیلہ دمنہ میں ہوگا پڑھا — تھا وہ قصہ یہ ہے مغز لے باصفا

چند صیادے سوئے آں آب گیر — برگذشتند و بدیدند آں ضمیر

چند شکاری آئے جب اس چشمے پر — مچھلیوں کی ہوگئی ان کو خبر

پس شتابیدند تا دام آورند — ماہیاں واقف شدند و ہوشمند

دام لینے کے لئے دوڑے گئے — مچھلیاں واقف ہوئیں اس راز سے

آنکہ عاقل بود عزم راہ کرد — عزم راہ مشکل ناخواہ کرد

تھی جو عاقل اس نے تو رستہ لیا — واں سے بھاگی دل نہ گو تھا چاہتا

گفت با اینہا ندارم مشورت — کہ یقیں سستم کنند از مقدرت

بولی ان سے کروں گی مشورا — سست کر دینگی ارادہ یہ مرا

مہر زاد و بود بر جاں شاں تند — کاہلی و جہل شاں بر من زنند

یہ جتائیں گی مجھے حب وطن — کاہلی و جہل ہے ان کا چلن

مشورت را زندہ باید نکو — کہ ترا زندہ کند آں زندہ گو

مشورہ زندہ سے کرنا چاہیئے — تا تجھے وہ زندہ گو زندہ کرے

اے مسافر با مسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن

اے مسافر لے مسافر ہی سے رائے — ورنہ دانا تجھ کو لنگڑا دے بنائے

از دم حب الوطن بگذر مایست — کہ وطن آنسوست جاں اینسو نیست

چھوڑ دے حب وطن جہل بالیقیں — ہے وطن اس سمت جاں اس سو نہیں

حب الوطن شعبۃ من الایمان کا راز

گر وطن خواہی گذر آنسوئے شط — ایں حدیث راست را کم خواں غلط

گر وطن کی ہے طلب اس پار جا — کب غلط ہے یہ حدیث مصطفیٰ

در وضو ہر عضو را وردے جدا
آمد است اندر خبر بہر دعا

ہے وضو میں وردِ اعضا کا جدا
جو حدیثوں میں ہے از بہرِ دعا

چونکہ استنشاق بینی می کنی
بوئے جنت خواہ از ربِ غنی

ناک صاف اپنی جو پانی سے کرے
بوئے جنت کر طلب اللہ سے

تا ترا آں بو کشد سوئے جناں
بوئے گل باشد دلیلِ گلستاں

تا وہ بو کھینچے تجھے سوئے جناں
گل کی خوشبو ہے دلیل گلستاں

چونکہ استنجا کنی وردِ سخن
ایں بود کز زینم پاک کن

جبکہ استنجا کرے تو اے پسر
کہ مجھے یارب تو یاں سے پاک کر

دستِ من اینجا رسید ایں را بشست
دستم اندر شستنِ جانست سست

ہاتھ پہنچا جس جگہ تک دھو لیا
روح ہاتھوں سے کروں کیونکر صفا

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
دستِ فضلِ تست در جانہا رساں

ناکسوں کو کس دیا تو نے بنا
پہنچا دستِ فضل جانوں تک ترا

حدِ من ایں بود کردم من لئیم
زاں سوئے حد را نقی کن اے کریم

اپنی حد تک صاف میں نے کر لیا
اے کریم اب آگے تو کر دے صفا

از حدث شستم خدایا پوست را
از حوادث تو بشو ایں دوست را

میں نے دھو ڈالی نجاست پوست کی
کر حوادث سے منزہ جان بھی

استنجا کے وقت ناک کی دعا پڑھنے والا شخص

آں یکے در وقتِ استنجا بگفت
کہ مرا با بوئے جنت دار جفت

ایک نے کی وقتِ استنجا دعا
بوئے جنت سے مجھے کر آشنا

گفت شخصے خوب وردے آوردۂ
لیک سوراخِ دعا گم کردۂ

بولا اک شخص اور یہ ہے ورد کیا
تو نے سوراخِ دعا گم کر دیا

ایں دعا کہ وردِ بینی بود چوں	وردِ بینی را تو آوردی بکوں
یہ دعا ہے وردِ بینی برملا	وردِ بینی کا یہاں تھا کام کیا
رائحۂ جنت ز بینی یافت حر	رائحۂ بینی کے آید از دُبر
سونگھتے ہیں بوئے جنت ناک سے	بوئے بینی پیٹھ سے کس کو ملے
اے تواضع بردہ پیشِ ابلہاں	وے تکبر بردہ تو پیشِ شہاں
تو تواضع بے وقوفوں کی کرے	اور تکبر بادشہ کے سامنے
آں تکبر بر خساں خوبست و چست	ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تست
یہ تکبر ہے کمینوں سے روا	چل نہ اُلٹا عکس ہے زنداں ترا
از پئے سوراخِ بینی رُست گل	بو وظیفہ بینی آمد اے عتل
بہرِ بینی پھول ہے پیدا ہوا	بو ہے اے ظالم وظیفہ ناک کا
بوئے گل بہرِ مشامست اے دلیر	جائے آں بو نیست ایں سوراخِ زیر
ہے دماغوں کے لئے بو اے دلیر	کب جگہ اُس کی ہے یہ سوراخِ زیر
کے ازینجا بوئے خلد آید ترا	بو ز موضع جو اگر باید ترا
بوئے خلد آئے گی کب اس سے تجھے	بو ٹھکانے ہی سے لے گر چاہیے
ہمچنیں حب الوطن آمد درست	تو وطن بشناس اے خواجہ نخست
ایسے ہی حبِ وطن بھی ہے بجا	پہلے ہو خواجہ! وطن سے آشنا
گفت آں ماہی زیرک رہ کنم	دل ز رائے و مشورتشاں بر کنم
بولی وہ مچھلی کہ اپنی راہ لوں	مشورہ اور رائے کیوں ان کی سنوں
نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کن	چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کن
مشورے کا وقت کب ہے اے صفی!	کر کنوئیں میں آہ تو مثلِ علیؓ[۱]

۱؎ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی ہم نفس نہ ہوتا، تو غلبۂ حال کے وقت کنوئیں میں سر جھکا کر آہ کیا کرتے تھے۔

محرم آں راہ کمیاب است وبس ۔ شب رو و پنہاں روی کن چوں عسس

محرم ہیں اس منزل کے محرم بے خلل ۔ مثل شحنہ چھپ کے راتوں رات چل

سوئے دریا عزم کن زیں آبگیر ۔ بحر جو و ترک ایں گرداب گیر

سوئے دریا عزم اس چشمے سے کر ۔ ڈھونڈ دریا ترک کر گڑھے یہ بھنور

سینہ را پا ساخت میرفت آں حذور ۔ از مقام با خطر تا بحر نور

وہ بنا کر پاؤں سینے کو چلی ۔ اس مقام خوف سے ڈرتی ہوئی

ہمچو آہو کز پئے او سگ بود ۔ می دود تا در تنش یک رگ بود

جیسے آہو جس کے پیچھے آئے سگ ۔ بھاگے جب تک جسم میں باقی ہو رگ

خواب خرگوش و سگ اندر پے خطاست ۔ خواب خود در چشم ترسندہ کجاست

خواب خرگوشی اور پیچھے سگ یہ کیا ۔ نیند کیا اس کو جو ہو خوف آشنا

رفت آں ماہی رہ دریا گرفت ۔ راہ دور و پہنۂ پہنا گرفت

الغرض مچھلی سوئے دریا گئی ۔ راہ لی چشمے سے اس نے دور کی

رنجہا بسیار دید و عاقبت ۔ رفت آخر سوئے امن و عافیت

پائیں تکلیفیں بہت اور عاقبت ۔ امن بھی اس کو ملا اور عافیت

خویشتن افگند در دریائے ژرف ۔ کہ نیابد حد آں را ہیچ طرف

اک بڑے دریا میں خود کو لے گئی ۔ جس کی کوئی انتہا و حد نہ تھی

پس چو صیاداں بیاوردند دام ۔ نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام

جب شکاری لے کے آئے اپنا دام ۔ نیم عاقل ہو گئی بس تلخ کام

گفت آہ من فوت کردم وقت را ۔ چوں نگشتم ہمرہ آں رہنما

بولی میں نے وقت ضائع ہی کیا ۔ رہنما کا کیوں نہ ساتھ آخر دیا

ناگہاں رفت او ولیکن چونکہ رفت ۔ می ببایستم شدن در پے بتفت

خیر اب تو وہ گئی بے شک گئی ۔ چاہئے مجھ کو بھی اس کی پیروی

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست ۔۔۔ باز ناید رفتہ یادِ آں ہباست

گذری باتوں پر ہے پچھتانا خطا ۔۔۔ پھر نہ آئے جو گیا یاد اس کی کیا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم ۔۔۔ چوں شکستم چوں وقت شد ایں فرصتم

اب بھلا افسوس سے کیا فائدہ ۔۔۔ کیا کروں وہ وقت فرصت کا گیا

ایک مُرغ کا قصّہ

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام ۔۔۔ مرغ او را گفت کائے خواجہ ہمام

مرغ اک لایا شکاری زیرِ دام ۔۔۔ مرغ بولا اس سے اے خواجہ ہمام

تو یکے مرغِ ضعیفے ہمچو من ۔۔۔ صید کردہ خوردہ گیر اینہا کہن

تو کبھی مجھ سا ایک ہے مرغ ضعیف ۔۔۔ پکڑا کھایا جان خود کو اے شریف

تو بسے گاوان و میشاں خوردہ ۔۔۔ تو بسے اشتر بقرباں کردہ

گائیں بھیڑیں تو بہت سی کھا گیا ۔۔۔ اونٹ قرباں کر دیئے بے انتہا

خود نگشتی سیر زانہا در زمن ۔۔۔ ہم نگردی سیر از اجزائے من

پیٹ تیرا جب نہ ان سے کبھی بھرا ۔۔۔ سیر مجھ سے کس طرح ہو گا بھلا

مرمرا آزاد گرداں از کرم ۔۔۔ اے جواں مردِ کریمِ محتشم

چھوڑ دے مجھ کو آزاد کر مجھ پہ کرم ۔۔۔ اے جوا مرد اے کریمِ محتشم

ہل مرا تا کہ سہ پندت بدہم ۔۔۔ تا بدانی زیرکم یا ابلہم

چھوڑ دے تا تین پند اب تجھ کو دوں ۔۔۔ تا تو جانے ابلہ یا عاقل میں ہوں

اوّل آں پند ہم بر دستِ تو ۔۔۔ بدہم انجاں کہ پابستِ تو

پہلا پہلی تو یہیں دوں گا مختصر ۔۔۔ تیسرے تو لیو ہیں ہیں میرے بال و پر

بر سرِ دیوار پند ہم ثانیش ۔۔۔ تا شوی زاں پندہا شاد و خوش کش

دوسری دیوار پر ہاں بیٹھ کر ۔۔۔ پند دوں گا تا ہو خوش تو سربسر

پس سوم پندت دہم من ای درشت — کہ ازیں سہ پند گردی نیکبخت
پھر پڑ پر دونگا نصیحت تیسری — جس میں پیچیدہ ہے تیری بہتری
آنچہ بر وسنت است ایں است آں سخن — کہ محالے را ز کس باور مکن
یہ ہے پہلی پند تیرے ہاتھ پر — ہو جو نا ممکن اسے باور نہ کر
بر کفش چوں گفت اوّل پند زفت — گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
پند پہلی ہاتھ میں دے کر ادھر — وہ اڑا اور بیٹھا اک دیوار پر
گفت دیگر بر گذشتہ غم مخور — چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
بولا گذری بات کا تو غم نہ کھا — ہو چکی اک بات پھر افسوس کیا
بعد از آں گفتش کہ در جسمم کتیم — دہ درم سنگست یک دُرِّ یتیم
پھر کہا میرے بدن میں اے کریم — دس درم بھر ایک تھا دُرِّ یتیم
دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو — بود آں گوہر بحقِّ جانِ تو
تیری اور لڑکوں کی قسمت میں اجی — تھا وہ دُر سوگند تیری جان کی
فوت کردی دُر کہ روزیت نبود — کہ نباشد مثل آں دُر در وجود
کھو دیا موتی کہ قسمت میں نہ تھا — دوسرا موتی نہ ایسا پائیگا
آنچنانکہ وقت زادن حاملہ — نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
زچگی میں جیسے روئے حاملہ — اس طرح خواجہ نے ڈالا غلغلہ
گفت غمناک و ہمیگفت آہ آہ — ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
غمزدہ ہو کر کہا اس نے کہ آہ — کیوں کیا ایسا ہوا جس سے تباہ
من چرا آزاد کردم مر ترا — زیں سبیل از راہ بُردی مر مرا
میں نے کیوں آزاد تجھ کو کر دیا — ہو گیا تو کر کے یہ حیلہ رہا

[1] یہ دوسری پند ہے۔

مرغ گفتش نے نصیحت کردمت | کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت

مرغ بولا پند کیا میری نہ تھی؟ | فکر لا حاصل ہے گذری بات کی

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری | یا نکردی فہم پندم یا کری

بات جو گذری اب اُس کا رنج کیا | تو نہ سمجھا یا ہے بہرا یہ بتا

واں دوم پندت بگفتم کز ضلال | ہیچ تو باور مکن قول محال

دوسری تھی یہ نصیحت بے مثال | کر نہ باور تو کوئی قول محال

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد | دہ درم سنگ اندرونم چوں بود

تین درموں کا ہیں جب خود ہی نہیں | دس درم آسکتا ہے اندر کہاں

خواجہ باز آمد بخود گفتا کہ ہیں | باز گو پند سوم اے نازنیں

ہوش میں پھر آکے خواجہ نے کہا | تیسری تھی کیا نصیحت پھر سنا

گفت آرے خوش عمل کردی بآں | تا بگویم پند ثالث رایگاں

بولا اُس پہ تو رہا قائم کہاں | کیوں کروں میں تیسری کو رائگاں

ایں بگفت و بر پر بار و شاد رفت | سوئے صحرا سرخوش و آزاد رفت

یہ کہا اور خوش خوش اُڑ کر چل دیا | سوئے دشت آزاد و مستانہ گیا

پند گفتن با جہول خوابناک | تخم افگندن بود در شورہ خاک

پند کہنا جاہل پر خواب سے | بیج ہیں بنجر زمیں میں ڈالنے

چاک حمق و جہل نپذیرد رفو | تخم حکمت کم دہش اے نیکخو

چاک کیا ہو بیوقوفی کا رفو | بیج حکمت کا نہ کھو اے نیک خو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود | چونکہ تو پندش دہی او نشنود

کیونکہ جاہل ہے جہالت کا غلام | پند تیری کیا سنے وہ خستہ کام

نیم عاقل مچھلی کا تدبیر سوچنا

نیم عاقل گفت در وقت بلا	چونکہ ماند از سایۂ عاقل جدا
نیم عاقل نے کہا وقت بلا	ہیں رہی عاقل کے سائے سے جدا
کو سوے دریا شد و از غم عتیق	فوت شد از من چناں نیکو رفیق
وہ سوئے دریا گئی غم سے چھٹی	آہ ایسے دوست سے ہیں چھٹ گئی
لیک زاں نندیشم و بر خود زنم	خویشتن را ایں زماں مردہ کنم
اب کوئی تدبیر کرنا چاہیئے	حیلتاً اس وقت مرنا چاہیئے
پس برآرم اشکم خود بر زبر	پشت زیر و میروم بر آب بر
پیٹ کو اپنے میں اوپر کھولدوں	پیٹھ نیچے کر کے پانی پر چلوں
میروم بر وے چنانکہ خس رود	نے بسباحی چنانکہ کس رود
مثل تنکے کے رہوں اوپر رواں	ہے شناور بننے کا موقع کہاں
مردہ گردم خویش بسپارم بآب	مرگ پیش از مرگ امنیست از عذاب
مر کے ہو جاؤں سپرد موج آب	مرنے سے پہلے ہے مرنا کامیاب
مرگ پیش از مرگ امنیست اے فتیٰ	اینچنیں فرمودہ ما را مصطفیٰ
موت قبلِ موت یہ ہے لے فتا	اس طرح فرما گئے ہیں مصطفیٰ
گفت موتوا کلکم من قبل ان	یاتی الموت تموتوا بالفتن
یہ ہے فرماں مرنے سے پہلے مرو	تا نہ فتنوں میں زمانے کے پڑو
ہمچناں مردہ شکم بالا فگند	آب گہ بردش نشیب و گہ بلند
مرگئی اور پیٹ اوپر کر لیا	پانی نے زیر و زبر اُس کو کیا

۱ تیرنے والا + ۲ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "موتوا قبل ان تموتوا" +
۳ یعنی وہی نیم عاقل مچھلی مردہ بن گئی +

هر یکے زآں قاصداں بس غصہ برد — کہ دریغا ماہی مہتر بہ برد

ہر شکاری کو بڑی الجھن ہوئی — آہ مچھلی مر گئی اتنی بڑی

شاد میشد او ازاں گفت و دریغ — پیش رفت آں بازیم رستم ز تیغ

گفتگو اُن کی وہ سُنکر شاد تھی — بس مری یہ چال اُن پر چل گئی

پس گرفتش یک صیاد ارجمند — بر سرش تف کرد و بر خاکش فگند

پس نکالا اک شکاری نے اُسے — تھو کا پھر اُس پر زمیں پر ڈال کے

غلط غلطاں رفت پنہاں اندر آب — ماند آں دیگر ہمی کرد اضطراب

لوٹ پوٹ چھپ کے پانی میں گئی — دوڑی دوڑی پھر رہی تھی تیسری

از چپ و از راست میجست آں سلیم — تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم

کودتی دائیں کبھی بائیں کبھی — تا نکل بھاگے بچا لے جان ہی

دام افگندند و اندر دام ماند — احمقی او را دراں آتش نشاند

جال جب ڈالا تو اُس میں پھنس گئی — آگ میں لے آئی اس کی احمقی

بر سر آتش بہ پشت تابہ — با حماقت گشت او ہمخوابہ

آگ پر پہنچی کڑاہی میں پڑی — احمقی کے ساتھ محوِ خواب تھی

او ہمی جوشید از تفِ سعیر — عقل میگفتش الم یاتک نذیر

آگ سے اک جوش میں تھی وہ حقیر — عقل کہتی تھی الم یاتک نذیر[1]

[1] قولہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ:- کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر، قالوا بلیٰ — قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیءٍ، ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ یعنی ہر گاہ کہ کافروں کی ایک فوج دوزخ میں ڈالی جائے گی۔ دوزخ کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ کہیں گے۔ ہاں آیا تو تھا۔ مگر ہم نے اس کو جھٹلایا۔ اور کہا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ یہ خدا نے ہم پر نازل نہیں کیا۔ تم تو خود ہی گمراہی میں گرفتار ہو۔

او همی‌گفت از شکنجه وز بلا ۔ همچو جان کافراں قالوا بلیٰ
وہ بھی کہتی تھی بلا میں مبتلا ۔ جس طرح کفار کہتے ہیں بلیٰ

باز میگفت او که گر این بار من ۔ وارہم از محنتِ گردن زدن
پھر وہ کہتی تھی اگر میں اب کی بار ۔ مرنے کی تکلیف سے ہوں رستگار

من نسازم جز بدریائے وطن ۔ آبگیرے را نسازم من سکن
میں نہ دریا سے کہیں بھی جاؤں گی ۔ جانب چشمہ نہ ہرگز آؤں گی

آب بیحد جویم و ایمن شوم ۔ تا ابد در امن و در صحت روم
آب بے حد میں رہوں گی بے خطر ۔ امن و صحت پاؤں گی میں عمر بھر

همچنیں میکرد با خود نذرها ۔ کز چنیں ورطہ اگر یابم رہا
منتیں ایسی ہی کرتی وہ مانتی ۔ اس بھنور سے میں اگر اب کے چھٹی

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب ۔ تا نیفتم در چنیں رنج و تعب
دامنِ عاقل میں پکڑوں روز و شب ۔ تا نہ جھیلوں اس قدر رنج و تعب

گرفتاری و ندامت کے وقت احمق کا عہد

عقل میگفتش حماقت با تو است ۔ با حماقت عہد را آید شکست
عقل کہتی تھی حماقت ہے تجھے ۔ عہد قائم کیا حماقت میں رہے

عقل را باشد وفائے عہدہا ۔ تو نداری عقل رو اے خربہا
عقل ہی سے عہد ہوتے ہیں وفا ۔ عقل جب تجھ میں نہیں نادان ابا

عقل را یاد آید از پیمانِ خود ۔ پردۂ نسیاں بدراند خرد
یاد ہر پیماں کو رکھتی عقل ہی ۔ پردۂ نسیاں کو پھاڑے عقل ہی

چونکہ عقلت نیست نسیاں میرِ تست ۔ دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تست
جب نہیں ہے عقل نسیاں میر ہے ۔ دشمن اور باطل کنِ تدبیر ہے

از کمی عقل پروانۂ خسیس ۔۔۔ یاد نارد ز آتش و سوز حبیس
ہے بہت کم عقل یہ پروانہ بھی ۔۔۔ بھولتا ہے سوزشیں ہم جنس کی

چونکہ پرش سوخت توبہ میکند ۔۔۔ آز و نسیانش بر آتش میزند
توبہ پھر کرتا ہے جب جلتے ہیں پر ۔۔۔ حرص و نسیاں ڈالتے ہیں آگ پر

ضبط و درک حافظی و یادداشت ۔۔۔ عقل آں باشد کہ عقل آں را فراشت
ضبط و فہم اور یادداشت اور حافظے ۔۔۔ عقل وہ ہے جو انہیں اونچا کرے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود ۔۔۔ چونکہ نبود ذکر یادش چوں بود
جب نہیں گوہر تو کیونکر ہو ضیا ۔۔۔ جب نہ ہو ذکر آئے اس کی یاد کیا

ایں تمنا ہم ز بے عقلی اوست ۔۔۔ کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست
صرف بے عقلی سے ہے یہ آرزو ۔۔۔ اس کو کیا معلوم نادانی کی خو

آں ندامت از نتیجہ رنج بود ۔۔۔ نے ز عقل روشن چوں گنج بود
وہ ندامت تھی نتیجہ رنج کا ۔۔۔ عقل روشن سے نہ تھی اے باوفا

چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم ۔۔۔ می نیرزد خاک آں توبہ ندم
رنج جب گذرا ندامت بھی گئی ۔۔۔ تھی نہ کچھ جس کی ندامت خاک بھی

آں ندم از ظلمت غم بست بار ۔۔۔ پس کلام اللیل یمحوہ النہار
وہ ندامت بار رنج و غم سے تھی ۔۔۔ دن بھلا دیتا ہے باتیں رات کی

چوں برفت آں ظلمت غم گشت خوش ۔۔۔ ہم برفت از دل نتیجہ و زادہ اش
ظلمت غم جب ہٹی آئی خوشی ۔۔۔ جو ندامت غم سے تھی رخصت ہوئی

میکند او توبہ و پیر خرد ۔۔۔ بانگ لو ردوا لعادوا[1] میزند
کرتا ہے وہ توبہ پیر عقل اسے ۔۔۔ فقرہ لو ردوا لعادوا کا ــــ کہے

[1] یعنی اگر کفار اپنے کام سے باز رکھ کر دوسری طرف لوٹا دئے جائیں۔ تو وہ پھر اپنے ہی کام کی طرف واپس آجائیں گے +

عقل ضد شہوت است اے پہلوان | آنکہ شہوت می تند عقلش مخوان
عقل ضد شہوت کی ہے اے پہلوان | جو تنے شہوت کو عقل اس کو نہ جان
وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست | وہم قلب نقد زر عقلہاست
وہم ہے جان اس کو ہے شہوت کا گدا | وہم کھوٹا عقل کا سونا کھرا
بے محک پیدا نگردد وہم و عقل | ہر دو را سوئے محک کن زود نقل
بے کسوٹی کب ہوں ظاہر وہم و عقل | کر کسوٹی کی طرف دونوں کو نقل
ایں محک قرآن و حال انبیاؑ | چوں محک مر قلب را گوید بیا
ہے محک قرآن و حال انبیاؑ | کھوٹے سے مثل محک کہتے ہیں آ
تا بہ بینی خویش را ز آسیب من | کہ نہٖ اہل فراز و شیب من
دیکھے تا خود کو مرے آسیب سے | اونچا نیچا میرا تو کب پا سکے
عقل را گر ارہ سازد دو نیم | ہمچو زر باشد در آتش او سلیم
عقل کو آرہ جو دو ٹکڑے کرے | مثل زر قائم وہ آتش میں رہے
وہم مر فرعون عالم سوز را | عقل مر موسیٰؑ جاں افروز را
وہم تھا فرعون عالم سوز کو | عقل تھی موسیٰؑ جاں افروز کو

فرعون اور حضرت موسیٰؑ کا مکالمہ

رفت موسیٰؑ بر طریق نیستی | گفت فرعونش بگو تو کیستی
منکسر ہو کر گئے موسیٰؑ سنو | پوچھا یہ فرعون نے تم کون ہو؟
گفت من عقلم رسول ذوالجلال | حجۃ اللہ ام امان از ہر ضلال
بولے ہوں عقل اور رسول ایزدی | حجت خالق پناہ گمرہی
گفت نے خامش رہا کن گفتگو | نسبت و نام قدیمت را بگو
بولا بس بس بند کر اپنی زباں | نسبت اور نام اپنا پہلا کر بیاں

گفت موسیٰ نسبتم از خاکدانش | نامِ اصلم کمترین بندگانش

بولے موسیٰ کہ خاک سے نسبت مجھے | کمترین بندہ خدا کا جان لے

بندہ زادہ آں خداوندِ مجید | زادہ از پشتِ جواری و عبید

بندہ زادہ ہوں خدائے پاک کا | اس کے دو بندوں سے ہوں پیدا ہوا

نسبتِ اصلم ز خاک و آب و گل | آب و گل را داد یزداں جان و دل

اصل نسبت آب و گل سے خاک سے | آب و گل کو حق نے جان و دل دیے

مرجعِ ایں جسمِ خاکی ہم بخاک | مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک

خاک ہی ہے بازگشت اس جسم کی | اور ہے مرجع ترا بھی خاک ہی

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں | ہست از خاکے و آں را صد نشاں

میری اصل اور سرکشوں کی اصل بھی | خاک ہی سے ہے اگر ہو آگہی

نے مدد از خاک میگیرد تنت | از غذائے خاک پیچد گردنت

کیا مدد تجھ کو نہیں ہے خاک سے | ہے غذائے خاک سے کس بل تجھے

چوں رود جاں میشود او باز خاک | اندر آں گورِ مخوف سہمناک

جان جب جاتی ہے ہو جاتی ہے خاک | قبر میں جاکر جو گھر ہے خوفناک

ہم تو و ہم ما و ہم اسپاہِ تو | خاک گردند و نماند جاہِ تو

ہم بھی تو بھی اور سارے لشکری | خاک ہونگے اور تیری سروری

گفت غیر ایں نسب نامیت ہست | مر ترا خود آں نسب اولیٰ تر است

بولا ہے تیرا نسب کچھ اور بھی | وجہ عزت جو ہے تیرے نام کی

بندۂ فرعون و بندہ بندگانش | کہ ازو پرورد اول جسم و جانش

بندۂ فرعون بندوں کا غلام | جس سے جسم و جاں پلے تیرے مدام

بندۂ یاغی و طاغی اے ظلوم | زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم

بندۂ باغی و گمرہ بے وفا | جرم کرکے وطن سے بھاگا ہوا

خونی و غدّارے و حق ناشناس	ہم برین اوصاف خود میکن قیاس
خونی اور غدّار اور ناحق شناس	کر اسی پر اپنی عظمت کو قیاس
در غریبی خوار و درویش و خلق	کہ ندانستی سپاس ما و حق
مفلسی ہیں خوار و درویش و نزار	حق کا اور میرا نہیں طاعت گذار
گفت حاشا کہ بود با آں ملیک	در خداوندی کسی دیگر شریک
بولے موسیٰ ہاں خدا ہے لاشریک	ہے خداوندی ہیں کون اس کا شریک
واحد اندر ملک او را یار نے	بندگانش را جز او سالار نے
ایک ہے کوئی نہیں ہے اس کا یار	کون ہے بندوں کا ایسا کردگار
نیست خلقش را دگر کس مالکے	شرکتش دعوی کند جز ہالکے
کون ہے خلقت کا مالک دوسرا	جو کرے دعوائے شرکت ہو فنا
نقش او کردست و نقاش من اوست	غیر اگر دعوی کند او ظلم جوست
نقش سب اس کے ہیں وہ نقاش ہے	غیر اگر دعوے کرے او باش ہے
تو نتانی آبروے من ساختن	چوں توانی جان من بشناختن
تو کریگا خاک میری آبرو	جب نہیں پہچان سکتا مجھ کو تو
بلکہ آں غدّار و آں طاغی توئی	لاف شرکت میزنی باغی توئی
بلکہ وہ غدّار و طاغی ہے تو ہی	شرک کے دعوے سے بھی باغی ہے تو ہی
گر بکشتم من عوانے را بسہو	نے برائے نفس کُشتم نے بلہو
ہیں نے گر مارا سپاہی سہو سے	تھا نہ بہر نفس وہ یا لہو سے
من زدم مشتے و ناگہ او فتاد	آنکہ جانش خود نبد جانے بداد
ہیں نے اک گھونسا جو مارا گر پڑا	جان ہی اس ہیں نہ تھی وہ مر گیا
من سگے کشتم تو مرسل زادگان	صد ہزاراں طفل بے جرم و زیاں
تو نے مرسل زادے مارے ہیں سگ	مارڈالے لاکھوں بے گنہ بچے الگ

لے یعنی تو نے مارے +

کشتۂ و خون شان بر گردنت | تا چہ آید بر تو زین خون خوردنت
خون اُن کا تیری گردن پر رہا | دیکھ اب اس خون کی کیا ہو سزا

کشتۂ ذریت یعقوبؑ را | بر امید قتل من مطلوب را
تو نے مارا عترت[1] یعقوبؑ کو | قتل کرنا تھا جو مجھ مطلوب کو

سوئے تو حق مرا خود برگزید | سرنگوں شد آنچہ نفست می پرید
تیرے انارے پن پہ ہیں غالب ہوا | سرنگوں آخر وہ تیرا نفس تھا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک | این بود حق من و نان و نمک
بولا یہ سب بھول جا بے ریب و شک | اس لئے کھایا مرا نان و نمک

کہ مرا پیش حشر خواری کنی | روز روشن بر دلم تاری کنی
جو مجھے کرتا ہے سب میں خوار تو | دن بنا دیتا ہے شام تار تو

گفت خواری قیامت صعب تر | گر نداری پاس من در خیر و شر
بولے خواری حشر کی ہے سخت تر | گر نہیں تجھ کو خیال خیر و شر

زخم کیکے را نمی تانی کشید | زخم مارے را تو چون خواہی چشید
پسو کی کلبلاہٹ سے جب رو دیا | زخم کیا برداشت ہوگا سانپ کا

ظاہرا کار تو ویران می کنم | لیک خارے را گلستان می کنم
ہیں بظاہر مجھ سے یہ ویرانیاں | خار کو ہیں کر رہا ہوں گلستاں

عمارت ویرانی میں اور جمعیت پریشانی میں ہے

آن یکے آمد زمین را میشگافت | ابلہے فریاد کرد و بر نتافت
کہتے ہیں کوئی زمیں تھا کھودتا | دیکھا احمق نے تو چلانے لگا

[1] اولاد ۔

کاین زمین را از چه ویران میکنی ‌ ‌ ‌ میشگافی و پریشان می کنی

تو زمیں کرتا ہے ویراں کس لئے ‌ ‌ ‌ اس کو کرتا ہے پریشاں کس لئے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں ‌ ‌ ‌ تو عمارت از خرابی باز داں

بولا وہ مجھ سے نہ لڑ ناداں جا ‌ ‌ ‌ ہے خرابی سے عمارت برملا

کے شود گلزار و گندم زار ایں ‌ ‌ ‌ تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں

اس میں کیونکر باغ اور گیہوں اگیں ‌ ‌ ‌ اس زمیں کو گر نہ ہم ویراں کریں

کے شود بستان و کشت و برگ و بر ‌ ‌ ‌ تا نگردد نظم او زیر و زبر

کب ہوں باغ اور کھیتیاں و برگ و بر ‌ ‌ ‌ گر نہ اس کا نظم ہو زیر و زبر

تا نشگافی بنشتر ریش چغز ‌ ‌ ‌ کے شود نیکو و کے گردید نغز

چیرے نشتر سے نہ گر ناسور کو ‌ ‌ ‌ مندمل ناسور پھر کس طرح ہو

تا نسوزد خلطہایت از دوا ‌ ‌ ‌ کے رود سوزش کجا یابد شفا

گر نہ خلطوں کو جلا ڈالے دوا ‌ ‌ ‌ جائے کب سوزش کہاں پائے شفا

پارہ پارہ کرد درزی جامہ را ‌ ‌ ‌ کس زند آں درزی علامہ را

ٹکڑے ٹکڑے درزی نے کپڑے کئے ‌ ‌ ‌ کون درزی کو بھلا تادیب دے

کہ چرا ایں اطلس بگزیدہ را ‌ ‌ ‌ بر دریدی چہ کنم بدریدہ را

کیوں ہیں پھاڑے ریشمی کپڑے مرے ‌ ‌ ‌ کیا کروں میں ان کا کون اس سے کہے

ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند ‌ ‌ ‌ نے کہ اول کہنہ را ویراں کنند

جب کریں آباد اک کہنہ بنا ‌ ‌ ‌ کہنہ کو کرتے ہیں ویراں برملا

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب ‌ ‌ ‌ ہست شاں پیش از عمارتہا خراب

بس یونہی نجار آہنگر قصاب ‌ ‌ ‌ کرتے ہیں پہلے ہر چیز کو بیکار و خراب

آں ہلیلہ و آں بلیلہ کوفتن ‌ ‌ ‌ زاں تلف گردند معموری تن

ہڑ بہیڑے کو ہیں پہلے کوٹتے ‌ ‌ ‌ پھر بنتے ہیں کچھ جسم ان کے فائدے

تا نکوبی گندم اندر آسیا — کے شود آراستہ زاں خوان ما

گیہوں چکی میں نہ گر پیسیں بتا — کس طرح پھر خوان ہو آراستہ

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو دھمکی سے جواب دینا

ایں تقاضا کرد آں نان و نمک — کہ ز شستت وارہانم اے سمک

مقتضی یوں تھا ترا نان و نمک — پس چھڑاؤں گمرہی سے یاں سمک

گر پذیری پندِ موسیٰؑ وارہی — از چنیں شستِ بدِ نامنتہی

پندِ موسیٰؑ مان لے تو ہو رہا — اس بری شست سے جو کہ ہے بے انتہا

بسکہ خود را کردۂ بندہ ہوا — کرمکے را کردۂ تو اژدہا

بسکہ تو ہے بندۂ حرص و ہوا — تو نے کیڑے کو کیا ہے اژدہا

اژدہا را اژدہا آوردہ ام — تا باصلاح آورم من دم بدم

اژدہے کو اژدہا لایا ہوں میں — ہوں تری اصلاح کا جویا ہوں میں

تا دمِ آں اژدہم ایں بشکند — مارِ من آں اژدہا را برکند

تا دم اس کا توڑ دے اس کے سانس سے — اژدہا میرا اس اژدر کو ڈسے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار — ورنہ از جانت برآرد آں دمار

گر ہوا راضی رہے دونوں سے رہا — ورنہ ہے تیری ہلاکت بر ملا

فرعون کا جواب

گفت الحق سخت استا جادوئی — کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی

بولا بیشک سخت جادوگر ہے تو — جو دوئی ڈالی یہاں تو نے بچار سو

خلق یکدل را تو کردی دو گروہ — جادوئے رخنہ گرِ در سنگ و کوہ

خلق جو اک دل تھی اب ہے دو گروہ — رخنہ گر ہے [illegible] سنگ و کوہ

حضرت موسیٰؑ کا اپنی جادوگری سے انکار

گفت ہستم غرق پیغام خدا | جادوئی کردید با نام خدا
بولے میں ہوں غرق پیغام خدا | سحر کب ہے ہمرہ نام خدا

غفلت و کفرست مایہ جادوئی | مشعلہ دینست جان موسویؑ
کفر اور غفلت ہے مایہ سحر کا | جان موسیٰؑ دین حق کی ہے ضیا

من بجادویاں چہ مانم اے وقیح | کز دمم پُر رشک میگردد مسیح
ہیں مشابہ ساحروں سے بے حیا! | میرے دم سے رشک عیسیٰؑ کو ہوا

من بجادویاں چہ مانم اے جُنب | کز جانم نور میگردد کتب
مجھ سے نسبت ساحروں کو [illegible] | نور میری جان سے پاتی کتاب

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث | کز خدا نازل شود بر من حدیث
مجھ سے ہیں ساحر مشابہ اے خبیث؟ | مجھ پہ کرتا ہے خدا نازل حدیث

چوں تو با پرِّ ہوا برمی پری | لاجرم بر من گماں بد میبری
تو ہوا پر چونکہ ہے اُڑنے لگا | اس لئے ہے یہ گمان بد ترا

ہر کرا افعال دام و دد بود | بر کریمانش گمان بد بود
جس میں دام و دد کے سے افعال ہوں | بدگماں وہ ہو بزرگوں پر نہ کیوں

چوں تو جزو عالمی اے مہین | کُل آنرا ہمچو خود بینی یقین
چونکہ تو ہے جزو عالم اے لعین | کرتا ہے کل پر بھی اپنا سا یقین

چوں تو برگردی و برگردد سرت | خانہ را گردندہ بیند منظرت
جیسے ہو چکر میں تو اور تیرا سر | گھومتا تجھ کو نظر آتا ہو گھر

ملہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر بطریق شاعرانہ ہے نہ بطریق صحت و تحقیق و نفس مذکا الہام
اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد مبعوث ہوئے تھے +

ور تو در کشتی روی بر یم روان … ساحل یم را ہمی بینی دوان

جب تری کشتی ہو دریا میں رواں … دیکھتا ہے تو کنارے کو دواں

گر تو باشی تنگدل از ملحمہ … تنگ بینی جو دنیا را ہمہ

تنگدل تجھ کو کرے گر تو [illegible] جنگ … ساری دنیا تجھ پہ ہو جاویگی تنگ

ور تو خوش باشی بکام دوستاں … این جہاں بنمایدت چون بوستاں

اور اگر ہو دوستوں میں شادماں … تیری نظروں میں جہاں ہو بوستاں

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق … او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق

لوگ جو اکثر گئے شام و عراق … کچھ وہاں دیکھا نہ جز کفر و نفاق

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے … او ندیدہ جز مگر بیع و شرے

لوگ جو اکثر گئے ہند و ہرات … تھا تجارت ہی سے ان کو التفات

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چین … او ندیدہ ہیچ الا مکر و کین

اور گئے کچھ لوگ ترکستان و چین … کیا وہاں دیکھا سوائے مکر و کین

طالب ہر چیز اے یار رشید … جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید

جو ہے طالب الغرض جس چیز کا … وہ نہیں اس کے سوا کچھ ڈھونڈتا

چون ندارد مدرکے جز رنگ و بو … جملہ اقلیمہا را گو بجو

جب نہیں مدرک سوائے رنگ و بو … کہدو پھرتا رہے دنیا میں تو

گاو در بغداد آید ناگہان … بگذرد از این سران تا آن سران

گاے گر بغداد میں آئے ناگہاں … اس سرے سے اس سرے تک ہو رواں

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ … او نہ بیند غیر قشر خربزہ

تو وہاں عیش و خوشی سے بیشتر … خربزے کے چھلکے دیکھیگی مگر

کہ بود افتادہ در رہ یا حشیش … لایق سیران گاو یا خر ریش

یا جو سوکھی گھاس رستے میں پڑی … جو کرے سیر اس کو اور دل کی [illegible]

خشک بر میخ طبیعت چون قدید
بستهٔ اسبابِ جانت لایزید

خشک گوشت اس کو ہے جیسے گھاس ہی
ہے مقید وہ انہیں اسباب کی

وان قضائے خرقِ اسباب و علل
ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل

وہ قضا اسباب کو جو پھاڑ دے
ہے زمیں اللہ کی یہ جان لے

ہر زمان مبدل شود چون نقشِ جان
نو بنو بیند جہانے در عیان

ہے بدل جاتا یہ جس دم نقشِ جاں
نو بنو ہے دیکھتا چیزیں عیاں

گر بود فردوس و انہارِ بہشت
چون فسردہ یک صفت شد گشت زشت

چاہئے ہو فردوس نہریں اور بہشت
اک صفت جب مٹ گئی یہ سب ہیں زشت

ہر حس مدرک کو آدمی کے بھی دوسری مدرکات ہیں

چنبرۂ دیدِ جہاں ادراکِ تست
پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تست

ہے ترا ادراک عالم کی کمند
ہے حس ناقص حجاب اے ستمند

مدتے حس را بشو ز آبِ عیاں
ایں چنیں داں جامہ شوئی صوفیاں

حس کو کر آبِ عیاں سے تو صفا
صوفیوں کی جامہ شوئی جان جا

اے ز غفلت از سبب تو بیخبر
بندۂ اسباب گشتستی تو خر

تو ہے غفلت میں سبب سے بے خبر
بندۂ اسباب ہے اے بد گہر

لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتۂ
مضطرب احوال و مضطر گشتۂ

اس لئے اندھا ہے اور حیران ہے
مضطرب احوال تو حیران ہے

چشم بکشا و مسبب را نگر
تا شوی فارغ ز اسبابِ نظر

آنکھ کھول اور کر مسبب پر نظر
تا کہ اسباب پہ نظر جائیں گذر

۱؎ سمجھنے والی۔

چوں شدی تو پاک پردہ در کند ۔ جان پاکاں خویش بر تو میزند

جب کہ تو ہو پاک پردہ کیوں رہے ۔ جان پاکوں کی تجھے خود گھیر لے

جملہ عالم گر بود نور و صور ۔ چشم را باشد از آں خوبی خبر

سارا عالم ہو اگر نور و صور ۔ آنکھ کو ان خوبیوں کی ہو خبر

چشم بستی گوش می آری بہ پیش ۔ تا نمائی زلف و رخسارہ بہ پیش

آنکھ کر لے بند کان اپنے جھکا دے ۔ تا کسی کے زلف و رخسارہ دکھا دے

گوش گوید من بصورت ننگرم ۔ صورتا ار بانگے زند من بشنوم

کان کہتا ہے میں نہیں صورت نگر ۔ ہو صدا کوئی تو سن لوں سر بسر

عالمم من لیک اندر فن خویش ۔ فن من جز حرف و صوتے نیست بیش

ہیں ہوں عالم اپنے ہی فن میں مگر ۔ حرف اور آواز کا ہوں صرف گر

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را ۔ نیست بینی در خور ایں مطلوب را

تو کہے اے ناک دیکھ اس خوب کو ۔ کس طرح دیکھے وہ اس مطلوب کو

گر بود مشک و گلابے بو برم ۔ فن من اینست و علم مخبرم

وہ کہے ہیں سونگھ لوں مشک و گلاب ۔ یہ مرا فن اس کی مخبر ہوں جناب

کے بہ بینم من رخ آں سیم ساق ۔ ہیں مکن تکلیف مالیس لطاق

کس طرح دیکھوں وہ روئے نازنیں ۔ کر نہ یہ خواہش کہ طاقت ہی نہیں

باز حسِ کژ نہ بیند غیر کژ ۔ خواہ کژ غژ پیش او یا راست غژ

حسِ کج کج ہی رہے گی بر ملا ۔ چاہ کج کو یا بلا کا غژ ہے آشنا

چشم احول از دوئی دیدن یقیں ۔ ناظر شرکست نے توحید بیں

چشم احول[۲] دیکھے دو تو بالیقیں ۔ شرک کی ناظر ہے کب توحید بیں

۱ بچوں کی طرح چوتڑوں کے بل چلنے والا۔

۲ بھینگا۔

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق ॥ مر مرا از خود نمیدانی تو فرق

تو جو ہے فرعون یکسر ہے دغا ॥ فرق میرا اور اپنا جانے کیا

منگر از خود در من اے کژ باز تو ॥ تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو

اپنی آنکھوں سے نہ دیکھو اے کج نظر ॥ ایک کے تا دو نہ دیکھے بے خبر

بنگر اندر من ز من یکساعتے ॥ تا ورائے کون بینی ساحتے

دیکھ مجھ کو میری آنکھوں سے ذرا ॥ تا نظر میدان آئے دوسرا

وا رہی از تنگی و از ننگ و نام ॥ عشق اندر عشق بینی والسلام

ہو رہا تنگی سے چھوٹ لے ننگ و نام ॥ عشق میں تو عشق دیکھے والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن ॥ گوش و بینی چشم میداند شدن

جسم سے چھوٹے تو پھر ہو آگہی ॥ آنکھ بن جاتے ہیں کان اور ناک بھی

راست گفتہ است آں شہ[1] شیریں زبان ॥ چشم گردد مو بموئے عارفاں

سچ تو کہتے ہیں وہ شاہ خوشخصال ॥ آنکھ بن جاتا ہے ہر عارف کا بال

جسم را چشمے نبود اوّل یقیں ॥ در رحم بود او جنین گوشتیں

پہلے پہلے جسم میں آنکھیں نہ تھیں ॥ گوشت کا اک لوتھڑا تھا بالیقیں

علّت دیدن مداں پیہ اے پسر ॥ ورنہ خواب اندر ندیدی کس صور

آنکھ کی چربی بنی وجہ نظر ॥ خواب میں جو دیکھتی ہے اب صور[2]

آں پری و دیو می بیند شبیہ ॥ نیست اندر دیدگاں ہر دو پیہ

خواب میں دیکھیں صور دیو و پری ॥ اُن کی آنکھوں میں نہیں چربی کوئی

نور را با پیہ خود نسبت نبود ॥ نسبتش بخشید خلّاق ودود

نور کو چربی سے خود نسبت نہ تھی ॥ نسبت اس کو یہ خدا سے ہے ملی

[1] حضرت بایزید بسطامی رح کی طرف اشارہ ہے ۔

[2] صورت کی جمع ۔

آدمست از خاک کے ماند بخاک | جنی است از نار بے ہیچ اشتراک
آدمی ہے خاک کب ہے خاک سا | آگ سے ہیں جن مگر ہیں آگ کیا!

نیست خود مانندِ آتش آن پری | گرچہ اصلش اوست چون می‌بنگری
اک پری بھی آگ کی صورت نہیں | اصل گو اس کی ہے آتش بالیقیں

مرغ از بادست کے ماند بباد | نامناسب را خدا نسبت بداد
ہے ہوا سے مرغ اور کب ہے ہوا | نامناسب کو بھی نسبت دے خدا

نسبت این فرعہا با اصلہا | ہست بیچون ارچہ دادش وصلہا
اصل سے شاخوں کو نسبت ہے کجا | کون جانے وصل یہ کیوں ہے کیا

آدمی چون زادۂ خاک ہباست | این پسر را با پدر نسبت کجاست
آدمی ہے زادۂ خاک و غبار | باپ سے نسبت پسر کو کب ہے یار

نسبتے گر ہست مخفی از خرد | ہست بیچون و خرد کے پے برد
گر ہے نسبت تو نہاں ہے عقل سے | وہ ہے بے چوں عقل اسے کب پا سکے

باد را بے چشم اگر بینش نداد | فرق چون میکرد اندر قوم عاد
باد میں بے چشم اگر بینش نہ تھی | فرق قوم عاد کیونکر جانتی

چون ہمیدانست مومن از عدو | چون ہمیدانست مے را از کدو
وہ تو ہے مومن یہ کافر ہے عدو | کیوں سمجھتی فرق صہبا سے کدو[1]

آتش نمرود را گر چشم نیست | با خلیلش چون تجشم کردنیست
آتش نمرود اگر بینا نہ تھی | کیوں وہ ابراہیم پر ٹھنڈی ہوئی

گر نبودے نیل را آن نور و دید | از چہ قبطی را ز سبطی میگزید
نیل میں ہوتی نہ بینائی اگر | قبطی و سبطی پہ کیوں رکھتا نظر

[1] یعنی اس کدو میں کیسی شراب ہے اور اس میں کیسی ہے۔ مطلب یہ کہ اس شخص میں کیسا ایمان ہے اور اس میں کیسا ہے۔

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شُد	پس چرا داؤد[۴] را او یار شُد
آنکھ والے گر نہ کوہ و سنگ تھے	کس طرح داؤد[۴] یار اُن کے بنے
ایں زمیں را گر نبودے چشمِ جاں	از چہ قارُوں را فرو خورد آنچناں
اس زمیں کو گر نہ ہوتی چشمِ جاں	کس طرح قاروں کو کر لیتی نہاں
گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را	چوں بدیدی ہجرِ آں فرزانہ را
چشمِ دل ہوتی نہ گر حنّانہ[۱] کو	دیکھتا کب فرقتِ فرزانہ[۲] کو
سنگریزہ گر نبودے دیدہ ور	چوں گواہی دادے اندر مشت در
سنگریزوں میں نہ گر ہوتی نگاہ	کس طرح مٹھی میں بن جاتے گواہ
اے خرد بر کش تو پرّ و بالہا	سُورہ بر خواں زلزلت زلزالہا
کھول دے اے عقل بال و پر ذرا	پڑھ وہ سورۃ زلزلت زلزالہا
در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد	کے ز نادیدہ گواہی میدہد
نیک و بد سب پر قیامت میں زمیں	دیکھ کر دے گی گواہی بالیقیں
کی تحدث حالہا و اخبارہا	تظہر الارض لنا اسرارہا
حال اور اخبار کی باتیں کرے	یہ زمیں اسرار سارے کھول دے
ایں فرستادن مرا پیشِ تو میر	ہست بُرہانے کہ شُد مرسل خبیر
میرا تیرے پاس آنا اے امیر	ہے دلیل[۳] اس کی کہ مُرسل ہے خبیر
کہ چنیں دارو چناں ناسور را	ہست ناسور از پئے ملیسور را
بس یہ ہے ناسور کی تیرے دوا	یہ ہے آسانی کو ناسورِ جفا

۱ وہ ستون جو مسجد نبوی میں تھا۔ اور حضور کے ہجر میں نالے کیا کرتا تھا +

۲ آنحضرت سے مراد ہے +

۳ حضرت موسیٰ فرعون سے فرماتے ہیں +

۴ یعنی یہ خدا تعالیٰ کی ایک حجت ہے۔ کہ ہم نے اپنا رسول بھیجکر تجھ کو خبردار کر دیا تھا +

واقعاتے دیدہ بودی پیش ازین — کہ خدا خواہد مرا کردن گزین
دیکھے ہیں پہلے کبھی تونے واقعات — مجھ کو بخشے گا خدا عزّ حسنات

من عصا و نور بگرفتہ بدست — شاخ گستاخی ترا خواہم شکست
ہیں عصا و نور سے لے مدعی — شاخ گستاخی کو توڑونگا تری

واقعاتے سہمگیں از بہر این — گونہ گونہ بنمودت رب دین
واقعات خوف آگیں اس لیئے — ہر طرح کے حق دکھاتا ہے تجھے

در خور سرّ بد و طغیان تو — تا بدانی کوست درخورد آن تو
سب بدی سے جو مطابق ہے تری — تا کہ جس لائق ہے تو سمجھے وہی

تا بدانی کو حکیم است و خبیر — مصلح امراض درمان ناپذیر
تا تو جانے ہے حکیم اور وہ خبیر — لاعلاج امراض کا شافی بصیر

تو بتاویلات میگشتی ازآن — کور و کر کاین ہست از خواب گران
کرکے تاویلیں تو برگشتہ رہا — کر دیا یہ خواب کا ہے ماجرا

وان طبیب و آن منجم در لمع — دید تعبیرش بپوشید از طمع
کتنے طبیب اور وہ منجم جس قدر — سب نے تعبیریں چھپائیں حرص پر

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ درآید غصہ در آگاہیت
بولے تیری دولت و شاہی سے دور — کیا ہو تیرے آگے غصّے کا ظہور

از غذاے مختلف یا از طعام — طبع شوریدہ ہمی بیند منام
جب غذا ہو مختلف یا ہو خراب — دیکھتی ہے طبع شوریدہ یہ خواب

زانکہ دید او کہ نصیحت جو نہ — تند و خونخواری و مسکین خو نہ
جانتے تھے تو نصیحت جو نہیں — تند ہے خونخوار مسکیں خو نہیں

پادشاہان خون کنند از مصلحت — لیک رحمتشان فزونست از عنت
کرتے ہیں خوں مصلحت سے شاہ کبھی — ان کی رحمت ہے تشدد سے بڑھی

شاہ را باید کہ باشد خوئے رب — رحمت او سبق گیرد بر غضب

چاہیئے ہر شاہ میں خوئے خدا — ہر غضب پر غالب اس کی ہو عطا

نے غضب غالب بود مانند دیو — بے ضرورت خوں کند از بہر ریو

صورت شیطاں نہ غالب ہو غضب — بے ضرورت ہو نہ ہرگز خوں طلب

نے حلیمی مخنث وار نیز — کہ شود زن روسپی زان کنیز

حلم تجھ میں ہیجڑے کا بھی نہیں — ہو زن قحبہ ہی لونڈی بالیقیں

دیو خانہ کردہ بودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بودی کینہ را

دیو خانہ سینے کو تونے کیا — اور کینہ کو لیا قبلہ بنا

شاخ تیزت بس جگرہا را کہ خست — نک عصایم شاخ شوخت را شکست

تیرے سینگوں سے گئے زخمی جگر — اب عصا نے سینگ توڑے سربسر

ان دنیا والوں کا ان دنیا والوں پہ حملہ

حملہ بردند اسپہ جسمانیاں — جانب قلعہ و دز روحانیاں[1]

لشکر جسمانیاں جب برملا — قلعۂ روحانیاں پر جا چڑھا

تا فرو گیرند بر در بند غیب — تا کسے ناید از آں سو پاک جیب

تاکہ آئیں غیب کے در بند پر — قدسیوں کا ہو نہ اس جانب گزر

غازیاں حملہ غزا چوں کم برند — کافراں بر عکس حملہ آورند

رو سکتے ہیں جنگ کو غازی اگر — ہوتے ہیں کفار ان پر حملہ ور

غازیان غیب چوں از حلم خویش — حملہ ناوردند بر تو زشت کیش

غازیان غیب اپنے حلم سے — حملہ ور تجھ پر نہ تھے کافر ہوئے

[1] قلعہ

حملہ بردی سوئے دربندانِ غیب　　تا نیابند ایں طرف مردانِ غیب

حملہ تو نے غیب کے در پر کیا　　تا ادھر آئیں نہ مردانِ خدا

چنگ در صلب و رحمہا بر زدی　　تا کہ شارع را بگیری از بدی

پشت اور رحموں میں مارا تو نے چنگل[1]　　تا بدی سے راہ روکے بہادر تک

چوں بگیری شہرہ کو ذوالجلال　　بر گزیدہ است از برائے انسال

تو مگر اس راہ کو کس طرح لے　　جس کو چھانٹا حق[2] نے نسلوں کے لیے

تو زدی دربندہا را اے لجوج　　کور گشتے تو کزو سرہنگے خروج

جبکہ دربندوں پہ یورش تو نے کی　　اک سپاہی نکلا کوری سے تری

تاک منم سرہنگ ہنگت بشکنم　　تاک بنامش نام و ننگت بشکنم

وہ سپاہی ہیں ہوں ڈوں تجھ کو شکست　　نام سے اس کے کروں گا تجھ کو پست

تو ہلا دربندہا را سخت بند　　چند گاہے بر سبال خود بخند

خوب دربندوں کے در مضبوط کر　　ہو لے خوش کچھ دیر اپنی مونچھ پر

سبلتت را بر کند یک یک قدر　　تا بدانی کالقدر یعمی البصر

مونچھیں اکھاڑ ینگی تری ایک ایک کر　　تا تو سمجھے اندھا کرتی ہے قدر[3]

سبلت تو تیز تر یا آن عاد　　کہ ہمی لرزید از دمشان بلاد

تیری مونچھیں سخت ہیں یا عاد کی　　تھا زمانہ جن سے لرزاں اے شقی

تو ستیزہ روتری یا آل ثمود　　کہ نیامد مثل ایشاں در وجود

جنگ جو تر تو ہے یا قوم ثمود　　مثل جن کے تھا نہ کوئی بھی وجود

صد ازیں ہا گر بگویم تو کری　　بشنوی و ناشنودہ آوری

سینکڑوں باتیں کروں بہرا ہے تو　　اور سنی کو ان سنی کرتا ہے تو

---

[1] چنگل - پنجہ + [2] خدا کے +
[3] یعنی قضا و قدر +

تو چہ کردم از سخن کانگیختم   بے سخن من دارویت آمیختم
تو یہ میں نے تجھ سے کیوں یہ بات کی   یاد ہے تیری دوا بے بات کی
کہ نہم بر ریش خامت تا پزد   تا بسوزد ریش خامت تا ابد
تیرے کچے زخم پر رکھوں اُسے   تا قیامت زخم کچا ہی سے جلے
تا بداند کو خبیر است اے ولد   میدہد ہر چیز را در خورد او
ہے خبیر اب کون، تا تو جان لے   جس کے جو لائق ہو وہ چیز اسکو دے
کے نکو کردی و کے کردی تو شر   کہ ندیدی لائقش در پے اثر
کونسی کی تو نے نیکی اور شر   جو نہ دیکھا اُس کے پیچھے اک اثر
کے فرستادی دمے بر آسماں   نیکیے کز پے نیامد مثل آں
آسماں پر کب ہیں بھیجی نیکیاں   اجر جن کا آنہ پہنچا ہو یہاں
گر مراقب باشی و بیدار تو   ہر دمے بینی جزائے کار تو
ہو مراقب یا کہ ہو بیدار تو   دیکھے گا ہر دم جزائے کار تو
چوں مراقب باشی و گیری رسن   حاجتت ناید قیامت آمدن
گر مراقب ہو کے رسی تھام لے   پھر قیامت کی نہ کچھ حاجت رہے
آنکہ رمزے را بداند او صحیح   حاجتش ناید کہ گویند او صریح
رمز کو جو جان لیتا ہو صحیح   کیا اُسے حاجت کہ وہ بولے صریح
ایں بلا از کودنی آید ترا   کہ نکردی فہم نکتہ و رمزہا
بیوقوفی سے بلا ہے چار سو   کچھ نہ سمجھا رمز اور نکتوں کو تو
از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد   فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد
جب بدی سے دل سیاہ و تیرہ ہو   تو نہیں شایاں کہ تو ششدر ہو
ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی   در رسد در تو جزائے خیرگی
تیر ہو جائیگی ورنہ تیرگی   تجھ کو پہنچیگی جزائے خیرگی

ور نیابد تیرگی از بخشایش است — نے پئے تا دیدن آلایش است

گر نہ آسے تیرگی ہے اس کی عطا — ورنہ وہ آلودگی سے ہے دیکھتا

ہیں مراقب دانش گرداں برست — کز پئے ہر فعل چیزے زاید است

ہو مراقب گر تجھے دل چاہیئے — تا جزا ہر فعل کی ملتی رہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بود — از مراقب کار بالا تر بود

اور اگر اس سے بھی کچھ ہمت بڑھے — تو مراقب سے بھی کچھ عظمت بڑھے

جسم انسانی جوہر آئینہ ہے

پس چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کن صیقلی کن صیقلی

مثل لوہے کے تو ہے تاریک اگر — اور کر صیقل بدن پر اور کر

تا دلت آئینہ گردد پر صور — اندرو ہر سو ملیحے سیمبر

تاکہ تیرا دل بنے اک آئینہ — اس میں دیکھے صورتیں رنگیں لقا

آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود — صیقلی آں تیرگی از وے زدود

لوہا گرچہ کالا اور بے نور تھا — لی جو صیقل زنگ سب جاتا رہا

صیقلی دید آہن و خوش کرد رو — تاکہ صورتہا تواں دید اندرو

پاکے صیقل لوہا خوش رو ہو گیا — عکس تک اس میں نظر آنے لگا

گر تن خاکی غلیظ و تیرہ است — صیقلش کن زانکہ صیقل گیرا است

گر ترا تن خاکی ہو گدلا اور سیاہ — صیقل اس پر کر لے ہے یہ اس کی چاہ

تا در و اشکال غیبی رو دہد — عکس حورے و ملک در وے جہد

تاکہ اس میں شکل غیبی آئے نظر — عکس ہو حور و ملک کا جلوہ گر

صیقل عقلت بداں دادست حق — کہ بدو روشن شود دل را ورق

حق نے دی ہے عقل کی صیقل تجھے — تاکہ وہ دل کا ورق روشن کرے

صیقلے را بستۂ اے بے نماز　　وان ہوا را کردۂ دو دست باز

رکھ دیا صیقل کو تو نے باندھ کے　　حرص کے ہاتھوں کو کھولا شوق سے

گر ہوا را بند بنہادہ شود　　صیقلے را دست بگشادہ شود

حرص کو گر بند تو نے کر لیا　　دست صیقل خود بخود کھل جائیگا

آہنے کائینۂ غیبی بُدے　　جملہ صورتہا درو حاصل شدے

لوہا آئینہ جو ہوتا غیب کا　　اس میں ہوتیں صورتیں جلوہ نما

تیرہ کردی زنگ دادی در نہاد　　این بود یسعون فی الارض الفساد

زنگ دیکر کردیا تیرہ نہاد　　بس زمیں میں ہے یہی سعی فساد[1]

تاکنون کردی چنیں اکنوں مکن　　تیرہ کردی آب ازیں افزوں مکن

خراب جو ہو گیا سو ہو گیا　　اپنے پانی کو نہ تیرہ تر بنا

برمشوران تا شود ایں آب صاف　　واندرو بیں ماہ و اختر در طواف

اب نہ حرکت دے کہ یہ پانی ہو صاف　　دیکھ اُس میں چاند تاروں کا طواف

زانکہ مردم ہست ہمچوں آب جو　　چوں شود تیرہ نہ بینی قعر او

کیونکہ ہے انسان مثل آب جو　　ہو جو گدلی دیکھے گہرائی نہ تو

قعر جو پر گوہر است و پُر زدُر　　ہیں مکن تیرہ اگر ہستی تو حُر

موتیوں سے اس کی تہ آباد ہے　　کر نہ گدلا اس کو گر آزاد ہے

جان مردم ہست مانند ہوا　　چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما

جان ہے انسان کی مثل ہوا　　گرد میں آ مل کر ہو پردہ چرخ کا

مانع آید او ز دیدِ آفتاب　　چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب

روکدیتی ہے جمال آفتاب　　گرد مٹ جائے تو کھرا جائے تاب

---

[1] یعنی زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بلبشر ۔۔۔ صیقلی واللہ اعلم بالصدور
مختصر یہ، کم نہ کر اے بے سرور ۔۔۔ صیقلی واللہ اعلم بالصدور[1]

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز کھولنا[2]

باکمال تیرگی حق واقعات ۔۔۔ مینمودت تا روی راہ نجات
باوجود تیرگی حق واقعات ۔۔۔ کھولتا ہے تاکہ تو پائے نجات

زآہن تیرہ بقدرت می نمود ۔۔۔ واقعاتے کہ در آخر خواست بود
جیسا کہ تیرے آہن تاریک سے ۔۔۔ ہونے والے تھے جو آخر واقعے

تا کنی کمتر تو آں ظلم و بدی ۔۔۔ آں ہمی دیدی و بدتر میشدی
تا ترے کم ہوں مظالم اور بدی ۔۔۔ دیکھ کر بدتر ہوا تو اور بھی

نقشہائے بد کہ در خوابت نمود ۔۔۔ میرمیدی زاں و آں نقش تو بود
نقش بد جو خواب میں آئے نظر ۔۔۔ جن سے بھاگا، تھا وہ تو ہی سربسر

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید ۔۔۔ روئے خود را زشت و بر آئینہ رید
جیسے اک زنگی نے دیکھا آئینا ۔۔۔ دیکھی صورت بد تو اس پر ہگ دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس ۔۔۔ زشتیم آں تو است اے کورخس
اور کہا آئینہ سے اے زشت رو ۔۔۔ میری زشتی ہے تری اندھے ہے تو

آں جفا بر روئے زشتت میکنی ۔۔۔ نیست بر من زانکہ ہستم روشنی
اپنے روئے زشت پر ہے یہ جفا ۔۔۔ مجھ پہ کیا ہے ہیں تو ہوں صاف اور صفا

گاہ میدیدی لباست سوختہ ۔۔۔ گہ دہان و چشم تو بر دوختہ
گہ لباس کو دیکھتا تھا تو جلا ۔۔۔ گاہ اپنی آنکھ اور منہ کو سلا

[1] اللہ تعالیٰ سینوں کا حال جاننے والا ہے۔
[2] یہاں سے حضرت موسیٰؑ کا خطاب فرعون سے ہے۔

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ — گہ سرِ خود را بدنداں دودہ

قصد حیواں نے کبھی خوں کا کیا — تھا کبھی دانتوں میں اُس کا سر ترا

گہ نگوں اندر میانِ آبریز — گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز

تو کبھی چشمے میں اوندھا گر پڑا — غرق سیلِ خوں میں گاہے ہو گیا

گہ ز بامے اوفتادہ گشتہ پست — گاہ در اشکنجہ وابستہ دو دست

تو کبھی کوٹھے سے نیچے گر پڑا — اور شکنجے میں کبھی جکڑا گیا

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غل — گاہ بر مغزت زدندے چوں دہل

گاہ زنجیروں میں تیرے ہاتھ تھے — گاہ دیکھا اپنا سر کُٹتے ہوئے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی — کہ شقیی کہ شقیی کہ شقی

چرخ سے آئیں یہ آوازیں کبھی — تو شقی ہے تو شقی ہے تو شقی

گہ ندات آمد صریحے از جبال — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال

اور کبھی آواز دیتے تھے جبال[1] — جا کہ تو ہے مثلِ اصحابِ[2] شمال

گہ صدا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد

پتھروں سے گاہ آتی تھی صدا — تا ابد فرعون دوزخ میں گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرودِ ابد فرعون مات

اور کہتی تھی کبھی تجھ سے نبات[3] — تا ابد فرعون تو نے کھائی مات

زیں بتر ہا کہ نمی گویم ز شرم — تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم

اس سے بھی بدتر کہوں تو آئے شرم — اور ہو الٹی طبیعت تیری گرم

اندکے گفتم بتو اے ناپذیر — زاندکے دانی کہ ہستم من خبیر

تھوڑا سا کچھ کہہ دیا ہے اے شریر — تا کہ تو سمجھے میں ہوں تجھ سے خبیر

[1] پہاڑ ۔ [2] یعنی کافر اور دوزخی جو قیامت میں عرش کی بائیں جانب ہونگے
[3] نباتات ۔

خویشتن را کور میکردی و مات ‫—‬ تا نیندیشی جواب واقعات

خود کو اندھا کر لیا اور کھائی مات ‫—‬ سوچنا کیا ہے جواب واقعات

چشم گر بربندی تک آمد پیش تو ‫—‬ کوری اوراک بکر اندیش تو

بھاگیگا کب تک کہ آگے آگئی ‫—‬ کوری تیرے فہم فکر اندیش کی

هین مکن زین پس فراگیر احتراز ‫—‬ کہ ز بخشایش درِ توبہ است باز

اب نہ کر ایسا کر اس سے احتراز ‫—‬ ہے درِ توبہ ابھی رحمت سے باز

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانب مغرب درے ‫—‬ باز باشد تا قیامت بر ورے

توبہ کا ہے سمت مغرب ایک در ‫—‬ حشر تک وہ ہے کھلا مخلوق پر

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب ‫—‬ باز باشد آن در از وے سر متاب

نکلے مغرب سے نہ جب تک آفتاب ‫—‬ وہ کھلا ہے کر نہ اس سے اجتناب

ہست جنت را ز رحمت ہشت در ‫—‬ یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر

خلد کے رحمت سے ہیں جو آٹھ در ‫—‬ اک درِ توبہ ہے اُن میں اے پسر

زاں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز ‫—‬ واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز

کھلتے بھی ہیں ہوتے ہیں وہ بند بھی ‫—‬ اور درِ توبہ ہے رہتا باز ہی

ہین غنیمت دار در باز است زود ‫—‬ رخت آنجا کش بکوری اے حسود

ہے غنیمت در ہے توبہ کا کھلا ‫—‬ چھوڑ اندھا پن وہاں بستر جما

پیش از آں کز قہر در بستہ شود ‫—‬ بعد از آں زاریٔ تو کس نشنود

اس سے پہلے قہر بند اس کو کرے ‫—‬ پھر نہ کوئی تیری زاری کو سنے

باز گرد از کفر و ایں در باز یاب ‫—‬ تا نگردی از شقاوت ردِّ باب

کفر سے باز آ، کھلا اس در کو پا ‫—‬ تا نہ رد کر دے شقاوت بیوفا

حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے ارشاد

ہیں زمیں بہا بر یک چیز و بیار	پس زمیں بستاں عوض کن زاں ہزار
صرف میری ایک شے کر اختیار	اور عوض میں اس کے لے مجھ سے ہزار
گفت اے موسیٰؑ کدام است آں یکے	شرح کن با من ازاں یک اندکے
بولا اے موسیٰؑ وہ شے ہے ایک کیا	حال کچھ اس کا مجھے بھی تو سنا
گفت آں یک کہ بگوئی آشکار	کہ خدائے نیست غیر از کردگار
بولے صرف اتنا تو کہدے آشکار	بس خدا کوئی نہیں جز کردگار
خالق افلاک و انجم بر علا	مردم و دیو و پری و مرغ را
چرخ اور تاروں کا ہے وہ کبریا	آدمی دیو و پری اور مرغ کا
خالق دریا و کوہ و دشت و تیہ	ملکت او بے حد و او بے شبیہ
خالق صحرا و دریا و جبال	ملک بے حد اس کا وہ ہے بے مثال
حافظ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں	رازق ہر جانور اندر جہاں
حافظ ہر چیز و ہر جا و بشر	ہے جہاں میں رازق ہر جانور
ہم نگہدارندۂ ارض و سما	ہم پدید آرندۂ گل از گیا
ہے وہی ارض و سما کا پاسباں	گھاس سے پھولوں کو کرتا ہے عیاں
مطلع او بر ضمیر بندگاں	حاکم و جبّار بر گردن کشاں
رازِ دل بندوں کے اس پہ ہیں عیاں	حاکم و جبّار مغروروں پہ ہاں
اوست بر ہر پادشاہے پادشا	حکم او را یفعل اللہ ما یشا[1]
ہے وہی ہر بادشاہ پر بادشا	حکم اس کا یفعل اللہ ما یشاد

[1] اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو چاہیگا کریگا۔

گفت اے موسیٰ اگر ہست آں چہار — کہ عوض بدہی مرا برگو بیار

بولا اے موسیٰ وہ ہیں چیزیں چار کیا؟ — جو عوض میں آپ سے ہیں پاؤں گا

تا بود کز لطف آں وعدہ حسن — سست گردد چار میخ کفر من

شاید اُن کے وعدۂ محمود سے — سست میرے کفر کے ہوں کھوسلے

بو کہ زاں خوش وعدہائے مغتنم — بر گشاید قفل کفر صد صنم

شاید اُن کے وعدہ سے اے محترم — ٹوٹ جائے قفل زنار ان صنم

بو کہ از تاثیر جوئے انگبیں — شہد گردد در تنم آں زہر کیں

گر کرے تاثیر جوئے انگبین — شہد شاید جسم میں ہو زہر کیں

یا ز عکس جوئے آں پاکیزہ شیر — پرورش یابد دمے عقل اسیر

عکس سے اس نہر کے جس میں ہے شیر — پرورش پائے مری عقل اسیر

یا بود کز عکس آں جوہائے خمر — مست گردم بو برم از ذوق امر

یا کہ ڈالے عکس جب جوئے شراب — مست ہو کر حکم حق مانوں شتاب

یا بود کز لطف آں جوہائے آب — تازگی یابد تن شورہ خراب

یا اگر ہو مہرباں وہ جوئے آب — تازگی پائے مرا جسم خراب

شورہ ام را سبزۂ پیدا شود — خارزارم جنّت الماوا شود

میرے کوڑے پر ہو سبزہ آشکار — جنت الماوی ہو میرا خارزار

بو کہ از عکس بہشت و چار جو — جاں شود از یاریٔ حق یار جو

عکس جب ڈالے بہشت چار جو[۱] — روح ہو یاریِ حق سے یار جو

آنچناں کز عکس دوزخ گشتہ ام — آتش و در قہر حق آغشتہ ام

عکس سے دوزخ کے میں ہوں آگ جوں — قہر میں اللہ کے آلودہ ہوں

[۱] چار نہروں والی بہشت ۔

کز عکس نار دوزخ ہمچو مار — گشتہ ام بر اہل جنت زہر بار

عکس سے دوزخ کے ہیں مانند مار — اہل جنت پر ہُوا ہوں زہر بار

کز عکس جوشش آب حمیم — آب ظلمم کرد خلقاں را رمیم

ہے اُس آب گرم کا ہے جوش یاں — ظلم سے بوسیدہ ہُوا ہے جہاں

من ز عکس زمہریرم زمہریر — باز عکس آں سعیرم چوں سعیر

عکس[1] نار سرد سے ہوں زمہریر — عکس گرم و آتشیں سے ہوں سعیر[2]

دوزخ درویش مظلومم کنوں — وائے آنکو یابدش ناگہ زبوں

دوزخ درویش مظلوم آج ہوں — وائے اس پر پاؤں ہیں جس کو زبوں

موسیا باشد کہ بکشائیم در — وز فضیلتہات گردم با خبر

شاید اے موسیٰ وہ در ہیں کھول لوں — اور خبر تیری فضیلت کی سنوں

موسیا باشد کہ یابیم ما منے — وارہیم از کثرت ما و منے

شاید اے موسیٰ ملے مجھ کو پناہ — ہیں خودی سے چھوٹ جاؤں پُر گناہ

ہیں بگو با من کہ ہست آں چہار — کہ عوض خواہیم دادن بر شمار

ہاں بیاں کر جلد کیا چیزیں ہیں چار — جو عوض میں پاؤنگا کرکے شمار

حضرت موسیٰ کا وہ چاروں فضیلتیں بیان کرنا

گفت موسیٰ کاولین آں چہار — صحتے باشد تنت را پائدار

بولے موسیٰ اوّلین از ہر چہار — تندرستی جسم کی ہے پائدار

آں عللہائیکہ در طب گفتہ اند — دور باشد از تنت اے ارجمند

طب میں جن بیماریوں کا ہے بیاں — دور تیرے جسم سے ہوں بیگماں

[1] دوزخ میں عذاب کی دو قسمیں ہیں سرد و گرم +

[2] بھڑکی ہوئی آگ +

ثانیاً باشد ترا عمر دراز — کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
دوسرے ہو عمر بھی تیری دراز — موت کو تجھ سے رہے اک احتراز

ور نباشد بعد عمر مستوی — کہ بناکام از جہاں بیروں روی
عمر طبعی کے بھی بعد اے تند خو — جائے دنیا سے نہ پھر ناکام تو

بلکہ خواہان اجل چوں طفل شیر — نے ز رنجے کاں ترا دارد اسیر
خواستگار موت ہو جوں طفل شیر — ہو نہ مرتے دم کسی غم میں اسیر

مرگ جو باشی ولے نز عجز و رنج — بلکہ بینی در خراب خانہ گنج
موت کا جویا ہو خود بے عجز و رنج — بلکہ ویرانے میں تو دیکھیگا گنج

پس بدست خویش گیری تیشۂ — میزنی بر خانہ بے اندیشۂ
ہاتھ میں لیکر بسولا بے گماں — اپنے گھر کو ڈھائیگا تو خود یہاں

کہ حجاب گنج بینی خانہ را — مانع صد خرمن ایں یکدانہ را
گھر کو تو دیکھیگا پردہ گنج کا — دانہ اک سو ڈھیر کا مانع ہوا

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری پیشۂ مردانہ را
آگ میں اس دانہ کو تو ڈالدے — پیشۂ مردانہ خود حاصل کرے

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا مہت آید بروں از زیر میغ
خانۂ تن کو تو اُکھاڑے بیگماں — چاند تیرا ابر سے تا ہو عیاں

اے بیابرگے ز باغے ماندۂ — ہمچو کرمے برگش از رز راندۂ
باغ میں تھا لگ سے تو اک برگ پر — مثل کرم انگوروں سے ہے بیخبر

چوں کرم ایں کرم را بیدار کرد — اژدہائے جہل را ایں کرم خورد
فضل سے بیدار جب کیڑا ہوا — اژدہائے جہل کو بس کھا گیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — اینچنیں تبدیل گردد نیکبخت
کرم انگوروں کا پُر میوہ درخت — بن گیا بدلے یونہی ہر نیکبخت

کنتُ کنزاً مخفیاً ... کی تفسیر

خانہ برکن کز عقیق این یمن ٭ صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
گھر[1] ڈھا دے اور اس عقیق[1] سے ٭ لاکھوں گھر بن سکتے ہیں تیرے لئے

گنج زیر خانہ است و چارہ نیست ٭ پس نہ ہم خانہ میندیش و مایست
گھر کے نیچے گنج ہے پھر چارہ کیا ٭ ڈھا دے گھر کو سوچتا کیا ہے کھڑا

کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج ٭ بتواں کردن عمارت بے ز رنج
جب خزانہ مل گیا گھر سینکڑوں ٭ بے کسی تکلیف کے تیار ہوں

عاقبت آں خانہ خود ویراں شود ٭ گنج از زیرش یقیں عریاں شود
آخر اک دن گھر یہ ڈھایا جائیگا ٭ نکلیگا نیچے خزانہ برملا

لیک آں تو نباشد زانکہ روح ٭ مزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
روح مالک اس کی ہوگی تو نہیں ٭ لے گی ڈھانے کا عوض وہ بالیقیں

چوں نکرد آں کار مزدش ہست لا ٭ لیس للانسان الا ما سعیٰ[2]
ہو گئی ہے کام مزدوری فنا ٭ کیا ملے ہے کوشش کے سوا انسان کا

دست خائی بعد ازاں تو کائے دریغ ٭ اینچنیں ماہے بد اندر زیر میغ
ہاتھ چبائیگا پھر اپنے بیگماں ٭ آہ تھا کیا چاند بادل میں نہاں

من نکردم آنچہ گفتند از بہی ٭ گنج رفت و خانہ و دستم تہی
جو ہدایت تھی نہ کیوں ویسا کیا ٭ گنج سے گھر بھی تھا خالی رہ گیا

حائل گنج و حجاب این خانہ بود ٭ مانع رہا خرمن این یکدانہ بود
وہ حجاب گنج میرا گھر ہی تھا ٭ مانع خرمن یہ اک دانہ رہا

[1] گھر سے مراد یہاں جسم اور عقیق سے مراد روح ہے۔
[2] قولہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ: لیس للانسان الا ما سعیٰ

خانهٔ اُجرت گرفتی و کرے — نیست مِلکِ تو بہ بیعے یا بشرے
گھر ہے اُجرت پر کرایہ دار تو — گھر نہیں ذاتی تو ہے ناچار تو

این کری را مدّتے داد و اجل — تا دران مدّت کنی در وے عمل
اس کرایے کی ہے مدّت بے خلل — تا رہے اس وقت تک تیرا عمل

پاره دوزی میکنی اندر دُکاں — زیر این دُکّان تو پنہاں دو کاں
تو ہے دُکاں پر سی رہا ہے دھجیاں — ہیں دُکاں کے نیچے دو کانیں نہاں

ہست این دُکّاں کرائی زود باش — تیشه بستان و تگش را میخراش
ہے کرائے پر یہ دُکّاں جلد کر — لے بسولہ۔ کھود جڑ اسے بے خبر

تا که تیشه ناگہاں بر کاں نہی — از دُکان و پاره دوزی وا رہی
تیشہ شاید کان ہی پر جا لگے — ہو رہا سینے سے اور دُکّان سے

پاره دوزی چیست خورد آب و نان — میزنی این پاره بر دلق گراں
دھجی سینا کیا ہے کھانا آب و ناں — گدڑی پر یہ ہے لگانا دھجیاں

ہر زماں میدرد این دلق تنت — پاره برو سے میزنی زیں خورد نت
تن کی گدڑی لحظہ میں پھٹے — اس پہ پھر پیوند کھانے کا لگے

اے ز نسلِ پادشاہِ کامگار — با خود آ زیں پاره دوزی ننگ دار
بادشاہوں کی ہے جب تو نسل سے — پاره دوزی عار ہونی چاہئے

پاره برکن ازیں قعرِ دُکاں — تا بر آرد سر بہ پیشِ تو دو کاں
اُس دُکاں کی تہ سے کچھ کھیڑے اڑا — تا کہ دو کانیں ہوں ظاہر برملا

پیش ازاں کایں مہلتِ خانه کری — آخر آید بر نخورده زو بری
ختم اگر مدّت کرایے کی ہوئی — جائیگا دُکّاں سے پھر ناکام ہی

پس ترا بیروں کند صاحب دُکاں — وزیں دُکاں را بکند از روے کاں
مالکِ دُکّاں نکالے گا سمجھ — اور نکالے کان دُکّاں کھود کے

تو ز حسرت دست بر سر میزنی — گاہ ریش خام خود بر میکنی

اپنا پھر پیٹے گا تو حسرت سے سر — ڈاڑھی بھی نوچیگا اپنی سربسر

کائے دریغا آں من بودے ایں دکاں — کور بودم بر نخوردم زایں مکاں

اور کہیگا تھی یہ تیرے ہی دکاں — پھل نہ پایا اس دکاں سے بیگماں

اے دریغا گنج را بگذاشتم — آب حیواں را بخاک انباشتم

ہائے میں نے خود ہی چھوڑا گنج زر — آب حیواں کو دبا مٹی سے بھر

اے دریغا بود ما را برد باد — تا ابد یا حسرتا شد للعباد

ہوگئی برباد سب ہستی مری — ہے ابد تک حسرت اور افسوس بھی

اے دریغا اے دریغا اے دریغ — ماہ من پنہاں بماند زیر میغ

ہائے صد افسوس اُف وا حسرتا — چاند بادل ہی میں پنہاں رہ گیا

انسان کا ذہن اور تصوّرات طبیعت پر مغرور ہونا

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار — بودم اندر عشق خانہ بیقرار

دیکھے ہیں نے گھر میں کچھ نقش و نگار — اور رہا گھر کے لئے ہیں بیقرار

ماندم اندر خانہ حیران نزار — لاجرم از معنی شدم من عور زار

گھر میں جاکر رہ گیا حیراں مگر — ہوگیا معنی سے میں بیکار تر

عشق خانہ دل من کار کرد — لاجرم از گنج ماندم دور و فرد

عشق نے گھر کے کیا ہم کو ہلاک — دور دولت سے ہوں میں اندوہناک

بودم از گنج نہانی بیخبر — ورنہ دستنبوئے من بودے تبر

تھا میں اس گنج نہاں سے بیخبر — ورنہ گلدستہ مرا بنتا تبر

آہ گر داد تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرا دادمے

آہ میں دیتا تبر کی داد اگر — بھیجتا اس دم تبرا رنج پر

چشم را بر نقش می انداختم ۔۔۔ ہمچو طفلاں عشقہا میباختم
آنکھ میری نقش ہی پر تھی لگی ۔۔۔ مثل بچوں کے تھی میری عاشقی

پس بگو گفت آں حکیم کامیار ۔۔۔ کہ تو طفلی خانہ پُر نقش و نگار
سچ تو کہتے ہیں حکیم[1] ذی وقار ۔۔۔ تو ہے بچہ گھر ہے پُر نقش و نگار

در الٰہی نامہ بس اندرز کرد ۔۔۔ کہ برآر از دودمان خویش گرد
ہے الٰہی نامہ میں یوں پند دی ۔۔۔ کہ اُڑا دے دھول اپنے جسم کی

حضرت موسیٰ کا تیسرا وعدہ بیان کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدہ سوم ۔۔۔ کہ دل من ز اضطرابش گشت گم
کہدے اے موسیٰؑ تو وعدہ تیسرا ۔۔۔ اضطراب دل سے ہوں کھویا ہوا

گفت موسیٰؑ آں سوم مُلکِ دو تو ۔۔۔ دو جہانے خالص از خصم و عدو
بولے موسیٰؑ تیسرے دو ملک لے ۔۔۔ دو جہاں جن میں نہ دشمن مل سکے

بیشتر زاں ملک کانوں داشتی ۔۔۔ کاں بُد اندر جنگ و ایں در آشتی
کچھ زیادہ اس سے جو رکھتا ہے تو ۔۔۔ جنگجو یہ ہے وہ ہوگا صلح جو

آنکہ در جنگت چناں ملکے دہد ۔۔۔ بنگر اندر صلح چوں خوانت نہد
جنگ میں جو تجھ کو ایسے ملک دے ۔۔۔ صلح میں کیا کیا تری خاطر کرے

آں کرم کاندر جفا انہات داد ۔۔۔ در وفا بنگر چہ باشد افتقاد
سب جفا میں اُس کے ہیں اتنے کرم ۔۔۔ پھر وفا میں وہ کرے کتنے کرم

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زود ۔۔۔ باز گو صبرم شد و حرصم فزود
بولا اے موسیٰ اب جو تھا وعدہ کیا ۔۔۔ جلد کہ بے صبر ہوں ۔ لالچ بڑھا

[1] یعنی حکیم سنائی رح

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — موئے ہمچوں قیر و رخ چوں ارغواں

بولے چوتھے یہ رہیگا تو جواں — بال کالے اور رُخ جوں ارغواں

رنگ و بُو در پیش ما بس کاسد است — لیک تو پستی سخن کردیم پست

رنگ و بُو ناقص ہے اپنے سامنے — پست ہے تو پست ہی وعدے کئے

افتخار از رنگ و بُو و از مکاں — ہست شادی و فریب کودکاں

افتخارِ رنگ و بو حسنِ مکاں — ہے خوشی بچوں کی دھوکا بیگماں

کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم[۱] کی تفسیر

چونکہ با کودک سروکارم فتاد — ہم زبان کودکاں باید گشاد

چونکہ بچے سے پالا ہے پڑا — باتیں بچوں کی سی کرنی ہیں روا

کہ برو کُتّاب تا مرغت خرم — یا مویز و جوز و فستق آورم

مدرسے تو جا، ہیں چڑیا دوں منگا — جوز انگور اور پستا دوں منگا

جز شباب تن نمیدانی بگیر — ایں جوانی را بگیر اے خرشعیر

تو جوانی چاہتا ہے اے شریر — لے جوانی بل رہی ہے دلپذیر

ہیچ آژنگے نیفتد بر رخت — تازہ ماند ایں شباب فرخت

ایک بھی جھری نہ چہرے پر پڑے — تازہ تر گلشن جوانی کا رہے

نے نشان پیری آرد برو — نے قد چوں سرو تو گردد دوتو

ہو بڑھاپے کا نہ کچھ ظاہر نشاں — سرو سا قد خم نہ ہو یہ جاوداں

نے شود زور جوانی از تو کم — نے بدنداں ہا خللہا یا الم

ہو کبھی قوت جوانی کی نہ کم — ہو نہ دانتوں کو کوئی دکھ یا الم

۱ یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو +

نہ کمی در شہوت و طمث و لعال	کہ زناں را آید از ضعفت ملال
ہو نہ شہوت اور حرارت میں کمی	ہو نہ عورت کو شکایت ضعف کی
نہ شود موئت سفید و پشت خم	لیک خوشتر لحظہ لحظہ دمبدم
ہو سفیدی بالوں پر نے پشت خم	لحظہ لحظہ شاد ہو تو دم بہ دم
آنچناں بکشایدت فرِ شباب	کہ گشود آں مژدہ بر عکاشہؓ باب
یوں جوانی تیرے اوپر کھٹ پڑے	جیسے عکاشہ رضؓ تھے خوش اک مژدہ سے

من بشّرنی[1] بخروج الصفر بشرتہ بالجنۃ کی تفسیر

احمدؐ آخر زماں را انتقال	در ربیع اوّل آمد بے جدال
جب حبیب حق نے فرمایا وصال	تھا ربیع الاوّل اے عالی خصال
چونکہ واقف شد دلش از وقت نقل	عاشق آں وقت گردید او بعقل
دل ہوا واقف جو وقت مرگ سے	آپ عاشق ہو گئے اس وقت کے
چوں صفر آمد بشد شاد از صفر	کہ پس ایں ماہ میسازم سفر
خوش ہوئے جب آ گیا ماہِ صفر	میں کروں بعد اس مہینے کے سفر
ہر شبے تا روز زیں شوق ہدے	او رفیق راہِ اعلیٰ میزدے
رات دن یہ ذکر تھا لب آشنا	تھی رفیق[3] راہِ اعلیٰ کی صدا
گفت ہر کس کہ مرا مژدہ دہد	چوں صفر پا از جہاں بیروں نہد[2]
کہتے تھے مژدہ کوئی دیگا اگر	جب صفر کر جائیگا دنیا سے سفر

لہ اس کی تفصیل آگے ہے +

٢ہ جو شخص مجھے ماہ صفر گذرنے کی بشارت دے۔ میں اُسے جنّت کی بشارت دیتا ہوں +

٣ہ یعنی آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی +

که صفر بگذشت و شد ماه ربیع / مژده ور باشم مر او را و شفیع

اب صفر گذرا، ہوا ماہِ ربیع / اُس کو مژدہ دونگا اور ہونگا شفیع

چون صفر بر بست بار و ماهِ نو / گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو

جب صفر گذرا، تو نکلا ماہ نو / اور پھیلی آسماں پر اس کی ضو

گفت عکاشه صفر بگذشت و رفت / گفت که جنت ترا ای شیر زفت

دی خبر عکاشہ رضؓ نے گذرا صفر / بولے حضرت ہے ترا جنت میں گھر

دیگری آمد که بگذشت این صفر / گفت عکاشه ببرد از مژده بر

دوسرا آیا کہا گذرا صفر / بولے عکاشہ رضؓ ہوئے ہیں مژدہ بر

پس رجال از نقل عالم شادمان / وز بقایش شادمان این کودکان

موت سے ہیں شاد مردانِ خدا / اور جینے میں ہے بچوں کو مزا

چونکه آب خوش ندید آن مرغ کور / پیش او کوثر نماید آب شور

آب خوش دیکھے نہیں جو مرغ کور / سامنے اُس کے ہو کوثر آب شور

همچنین موسیٰ کرامت می شمرد / هم بدینسان بقدم ره می سپرد

کرتے تھے موسیٰ کرامت یوں عیاں / بیقدم تھے لیتے رستے میں رواں

که نگردد صاف اقبال تو درد / هم نگردد اطلس بخت تو برد

ہاں نہ ہو دُھندلا ترا اقبال صاف / بخت بھی تیرا نہ ہو تجھ سے خلاف

هر چه خواهی یابی از بخت جوان / شادمان باشی نگردی ناتوان

تو جو چاہے تجھ کو قسمت سے ملے / خوش رہے آئے نہ کمزوری تجھے

گفت احسنت نکو گفتی ولیک / تا کنم من مشورت با یار نیک

بولا ہے صد آفریں، بہتر بجا / دوست سے لیکن ہیں کرلوں مشورا

فرعون کا اپنی بیوی سے مشورہ کرنا۔

باز گفت او این سخن با آسیہ	گفت جان افشان برین ای دل سیہ
آسیہ سے ذکر جب اُس نے کیا	بولیں اپنی جان کر اُس پر فدا
بس عنایتہاست متن این مقال	زود دریاب ای شہ نیکو خصال
اس میں لاکھوں ہیں عنایات نہاں	جلد حاصل کر انہیں اے مہرباں
وقت کشت آمد زہے پُر سود کشت	این بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
بونے کا وقت آ گیا کھیتی ملی	یہ کہا رونے لگیں گرمی بڑھی
بر جہید از جا و گفتا بخ لک	آفتابے تاج گشتت اے کلک
اور کہا اے شوہر تو ہے کامیاب	تاج سر بنتا ہے تیرا آفتاب
عیب کل[۱] را خود بپوشاند کلاہ	خاصہ چون باشد کلہ خورشید و ماہ
عیب گنجے کا چھپاتی ہے کلاہ	خاص کر جب ہوں کلہ خورشید و ماہ
ہم در آن مجلس کہ بشنیدی تو این	چون نگفتی آری و صد آفرین
تو نے جس مجلس میں ایسا کہا سنا	کیوں نہ "ہاں" صد آفرین جھٹ کر دیا
این سخن در گوش خورشید ار شدے	سرنگوں بر بوئے این زیر آمدے
یہ سخن سنتا جو گوشِ آفتاب	سر جھکا کر نیچے آ جاتا شتاب
ہیچ میدانی چہ وعدہ ست و چہ داد	میکند ابلیس را حق افتقاد
جانتا ہے کیا ہے وعدہ اور عطا	گویا ہے شیطان پر فضلِ خدا
چون بدین لطف آن کریمت باز خواند	اے عجب چون زہرہ ات بر جا بماند
لطف جب تجھ پر خدا نے کر دیا	اے عجب پتہ نہ تیرا کیوں پھٹ گیا
زہرہ ات ندرید تا زان زہرہ ات	می رسیدے در دو عالم بہرہ ات
پتہ تیرا بس رہ گیا جو پھٹتا اگر	دونوں عالم سے تو ہوتا بہرہ ور

۱ گنجے کے سر کے زخم کو فارسی میں کل کہتے ہیں۔

زہرہ کو بہر حق او بر درد ۔۔۔ چوں شہیداں از دو عالم برخورد

جو خدا کے واسطے پتہ پھٹے ۔۔۔ وہ شہیدوں کی طرح لے فائدے

غافلی ہم حکمتست و نعمتست ۔۔۔ تا نپرد زود سرمایہ ز دست

حکمت و نعمت ہے بس یہ غافلی ۔۔۔ کم نہ ہوتا جس سے نقد زندگی

غافلی ہم حکمتست و ایں عمے ۔۔۔ تا بماند لیک تا ایں حد چرا

اندھا پن اور غافلی حکمت سہی ۔۔۔ حد سے بڑھنا بھی نہیں ہے لازمی

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود ۔۔۔ زہر جان و عقل رنجورے شود

کیوں بڑھے اتنی کہ اک ناسور ہو ۔۔۔ زہر جاں ہو، عقل بھی رنجور ہو

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ۔۔۔ کہ بیک گل میخری گلزار را

کون پا سکتا ہے اس بازار کو ۔۔۔ ایک گل میں مول لے گلزار کو

دانہ را صد درختستان عوض ۔۔۔ حبہ را آمد صد کان عوض

ایک دانے میں درختستان دیں ۔۔۔ ایک حبے میں سجے کانیں ملیں

کان للہ دادن آں حبہ است ۔۔۔ تا کہ کان اللہ لہ[1] آید بدست

کان للہ ہے وہ حبہ بر ملا ۔۔۔ تا کہ کان اللہ لہ پائے صلا

زانکہ ایں ہوئے ضعیف بیقرار ۔۔۔ ہست شد زاں ہوئے رب پایدار

کیونکہ یہ ہستی تری اے بیقرار ۔۔۔ ہستی رب سے فقط ہے پائدار

ہوئے فانی چونکہ خود با او سپرد ۔۔۔ گشت باقی دائم و ہرگز نمرد

ہستیٔ فانی جب اس کو سونپ دی ۔۔۔ وہ ہمیشہ کے لیے باقی رہی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک ۔۔۔ کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک

جیسے قطرہ خائف خاک و ہوا ۔۔۔ ہے انہی دونوں سے قطرے کی فنا

[1] حدیث شریف ہے من کان للہ کان اللہ لہ یعنی جو اللہ کا ہوا، اللہ اس کا ہو گیا+

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جَست   از تلفِ خورشید باد و خاک رَست

جب وہ اپنی اصل دریا میں گرا   سورج اور خاک و ہوا سے بچ گیا

ظاہرش گُم گشت در دریا ولیک   ذاتِ او معصوم و پا برجاست نیک

گو بظاہر گُم وہ دریا میں ہُوا   ذات ہے محفوظ اُس کی بر ملا

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم   تا بیابی در بہائے قطرہ یم

سب بے دھڑک اے قطرے! خود کو سونپ دے   تا عوض میں اُس کے اک دریا ملے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف   در کفِ دریا شو ایمن از تلف

یہ شرف دے خود کو اے قطرے! ذرا   یعنی دریا میں ہو محفوظ فنا

خود کرا آمد چنیں دولت بدست   قطرہ را بحرے تقاضا گر شد است

خود بخود کس کو یہ دولت ہے ملی   بحر کو خود ہی طلب ہے قطرے کی

چوں تقاضا میکند دریا ترا   پس چہ استادی و در ماندی بلا

جب تقاضا خود ہے دریا کر رہا   پھر بتا کیوں ہے تو در ماندہ ہُوا

اللہ اللہ زود بفروش و بخر   قطرۂ وہ بحرِ پُر گوہر بسر

اللہ اللہ جلد لے اور بیچ دے   قطرہ دے کر بحرِ پُر گوہر کو لے

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن   کہ ز بحرِ لُطف آمد ایں سخن

اللہ اللہ دیر اب ہرگز نہ کر   لطف کا دریا ہے اس دم جوش پر

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو   چونکہ بحرِ رحمت است ایں نیست جو

اللہ اللہ ڈھونڈ اس کو جلد جا   کب ہے ندّی یہ ہے دریا رحم کا

اللہ اللہ گوئے شو بیدست و پا   تا شود چوگانِ موسیٰ پا ترا

اللہ اللہ گیند بن بے دست و پا   پاؤں تا موسیٰ کا بلّا ہو ترا

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر   بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر

اللہ اللہ تو گماں بد نہ کر   عام اس انعام پر اے بے خبر!

اللہ اللہ زود دریاب اے فتیٰ — تا نگردی در غلط بینی فنا
اللہ اللہ جلد حاصل کر فنا — تا غلط بینی نہ کر ڈالے فنا
اللہ اللہ ترک کن ہستیٔ خود — چونکہ خواند سنت برو اے معتمد
اللہ اللہ اپنی ہستی ترک کر — جب بلایا ہے تجھے جا زود تر
اللہ اللہ زود تر تعجیل کن — برفروز از ایں اشارت بے سخن
اللہ اللہ جلدی اور تعجیل کر — اس اشارے سے چمک۔ تعمیل کر
اللہ اللہ تاکنوں کژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی
اللہ اللہ ٹیڑھا اب تک تو چلا — اور ہمیشہ تو گناہوں میں رہا
اللہ اللہ چوں عنایت دررسید — بے توقف در وے آمیز اے عنید
اللہ اللہ یہ عنایت ہے قریب — بے توقف اس سے رل اے بدنصیب
اللہ اللہ چونکہ عصیاں ہائے تو — در نمی مالد بروئیت شکر گو
اللہ اللہ گو تجھے عصیاں سخت تر — وہ ترے منہ پر نہ رکھے شکر کر
اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد — سر بخاک پائے او باید نہاد
اللہ اللہ فضل حق تجھ پر ہوا — اس کی خاک پا پر اپنا سر جھکا
اللہ اللہ با چنیں کفر دو تو — چوں قبولت میکند اکرام او
اللہ اللہ کفر ایسا یہ جہول — پھر بھی رحمت اس کی کرتی ہے قبول
لطف اندر لطف او گم می شود — کاسفلے بر چرخ ہفتم می رود
لطف اس کے لطف میں گم ہو گیا — ایک ادنیٰ چرخ ہفتم پر چڑھا
ہیں کہ یکبازی فتادت بوالعجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
ایک بازی مل گئی تجھ کو عجب — یوں کسی طالب کو ملتی ہے طلب؟
در پذیر ایں چار خلعت زود زود — تا بہ بینی در عوض صد عز شود
چاروں خلعت جلد تر کر لے قبول — تا کہ تجھ کو عزتیں ہوں سو حصول

گفت باہاماں بگویم اے ستیر	شاہ را لازم بود رائے وزیر
بولا- ہیں ہاماں کا بھی لے لوں ضمیر	شاہ کو ہے لازمی رائے وزیر

باز- بادشاہ اور بڑھیا کی مثال

گفت باہاماں مگو ایں راز را	کوز کمپیرے نداند باز را
بولیں- ہاماں سے نہ کہہ اس راز کو	زال[1] کیا سمجھے گی قدر باز کو
بازِ اسپیدے بکمپیرے دہی	او ببرد ناخنش بہر بہی
باز اک اچھا کسی بڑھیا کو دے	تو وہ فوراً اس کے ناخن کاٹ لے
ناخنے کہ اصل کار است و شکار	کور کمپیرے ببرد کور وار
ہاں وہ ناخن جو ہیں آلات شکار	کاٹ دے بڑھیا[2] نہیں دیوانہ وار
کہ کجا بودست مادر کہ ترا	ناخناں زینساں دراز است اے کیا
اور کہے تیری کہتی ماں کہاں	ناخن اتنے بڑھ گئے ہیں الاماں
ناخن و منقار و پرش را برید	وقت مہر ایں میکند زال پلید
چونچ ناخن اور پر سب کاٹ دے	بس محبت میں وہ بڑھیا یہ کرے
چونکہ تتماجش دہد او کم خورد	خشم گیرد مہرہا را بر درد
دے جو آش اس کو نہ ہرگز کھائے وہ	مہر چھوڑے غصے میں بھر جائے وہ
کہ چنیں تتماج پختم بہر تو	تو تکبر می نمائی و عتو
یہ پکائی آش کتنی تیرے لیے	اور تکبر سے نہیں بھاتی تجھے
تو سزائے در ہماں ادبیرا	نعمت و اقبال کے سازد ترا
ہاں تو لائق ہے اسی ادبار کے	کس طرح اقبال خوش آئے تجھے

[1] یعنی بڑھیا ۔ [2] بڑھیا ۔

آب تا چشمش و ہر کاین را بگیر | گر نمی خواہی کہ نوشی این فطیر

آتش کا پانی جیسے سے لے یہ پی | آتش سے نفرت ہے تو یہ ہی سہی

آب تا چشمش نگیرد طبع باز | زال نبر نجد شود خشمش دراز

آتش کا پانی بھی تب ہو ناگوار | غصہ اس بڑھیا کو آئے بیشمار

از غضب آن آتش سوزان بسرش | زن فرو ریزد شود کل مغفرش

آتش جلتی اس کے سر پر ڈال دے | سر ہو گنجا لوٹی بیچے گر پڑے

اشکبار از آن چشمش فرو ریزد ز سوز | یاد آرد لطف شاہ با فروز

سوز غم سے باز پھر رونے لگے | یاد آئیں لطف اس کو شاہ کے

زان دو چشم نازنین پر دلال | کز چہرہ شاہ دارد صد کمال

اس کی دو آنکھیں کرشمہ امتثال | جن کو رخ شاہ سے حاصل کمال

چشم باز از عشق شدہ پر زخم زاغ | چشم زاغ از چشم باز با درد و داغ

اس کی وہ بازاغ کی آنکھیں مگر | داغ چشم باز کے اُن پر بہشت

چشم دریا بسطتی کز بسط او | ہر دو عالم مینماید تا بہ مو

ہو گیا وہ مثل دریا کے کمال | دونوں عالم جن کی نظروں میں ہیں بال

گر ہزاران چرخ در چشمش رود | ہمچو چشمہ پیش قلزم گم شود

گر ہزاروں چرخ ان آنکھوں میں سمائیں | مثل چشمہ پیش قلزم گم ہو جائیں

چشم بگذشتہ از بی محسوس ہا | یافتہ از غیب بینی بوسہ ہا

ظاہری احساس سے گزری ہوئی | غیب بینی جن کے بوسے لے رہی

خود نمی یابم یکی گوشہ کہ من | شکر گویم از آن چشم حسن

کیا کروں کیونکر کروں ہیں ناتوان | ایک رخ [illegible] ان آنکھوں کا بیان

ہیچ پیدا آن آب مجهول [illegible] | [illegible]

[illegible] اُن سے وہ آب جلیل | [illegible]

تا بمالد در پر و منقارِ خویش	گر دهد دستور شاید ای خوب کیش
پائیں تو منہ اور پروں پر وہ ملیں	گر اجازت قطرہ ہائے چشم دیں
باز گوید خشمِ کمپیرا فروخت	فرّ نور و صبر و حلمم را بسوخت
باز بولے گو جلایا ہے سب مجھے	نور و صبر و حلم میرے کب جلے
باز جانم باز صد صورت تند	زخم بر ناقه نه بر صالحؑ زند
باز جاں پھر صورتیں سو پائے گا	اونٹنی کے زخم سے صالحؑ کو کیا
صالحؑ از یکدم که آرد با شکوه	صد چناں ناقه بزاید متن کوه
گر دکھائیں اک ذرا صالحؑ شکوہ	ایسے ناقے سو نکالے پشت کوہ
دل همی گوید خمش هشیار دار	ورنه دراندازد غیرت پود و تار
دل یہ کہتا ہے کہ چپ رہ ہوشیار	غیرتِ حق سے نہ بکھریں تیرے تار
غیرتش را هست صد حلمِ نهاں	ورنه سوزیدے بیکدم صد جہاں
حلم سو ہیں اس کی غیرت میں نہاں	ورنہ اک دم میں جلا دے سو جہاں
نخوتِ شاہی گرفتش جائے پند	تا دلِ خود را ز پند او کرد بند
نخوتِ شاہی تھی غالب جائے پند	پند سے اس[1] نے کیا تھا دل کو بند
که کنم با رائے هاماں مشورت	کوست پشتِ ملک و قطبِ مقدرت
ہاں کروں گا مشورہ ہامان سے	قطب ہے وہ اس حکومت کے لئے
مصطفیٰؐ را رائے زن صدیقؓ رب	رائے زن بوجهل را شد بولهب
مصطفیٰؐ کے رائے زن صدیقؓ تھے	بولہب سے مشورے بوجہل کے
عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد	کاں نصیحتها به پیشش گشت سرد
رگ نے ہم جنسی کی جذب اس کو کیا	ہر نصیحت تھی اسے بے فائدا
جنس سوئے جنس صد پرّه پرد	بر خیالش بندها را بر درد
جنس سوئے جنس اڑتی ہے مدام	پھاڑ دیتی ہے وہ نصائح تمام

[1] یعنی فرعون نے۔

ایک عورت کا حضرت علیؓ کے پاس آنا

یک زنی آمد بہ پیش مرتضےٰؓ — گفت شد بر ناودان طفلے مرا

ایک عورت نے علیؓ سے جا کہا — جاتا ہے پرنالے پر بچہ مرا

گرش میخوانم نمی آید بدست — ور ہلم ترسم کہ او افتد بہ پست

جب بلاتی ہوں تو وہ آتا نہیں — چھوڑ دوں تو ڈر ہے گر جائے کہیں

نیست عاقل تا کہ دریابد چو ما — گر بگویم کز خطر سوئے من آ

وہ نہیں عاقل کہ ماں نے یہ کہا — گر کہوں خطرہ ہے میرے پاس آ

ہم اشارت را نمیداند بدست — ور بداند نشنود این ہم بد است

وہ اشارے بھی نہیں پہچانتا — جانتا بھی ہے تو کب سننے لگا

پس نمودم شیر و پستاں را باو — او ہمی گرداند از من چشم و رو

دودھ اور پستاں دکھاتی ہوں اسے — بیٹھ جاتا ہے مگر منہ موڑ کے

از برائے حق شمائید اے مہاں — دستگیر ایں جہان و آں جہاں

بہر خالق اے بزرگ خانداں — رہنما و دستگیر دو جہاں

زود درماں کن کہ میلرزد دلم — کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم

دل لرزتا ہے مدد کیجے ذرا — دل کے میوے سے نہ ہو جاؤں جدا

گفت طفلے را برآور ہم بہ بام — تا ببیند جنس خود را آں غلام

بولے اک بچے کو لے جا بام پر — تا وہ اپنی جنس پر ڈالے نظر

سوئے جنس آید سبک زاں ناوداں — جنس بر جنس است عاشق جاوداں

آئے پرنالے سے سوئے جنس ہاں — جنس پر ہے جنس عاشق بیگماں

زن چناں کرد و چو دید آں طفل او — جنس خود خوش خوش بدو آورد رو

اس نے ایسا ہی کیا بچے نے بھی — دیکھا جب ہم جنس کو با صد خوشی

سوئے بام آمد ز متن ناودان | جاذب ہر جنس را ہمجنس دان
ہٹ کے پرنالے سے چھت پر آ گیا | جنس کو ہمجنس ہی ہے کھینچتا

غژ غژاں آمد بسوئے طفل طفل | وا رہید از او فتادن سوئے سفل
ہو گیا بچہ وہ گھٹتا آ گیا | ہو گیا پستی میں گرنے سے رہا

زاں شدند از بشر پیغمبراں | تا بجنسیت رہند از ناوداں
انبیاء بھی سب تھے اسی باعث بشر | ہر بشر کو تاکہ لائیں راہ پر

پس بشر فرمود خود را مثلکم | تا بجنس آیند و کم گردند گم
پس بشر بولا کہ میں ہوں مثلکم | تا ملیں ہم جنس سے اور ہوا نہ گم

زانکہ جنسیت عجائب جاذبیست | جاذب جنس است ہر جا طالبیست
کیونکہ جنسیت میں ہے جذب عجب | جنس کی ہے ہر جگہ اس کو طلب

عیسیٰ و ادریس بر گردوں شدند | با ملائک چونکہ ہمجنس آمدند
عیسیٰ و ادریس گردوں پر گئے | وہ فرشتوں کے شریک جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند | جنس تن بودند زاں زیر آمدند
جنس تن ہاروت اور ماروت تھے | اس سبب سے وہ زمیں پر آ گئے

کافراں ہمجنس شیطاں آمدہ | جانہاں شاں شاگرد شیطاناں شدہ
چونکہ کافر جنس سے شیطاں کی تھے | شوق سے شاگرد شیطاں ہو گئے

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ | دیدہ ہائے عقل و دل بر دوختہ
سیکھیں لاکھوں ہی عادتیں | سوئی گھونپی عقل و دل کی آنکھ میں

کمترین خوشاں بدیشے این حسد | آں حسد کہ گردن ابلیس زد
[illegible] ادنیٰ سی اک عادت بری | جس نے گردن ماروی شیطان کی

(۱) یعنی [illegible] +
(۲) [illegible] +

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد — کہ نخواہد خلق را ملک ابد
اس سے ان کتوں نے بھی سیکھا حسد — تا نہ خلقت کو ملے ملک ابد

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست — از حسد قولنجش آمد درد خاست
جب اُسے کوئی ملا صاحب کمال — بس وہ قولنج حسد سے تھا نڈھال

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ — می نخواہد شمع کس افروختہ
کیونکہ جو بدبخت ہے اور بے فروغ — کیا کسی کی شمع کا دیکھے فروغ

ہیں کمالے دست آور تا تو ہم — از کمال دیگراں نفتی بغم
ہاں تو کر حاصل کمال اپنے لئے — تا نہ غمگیں ہو کمال غیر سے

از خدا می خواہ دفع ایں حسد — تا خدایت وارہاند از جسد
حق سے تو دفع حسد کی کر دعا — تا خدا کردے تجھے اس سے رہا

مر ترا مشغولیے بخشد درون — کہ نپردازی از آں سوے برون
ہو ترا اک خاص شغل باطنی — تا نہ ہو مصروف ظاہر میں کبھی

جرعۂ مے را خدا آں می دہد — کہ بدو مست از دو عالم می رہد
مے کا گھونٹ اس واسطے بخشے خدا — مست اس کا ہو دو عالم سے جدا

خاصیت بنہادہ در کف حشیش[1] — کو زمانے می رہاند از خودیش
بھنگ میں رکھدی ہے ایسی خاصیت — جس سے آجاتی ہے دم بھر کیفیت

خواب را یزداں بداں ساں می کند — کز دو عالم فکر را بر می کند
خواب کو کرتا ہے یوں طاری خدا — فکر کو کرتا ہے جھگڑوں سے جدا

کرد مجنوں را ز عشق پوستے — کو بنشناسد عدو از دوستے
عشق مجنوں کو بصورت کیا دیا — وہ دوست و دشمن سے ہوا نا آشنا

صد ہزاراں ایں چنیں مے دارد او — کہ بر ادراکات تو بگمارد او
ہیں شرابیں اس کی لاکھوں بیگماں — جو ہیں ادراکات پر حاوی یہاں

[1] بھنگ کا بوٹا۔

هست میهائے شقاوت نفس را | کہ ز رہ بیروں برد آں نحس را
نفس کو دیدی شقاوت کی شراب | ہو گیا گمراہ جس سے وہ خراب

هست میهائے سعادت عقل را | کہ بیابد منزل بے نقل را
عقل کو مست سعادت کر دیا | منزل دائم کا تا پائے پتا

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش | بر کند زاں سو بگیرد راہ پیش
خیمۂ گردوں کو اپنے کیف سے | وہ اکھاڑے اور پھر آگے بڑھے

تو بہر مستی دلا غرہ مشو | هست عیسیٰ مست حق خر مست جو
بس نہ ہر مستی پہ ہو نازاں دلا | مست عیسیٰ حق سے ہے جو سے گدھا

اینچنیں مے را بجو زیں خنبہا | مستیش نبود ز کوتہ دنبہا
ایسے خم سے پی شراب عنبریں | جس کی مستی تنگ ظرفوں سے نہیں

زانکہ ہر معشوق چوں خمیست پر | آں یکے دُردی و دیگر صافی چو دُر
ہے ہر اک معشوق مثل خم بھرا | ایک تلچھٹ ایک موتی سا صفا

مے شناسا ہیں بچش با احتیاط | تا مئے یابی منزہ ز اختلاط
ہوش سے چکھ تو اسے اے مے شناس | تاکہ بے میل آئے بادہ تیرے پاس

مے شناسا ہیں بچش اے رو ترش | آں مئے صافی کزاں گردی خمش
ہاں ذرا چکھ ہوش سے لے بادہ نوش | وہ شراب صاف جو کر دے خموش

ہر دو مستی میدہندت لیک ایں | مستیت آرد کشاں تا ربّ دیں
دونوں میں مستی ہے لیکن یہ فنا | کھینچ کر لے جائے تا ربّ العلا

تا رہی از فکر و وسواس و حیل | بے عقال عقل در رقص الجمل
تا رہا ہو فکر اور وسواس سے | مست در رقصاں ہو مانند اونٹ کے

انبیا چوں جنس روح اند و ملک | مر ملک را جذب کردند از فلک
جنس ہیں روح و ملک کی انبیا | کھینچا انہیں گردوں سے فرشتوں کو سدا

بادِ جنسِ آتش است و یارِ او — کہ بود آہنگِ ہر دو بر علو
ہے ہوا جنس آگ کی اسی لیے شرف — عزم ہے دونوں کا اوپر کی طرف

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی — در میانِ حوض یا جوئے نہی
خالی کوزے کا جو تو منہ باندھ دے — حوض میں یا اس کو ندی میں رکھے

تا قیامت او فرو ناید بہ پست — کہ دلش خالیست و در وے بادہست
تا قیامت وہ نہ نیچے جائے گا — اُس کا خالی دل ہوا سے ہے بھرا

میلِ بادش چوں سوئے بالا بود — ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد
ہے سوئے بالا جو میلان ہوا — کھینچے اوپر ظرف کو بھی برملا

باز آں جانہا کہ جنسِ انبیاست — سوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہاست
پھر وہ جانیں جو ہیں جنس انبیا — مثل سایہ اُن کے کھنچتے ہیں سدا

زانکہ عقلش غالبست و بے ز شک — عقل جنس آمد بخلقت با ملک
غالب آن کی عقل ہے بے ریب و شک — عقل ہے خلقت میں ہم جنس ملک

واں ہوائے نفس غالب بر عدو — نفس جنسِ اسفل آمد شد بدو
غالب دشمن ہوا ہے نفس کی — نفس پر لعنت کہ وہ تو ہے دنی

بود قبطی جنسِ فرعونِ ذمیم — بود سبطی جنسِ موسیٰؑ کلیم
قوم قبطی جنس تھی فرعون کی — قوم سبطی ہم جنس موسیٰؑ کی ہوئی

بود ہاماں جنس‌تر فرعون را — برگزیدش برد تا صدرِ سرا
جنس تھا ہامان ہی فرعون کا — منتخب کر کے اُسے محرم کیا

لاجرم از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید
تخت سے ڈالا گڑھے میں کھینچ کر — جنس تھے دوزخ کی دونوں پلید

ہر دو سوزندہ چو دوزخ ضدِ نور — ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور
دونوں سوزاں مثل دوزخ ضدِ نور — نورِ دل سے مثل دوزخ کے نفور

زانکه دوزخ گوید ای مومن تو زود | برگذر که نورت آتش را ربود
کہتی ہے دوزخ کہ اے مومن گذر | نور سے تیرے ہے میری آگ تر

جز یا مومن فان نورک اطفأ ناری کی تفسیر

بگذر ای مومن که نورت میکشد | آتشم را چونکه دامن میکشد
[illegible] مومن کہ تیرا نور پاک | کر رہا ہے آگ کو میری ہلاک
میرمد آں دوزخی از نور ہم | زانکه طبع دوزخستش ای صنم
نور سے ہے دوزخی بھی بھاگتا | ہے طبیعت اُس میں دوزخ کی فتا
دوزخ از مومن گریزد آنچناں | که گریزد مومن از دوزخ بجاں
بھاگے ہے یوں مومن سے دوزخ اس طرح | بھاگتے ہاں دوزخ سے مومن جس طرح
زانکه جنس نار نبود نور او | ضد نار آمد حقیقت نور جو
کیونکہ اُس کا نور کب ہے جنس نار | نور ضد نار ہے کر اعتبار
در حدیث آمد که مومن در دعا | چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
ہے حدیثوں میں کہ جب مومن دعا | کرتا ہے یا رب تو دوزخ سے بچا
دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں | که خدایا دور دارم از فلاں
مانگتی ہے اس سے دوزخ بھی پناہ | بس الٰہی وہ نہ پائے مجھ میں راہ
جاذبہ جنسیت است اکنوں ببیں | که تو جنس کیستی از کفر و دیں
دل جب جاذب ہے تو پھر دیکھ لے | کفر و دیں میں تو ہے کس کے جذب سے
گر بہاماں مائلی ہامانیی | ور بموسیٰ مائلی سبحانیی
ہے جو ہاماں سے تو ہامانی ہے تو | اور ہے موسیٰ سے تو یزدانی ہے تو

لہ یعنی اے مومن گزر جا۔ کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی +

ور بہر دو مائلی انگیختہ | نفس و عقلی ہر دواں آمیختہ
اور اگر مائل ہے دونوں کی طرف | نفس و عقل آمیختہ ہیں بے طرف

ہر دو در جنگند ہاں و ہاں بکوش | تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
جنگ میں دونوں ہیں تو جا سخت کوش | تا ہوں غالب نفس پر عقل اور ہوش

ساغر صدق از کف موسیٰ بنوش | تا شود غالب معانی بر نقوش
پی کف موسیٰ سے ساغر صدق کا | غالب ظاہر ہو تا باطن ترا

در جہان جنگ شادی این بس است | کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست
ہے جہان جنگ میں کافی تجھے | اپنے دشمن کو شکست فاش دے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود | گرچہ فرعون دنی این نشنود
سعی کر تا زیر ہو دشمن اخی | گو نہیں سنتا یہ فرعون دنی

اینچہ پیش آمد دراز ای ناگریز[1] | باز گو اضلال فرعون شریر
رفتہ رفتہ بات بے حد بڑھ گئی | اب سنا گمراہیاں فرعون کی

فرعون کا ہامان سے مشورہ

آں ستیزہ رو کہ سختی عاقبت | گفت با ہاماں برائے مشورت
جنگجو فرعون نے آخر کیا | سب کہا ہامان سے یوں مشورہ

وعدہ ہائے آں کلیم اللہ را | گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
وعدے جو کچھ تھے کلیم اللہ کے | سب اسے محرم بنا کر کہہ دیے

گفت با ہاماں چو تنہایش بدید | جست ہامان و گریباں بر درید
جب کہا ہاماں سے تنہا دیکھ کر | آپ اچھلا اور پھاڑا گریباں سر بسر

[1] گڑبڑ +

بانگہا زد گریہا کرد آں لعیں — کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
رو یا چلایا بہت پھر وہ لعیں — پھینکی دستار و کلہ سوئے زمیں

کہ چگونہ گفت اندر روئے شاہ — اینچنیں گستاخ آں حرف تباہ
اور کہا کیس طرح ایسے شاہ سے — ایسی باتیں کی ہیں اس گستاخ نے

جملہ عالم را مسخر کردۂ — کار را با بخت چوں زر کردۂ
تو نے دنیا کو مسخر کر لیا — کام سب کا تیری قسمت سے بنا

از مشارق وز مغارب بے لجاج — سوئے تو آرند سلطاناں خراج
مشرق و مغرب سے لے تو بیر تاج — لاتے ہیں سلطاں ترے آگے خراج

پادشاہاں لب ہمی مالند شاد — بر ستانہ خاک تو اے کیقباد
چاٹتے ہیں آکے سلطاں شاد شاد — تیری خاک آستاں اے کیقباد

اسپ یاغی چوں بہ بیند اسپ ما — رو بگرداند گریزد بے عصا
گھوڑا اڑیل دیکھے اپنا اسپ اگر — بھاگے بے چابک و رخ کو پھیر کر

تا کنوں معبود و مسجود جہاں — بودہ کردی کمینہ بندگاں
تو ہے اب معبود و مسجود جہاں — اپنا بندہ کر لیا ہے سب کو ہاں

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر است — کہ خداوندے شود بندہ پرست
اس سے بہتر ہے کہ آتش میں چلے — کیوں خدا بن کر کوئی بندہ بنے

نے بکش اول مرا اے شاہ ہیں — تا نہ بیند چشم من بر شاہ ایں
مار ڈالیں آپ پہلے ہی ہمیں — تا نہ دیکھیں آپ کو اس حال میں

خسروا اول مرا گردن بزن — تا نہ بیند ایں مذلت چشم من
بادشہ پہلے تو مجھ کو قتل کر — تا کہ میں دیکھوں نہ ذلت اس قدر

خود نبودست و مبادا ایں چنیں — کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
اب ہوا یہ اور نہ ہو ایسا کہیں — ہو زمیں گردوں سے گردوں زمیں

بندگاں ما خواجہ تاشِ ما شوند	بیدلاں ما ولخواستیں ما شوند
جو ہمارے بندے ہیں سردار ہوں	اور جو حامی ہیں دل آزار ہوں
چشمِ روشن دشمناں را دوست کور	گشت مارا ہیں گلستاں قعرِ گور
چشمِ دشمن بنا و چشمِ دوست کور	آہ ہو ہم پر گلستاں منزلِ گور

ہامانِ بے ایمان کی باتوں کی تردید

دوست از دشمن ہمی نشناختہ او	نرد را کورانہ کژ می باختہ او
دوست دشمن کی نہ کچھ پہچان ہے	اندھوں کا سا کھیل کھیلا دیکھ لے
دشمن تو جز تو نبود اے لعیں	بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
اپنا دشمن آپ ہے تو اے لعیں	بیگناہوں کو نہ کہہ رکھتے ہیں کیں
پیشِ تو ایں حالتِ بد دولتیست	کہ دوادو اول و آخر لتیست
حال یہ تیرے لئے دولت ہی	ہے دوادو پہلے آخر لت رہی
اولش دودو در آخر لت بخور	جز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر
پہلے پہلے بھاگ آخر مار کھا	ایسے ہی جنگل میں مرتا ہے گدھا
گر ازیں دولت نتازی خیز خیزاں	ایں بہارت را ہمی آید خزاں
گر نہ بھاگے گا تو اس دولت سے ہل	آ گئی تیری بہاروں پر خزاں
مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند	کہ سر از شاں ز تن ببریدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ سے سو ہزار	دیکھے اور پھر سر اتارے ان کے اتار
مشرق و مغرب کہ نبود برقرار	چوں کنند آخر کسے را پائدار
مشرق و مغرب نہیں خود برقرار	پھر کسی کو کیا کریں گے پائدار
تو بداں فخر آوری کز ترس و بند	چاپلوست گشت مردم روز چند
اس پہ اتراتا ہے خوف و قید سے	چاپلوسی لوگ کچھ کرتے رہے

هر کرا مردم سجودے می کنند | زهر اندر جان او می آگنند

جس کو سجدہ کرتے ہیں لوگ اے لعینا | اس کی جان میں زہر بھر دیں بالیقین

چونکہ برگردد از آں ساجدش | داند او کاں زہر بودہ موبدش

جب قیامت میں وہ ساجد ہو خلاف | تو یہ سمجھے زہر بیتاب تھا وہ صاف

اے خنک آں را کہ ذلت نفسہ | وائے آں کز سرکشی شد چوں کہ او

واہ وہ ہے نفس جس کا خوار و زار | آہ وہ سرکش ہوا جو نفس دار

این تکبر زہر قاتل داں کہ ہست | از مئے پر زہر شد آں گیج مست

اس تکبر کو تو قاتل زہر جان | جیسے شراب زہر سے بدمست مان

چوں مئے پر زہر نوشید بر سرے | از طرب یکدم بجنباند سرے

جب کوئی بدبخت ایسی مئے پئے | ایک باب جھومے وہ فرط کیف سے

بعد یکدم زہر بر جانش فتاد | زہر با جانش کند داد و ستد

زہر تھوڑی دیر میں پھر جب چڑھے | مار ڈالے اور اس کی جان لے

گر نداری زہریش را اعتقاد | کو چہ زہر آمد نگر در قوم عاد

زہر کا اس کے نہیں گر اعتقاد | کیا ہوا تھا دیکھ حال قوم عاد

چونکہ شاہے دست یابد بر شہے | بکشدش یا باز دارد در چہے

جبکہ پکڑے بادشہ کو بادشاہ | قید کر لے یا کرے اس کو تباہ

در بیابد خستہ افتادہ را | مرہمش سازد و شود بر وے عطا

اور اگر پائے کسی کو مبتلا | پادشہ کر دے کرم اس پر عطا

گر نہ زہر ست آں تکبر پس چرا | کشت شہ را بے گناہ بے خطا

زہر اگر مہلک تکبر کا نہ تھا | شاہ کو کیوں مارتا وہ بے خطا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت | زیں دو جنبش زہر را باید شناخت

اس پہ بے خدمت نہ ہوتا مہربان | زہر کی دونوں سے کر پہچان اے

راہزن ہرگز گدائے را نزد   گرگ گرگ مردہ را ہرگز گزد

راہزن کب ہے گدا کو مارتا   گرگ مردہ کو نہ کاٹے بھیڑیا

خضرؑ کشتی را برائے آں شکست   تا تواند کشتی از فجّار رست

خضرؑ نے کشتی کو یوں ٹکڑے کیا   ہو گنہگاروں کے ہاتھوں سے رہا

چوں شکستہ میرہد اشکستہ شو   امن در فقر است اندر فقر رو

بن شکستہ جب شکستہ ہے رہا   فقر میں جب امن ہے کر فقر جا

آں کُہے کو داشت از کاں نقد چند   گشت پارہ پارہ از زخم کلند

کان زر سے بہرہ ور جو کوہ تھا   پارہ پارہ ضرب تیشہ سے ہوا

تیغ بہر اوست کو را گردنیست   سایہ افگندہ است بر وے زخم نیست

تیغ ہے گردن کشوں کے واسطے   سایہ عاجز، زخم اس پر کیوں لگے

مہتری نفط است و آتش اے غوی   اے برادر چوں بر آذر میروی

آگ ہے کہتے ہیں جس کو مہتری   بھائی تو اس آگ سے رہنا بری

ہرچہ آں ہموارہ باشد با زمیں   تیرہا را کے ہدف گردد ببیں

جو زمیں کی سطح سے ہموار ہو   کیوں ہدف ہو اس پہ کیونکر وار ہو

سر برآرد از زمیں آنگاہ او   چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو

ہاں اٹھائے خاک سے جس دن وہ سر   ہو نشانہ زخم کھائے سر بسر

نردبان خلق ایں ما و منیست   عاقبت زیں نردباں افتادنیست

خلق کا زینہ ہے یہ ما و منی   آخر اس زینے سے گرنا ہے کبھی

ہر کہ بالاتر رود ابلہ تر است   کاستخوان او بتر خواہد شکست

جو ہے بالاتر وہ ہے نادان تر   ہڈیاں ٹوٹیں گی اس کی بیشتر

ایں فروع است و اصولش آں بود   کہ ترفع شرکت یزداں بود

فرع تھی یہ اصل بھی سن لے فتا   ہے بلندی ڈھونڈھنا شرکِ خدا

چوں بمردی و نگشتی زندہ زو	با غیے باشی بشرکت ملک جو
جب نہ موت آئی نہ تو اُس سے زندہ رہا	ہو کے باغی شرک کیوں کرنے لگا
چوں بدو زندہ شدی آں خود وے است	وحدتِ محض است آں شرکت کے است
اس سے جو تو زندہ ہوا ہے خود وہی	وحدتِ مطلق ہے یہ، کب ہے دوئی
شرح ایں در آئینہ اعمال جو	کہ نیابی فہم ایں از گفتگو
آئینے میں فعل کے بس ڈھونڈ لے	کب تو معنی پا سکے اس قول سے
گر بگویم آنچہ دارم در دروں	بس جگرہا گردد اندر حال خوں
دل میں جو کچھ ہے اگر کردوں بیاں	خون ہو جائیں کلیجے بے گماں
بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است	بانگ دو کردم اگر در دہ کس است
بس کروں کافی ہے دانا کے لئے	دو صدائیں گاؤں بھر کے واسطے
حاصل آں ہاماں بداں گفتارہا	ایں چنیں راہے برآں فرعون زد
الغرض ہاماں کی تھی یہ گفتگو	کرتا تھا گمراہ اس کو کینہ خو
لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں	از گلوئے او بریدہ ناگہاں
لقمۂ دولت جو منہ تک آ گیا	حلق سے اس کے نکالا برملا
خرمن فرعون را داد او بباد	ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
خرمن فرعون کو ویراں کیا	ہو مشیر ایسا نہ کوئی شاہ کا
از چنیں ہمراہ بد دوری گزیں	زینہار اللہ اعلم بالیقیں
ایسے ہمراہی سے ہو خلوت گزیں	زینہار۔ اللہ اعلم بالیقیں

فرعون سے حضرت موسیٰؑ کی ناامیدی

گفت موسیٰؑ لطف بنمودیم وجود	خود خداوندیت را روزی نبود
بولے موسیٰؑ گو عنایت حق نے کی	مستحق تیری خداوندی نہ تھی

آں خداوندی کہ نبود راستیں — مر ورا نے دست والے آستیں
وہ خداوندی کہ جو ہے ناروا — وہ خداوندی جو ہے بے دست و پا

آں خداوندی کہ دزدیدہ بود — بے دل و بے جان و بے دیدہ بود
وہ خداوندی کہ جو دزدیدہ ہے — بے دل اور بے جان ہے بے دیدہ ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام — باز بستانند از تو ہمچو وام
وہ خداوندی جو بندوں نے ہے دی — لینگے واپس جب وہ چاہینگے کبھی

آنخداوندی تو از بندگی — کمتر است ار باز دانی اندکی
بندگی سے یہ خداوندی تری — ہے بہت کم غور کر پھر اے فتی

وہ خداوندی عاریت سبق — تا خداوندیت بخشد متفق
کر خداوندی سے پرہیز یا — متفق[1] تا ہو خداوندی عطا

آنحضرتؐ سے سرداران عرب کا جھگڑا

آں امیران عرب گرد آمدند — نزد پیغمبر منازع میشدند
آئے ملکر سب امیران عرب — یوں نبیؐ سے کرنے لگے جھگڑا وہ سب

کہ تو میری ہر یکے از ما ہم امیر — بخش کن ایں ملک و بخش خود بگیر
ہم بھی سردار عرب ہیں تم بھی ہو — اپنا حصہ لو ہمارا ہم کو دو

ہر یکے در بخش خود انصاف جو — تو ز بخش ما دو دست خود بشو
اپنے حصے میں ہر اک منصف رہے — ہاتھ دھو لو تم ہمارے حصے سے

گفت میری مر مرا حق دادہ است — سروری و امر مطلق دادہ است
بولے حضرتؐ کہ ہے امیری حق نے دی — سروری ہے یہ اسی کی دی ہوئی

[1] یعنی جس پر سب اتفاق کر لیں۔

کاین قران حضرت ز ورد او ‏ — هین بگیرید امر او را اتقوا

یہ تو عہدِ مصطفیٰ ام ہے دوستو ‏ — حکم مانو اس کا اور حق سے ڈرو

قوم گفتندش که ما هم در قضا ‏ — حاکمیم و داد امیری مان خدا

قوم بولی ہم بھی ہیں حکم خدا ‏ — ہے خدا ہی نے ہمیں حاکم کیا

گفت لیکن مر مرا حق ملک داد ‏ — مر شما را عاریه از بهر زاد

بولے حضرتؐ مجھ کو ملک خاص دی ‏ — کھانے پینے کو تمہیں دی عارضی

میری من تا قیامت باقیست ‏ — میری عاریتی خواهد شکست

میری سرداری قیامت تک رہے ‏ — عارضی سرداری دو دن کے لئے

قوم گفتندش که افزونی مجو ‏ — چیست حجت بر فزون جوئی بگو

قوم بولی ہم سے بڑھ کر کیوں ہو ‏ — بڑھنے کی آخر کوئی حجت بھی ہو

سیلاب کی آمد اور آنحضرتؐ کی فتح

در زمان ابری برآمد ز امر مر ‏ — سیل آمد گشت آن اطراف پر

حکم حق سے اُن دنوں اک ابر اُٹھا ‏ — آیا اک سیلاب جل تھل کو بھرا

رو بشهر آورد سیل بس مهیب ‏ — اهل شهر افغان کنان جمله رهیب

شہر میں سیلاب آیا زور سے ‏ — شہر والے خوف سے چلا اُٹھے

گفت پیغمبر که وقت امتحان ‏ — آمد اکنون تا نهان گردد عیان

بولے پیغمبرؐ کہ وقت امتحان ‏ — آ گیا اب ہر نہاں ہوگا عیاں

هر امیری نیزهٔ خود در فگند ‏ — تا شود در امتحان آن سیل بند

اپنا اپنا نیزہ ہر سردار نے ‏ — سیل میں ڈالا کہ بند اس کو کرے

نیزه‌ها را همچو خاشاکی ربود ‏ — آب تیز سیل پر جوش عنود

نیزوں کو خس کی طرح وہ لے گیا ‏ — تیز تھا پانی بہت سیلاب کا

پس قضیب انداخت بر پیشِ مصطفیٰ ‎ ‎ آں قضیبِ معجزہ فرماں روا

ڈالی حضرت نے پھر اک شاخ اس گھڑی ‎ ‎ معجزوں سے آپ کے جو تھی کھڑی

نیزہا گم گشت جملہ واں قضیب ‎ ‎ بر سرِ آں ایستادہ چوں رقیب

نیزے سب گم ہو گئے اور وہ چھڑی ‎ ‎ پانی پر مثلِ محافظ تھی کھڑی

ز انتہامِ آں قضیب آں سیلِ زفت ‎ ‎ رُو بگردانید سوئے بحر رفت

اس عصا سے ہو گیا سیلاب بے زور ‎ ‎ رُخ کیا دریا کی جانب بے فتور

چوں بدیدند از وے آں امرِ عظیم ‎ ‎ پس مقر گشتند آں میراں ز بیم

دیکھا جب حضرت ؐ کا یہ کارِ عظیم ‎ ‎ ہو گئے اُن کے مقر وہ اہلِ بیم

جز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بود ‎ ‎ ساحرش گفتند و کاہن از جحود

تین شخصوں کے سوا حاسد جو تھے ‎ ‎ کاہن ان کو بغض سے کہنے لگے

بود بوجہلِ لعین و بولہب ‎ ‎ واں سوم ہم بود بوسفیاں حرب

ایک تھا بوجہل اور اک بولہب ‎ ‎ تیسرا تھا ان میں بوسفیان حرب

ملکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف ‎ ‎ ملکِ بر رستہ چناں باشد شریف

ہو مقید ملک ایسا ہی ضعیف ‎ ‎ ملک آزاد ایسا ہوتا ہے شریف

نیزہا را گر ندیدی با قضیب ‎ ‎ نامِ شاں[1] بیں نامِ او[2] بیں اے نجیب

تو نے گر نیزے نہ دیکھے با عصا ‎ ‎ نام پر دونوں کے کر غور اے فتا

نامِ شاں را سیلِ تیزِ مرگ برد ‎ ‎ نامِ او و دولتِ تیزش نمرد

نام اُن کا لے گیا سیلِ قضا ‎ ‎ نام و اقبال آپ کا باقی رہ گیا

۱؎ یعنی ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان کے نام ۱۲

۲؎ یعنی آنحضرت ۱۲ کا ۔

پنج نوبت میزنندش در دوام	همچنین هر روز تا روز قیام
نوبتیں پانچ اِن کی بجتی ہیں مدام	اور بجینگی یوں ہی تا روز قیام

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو ڈرانا اور جھڑکنا

گر ترا عقلیست کردم لطفها	ور خری آوردہ‌ام خر را عصا
عقل ہے تجھ میں تو کرتا ہوں عطا	ہے گدھا تو ساتھ لایا ہوں عصا
آنچنانت زین آخر بیرون کنم	کز عصا گوش و سرت پرخون کنم
یوں طویلے سے تجھے باہر کروں	اس عصا سے گوش و سر سب توڑ دوں
اندرین آخر خران و مردمان	می نیابند از جفائے تو اماں
اس طویلے میں تمام انسان و خر	ظلم سے تیرے نہیں پاتے مفر
نک عصا آوردہ‌ام بہر ادب	ہر خرے را کو نباشد منتجب
دیکھ لایا ہوں عصا بہر ادب	اس کی زد میں آئیں گے خر سب کے سب
اژدہائے میشود در قہر تو	کاژدہائے گشتۂ در فعل و خو
اژدہا بنتا ہے یہ تیرے لئے	تو بنا ہے اژدہا افعال سے
اژدہائے کوہیی تو بے اماں	لیک بنگر اژدہائے آسماں
تو پہاڑی اژدہا ہے بے اماں	دیکھ اب یہ اژدہائے آسماں
این عصا از دوزخ آمد چاشنی	بہر تو و بر مومن آمد روشنی
یہ عصا ہے تجھ کو دوزخ کا مزا	مومنوں کے واسطے نور و ضیا
ہستا گوید کہ اے گبر دنی	کہ ہلا بگریز اندر روشنی
تجھ سے کہتا ہے کہ اے کافر دنی	بھاگ جا جلدی سے سوئے روشنی

۱ یعنی پانچ نمازوں کی اذانیں + ۲ حضرت موسیٰؑ کا قول فرعون سے +
۳ یعنی دنیا +

ورنہ درمانی تو در زندان من	مخلصت نبود ز دربندان من
تو رہیگا ورنہ زنداں میں مرے	میرے بندھن سے نہ جائے چھوٹ کے
باز گرد از کفر سوئے دین حق	ورنہ در نار ابد یابی قلق
لوٹ دین حق کی جانب کفر سے	ورنہ دوزخ میں سزا پانا پڑے
باز گرد اے گمرہ بدبخت دون	ورنہ در دوزخ درافتی سرنگوں
لوٹ اے گمراہ و بدبخت و زبون	ورنہ دوزخ میں گرایگا سرنگون

عارف بہشت دوزخ کو نہیں پوچھتا

این عصائے بود اینہم اژدہاست	تا نگوئی دوزخ یزداں کجاست
یہ عصا تھا ہوا اب ہے اژدہا	ہے کہاں دوزخ بتا اب یہ پوچھنا
ظاہر است این دوزخ اما بر دلت	ہست پوشیدہ یقین آب و گلت
ہے عیاں دوزخ مگر دل پر ترے	آب و گل سے ہیں بہت پردے پڑے
ہر کجا خواہد خدا دوزخ کند	اوج را بر مرغ دام و فخ کند
جس جگہ چاہے خدا دوزخ بنائے	دام بنا اوج چڑیوں کو پھنسانے
ہم ز دندانت برآرد دردہا	تا بگوئی دوزخست و اژدہا
درد دانتوں میں وہ دے اس قسم کا	تو کہے دوزخ ہے یہ اور اژدہا
یا کند آب دہانت را عسل	تا بگوئی کہ بہشتست و حلل
شہد تیرے تھوک کو پانی سے بنا	تو کہے جنت ہے حلہ خلد کا
از بن دنداں برویاند شکر	تا بدانی قوت حکم قدر
دانت کی جڑ سے کرے پیدا شکر	تا تو سمجھے قوت حکم قدر

۱؎ یہاں سے حضرت مولانا رح کے اقوال ہیں +

۲؎ بلندی کا یعنی وہ بلندی جہاں وہ اڑتے پھرتے ہیں ان کے لئے دام بن جائے +

پس بدنداں بیگناہاں را مگز ۔ شکر کن از ضربت نامحترز

بے گناہوں پر نہ کر تو دانت تیز ۔ اور ضرب بے پتہ سے کر گریز

نیل را بر قبطیاں حق خوں کند ۔ سبطیاں را از بلا محصوں کند[۱]

قبطیوں پر نیل کو حق خوں کرے ۔ سبطیوں کو دے نجات آفات سے

آب بر فرعون در دم خوں شود ۔ بر کلیمے قند نامموں شود

پانی خوں ہو جائے گر فرعون لے ۔ قند ہو موسیٰ پہ بے احسان کے

تا بدانی پیش حق تمییز ہست ۔ در میان ہوشیار و راہ مست

تا تو سمجھے فرق رکھتا ہے اللہ ۔ در میان ہوشیار و مست دول

نیل تمییز از خدا آموختہ ست ۔ کہ گشاد آں را و ایں را سخت بست

نیل نے سیکھی تمیز اللہ سے ۔ اس کو کھولا سخت اس کو باندھ کر

لطف او عاقل کند مر نیل را ۔ قہر او ابلہ کند قابیل[۲] را

لطف اس کا عقل دیوے نیل کو ۔ قہر حق احمق کرے قابیل کو

در جمادات از کرم عقل آفرید ۔ عقل از عاقل بقہر خود برید

پتھروں میں بھی کرم سے عقل دی ۔ قہر کر کے عقل عاقل چھین لی

در جماد از لطف عقلے شد پدید ۔ در نکال از عاقلاں فی النش برید

کی عطا تو پتھروں کو عقل دی ۔ دی سزا تو عاقلوں سے عقل لی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت ۔ عقل ازیں سو خشم حق دید و گریخت

عقل مثل ابر جا برسی وہاں ۔ بھاگ اٹھی جب خشم حق دیکھا یہاں

ابر و خورشید و مہ و نجم بلند ۔ جملہ بر ترتیب آیند و روند

چاند سورج تارے نکلے ابر کے ۔ چلتے پھرتے ہیں سب اک ترتیب سے

۱ یعنی سبطیوں کو راستہ دے دیا اور قبطیوں پر شکست بندش کر دی۔

۲ پسر آدم علیہ السلام جس نے اپنے بھائی ہابیل کو مارا تھا۔

ہر یکے ناید مگر در جائے خویش | کہ نہ پس ماند بہنگام و نہ پیش
اپنی اپنی جا پہ لوٹ آتے ہیں سب | آگے پیچھے اپنی منزل ہیں نہیں سب

چوں نکردی فہم ایں راز انبیاؑ | وانکہ آورند در صنعت ما و شما
کیوں نہ سمجھا تو یہ راز انبیا | عقل جب سنگ و عصا کو کی عطا

تا جمادات دگر را بے لباس | چوں عصا و سنگ داری از قیاس
تاکہ جو پتھر ہیں ان کو بے لباس | صورت سنگ و عصا کر لے قیاس

طاعت سنگ عصا ظاہر شود | وز جمادات دگر مخبر شود
جب ہو ظاہر طاعت سنگ و عصا | دو جمادوں کی سنے وہ خبر برملا

کہ ز یزداں آگہیم و طائعیم | ما ہمہ نے اتفاقی ضائعیم
ہم[1] ہیں آگاہ وہ مطیع کبریا | اور نہیں ہیں اتفاقی بے بقا

ہمچو آب نیل داں در وقت غرق | کو میان ہر دو امت کرد فرق
مثل آب نیل جس نے وقت غرق | دو گروہوں میں کیا تھا لاکے فرق

چوں زمیں کش دانش آمد وقت خسف | در حق قاروں کہ کردش قہر خسف
جس طرح تھی یہ زمیں عقل آشنا | حق قاروں میں کہ جو مقہور تھا

چوں قمر کہ امر بشنید و شتافت | پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شکافت
حکم سن کر چاند جیسے شق ہوا | تھا وہ دو ٹکڑے فلک پر برملا

چوں ستوں نالید از ہجر نبیؐ | باخبر گشتند ازاں شیخ و صبی
جیسے غم رویا نبیؐ کے ہجر میں | باخبر تھے جس سے سب چھوٹے بڑے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام | مصطفیٰؐ را کرد ظاہر والسلام
جس طرح پیڑ اور پتھر لا کلام | مصطفیٰؐ کو صاف کرتے تھے سلام

[1] یعنی وہ سنگ و عصا کہتے ہیں کہ ہم خدا کے مطیع ہیں اگر اس سے اتفاق نہ رکھیں تو ضایع اور بیکار ہوجائیں۔

سنی اور فلسفی کی بحث

دی یکے میگفت عالم حادث است	فانیست این چرخ و حقش وارث است
ایک کہتا تھا کہ حادث ہے جہاں	حق ہے وارث اور فانی آسماں
فلسفی گفت چون دانی حدوث	حادثی ابر چہ داند غیوث
فلسفی بولا نہیں تو باخبر	ابر حادث ہو تو مینہ کو کیا خبر
ذرہ خود نیستی از انقلاب	تو چہ میدانی حدوث آفتاب
انقلابوں کا تو ذرہ بھی نہیں	کیا حدوث مہر جانے بالیقیں
کرمکے کاندر حدث باشد دفیں	کے بداند آخر و بدو زمیں
ہو جو اک کیڑا نجاست میں دبا	وہ زمیں کے حال سے واقف ہو کیا
این بتقلید از پدر بشنیدہ	از حماقت اندر آں پیچیدہ
تو نے تقلیداً پدر سے جو سنا	ابلہی سے اس میں پیچیدہ ہوا
چیست برہاں بر حدوث ایں بگو	ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
دے جو حادث ہونے کی ہو کچھ دلیل	ورنہ پھر خاموش ہو بے قال و قیل
گفت دیدم اندریں بحر عمیق	بحث میکردند روزے دو رفیق
بولا وہ اس مسئلے میں اے اخی	ایک دن دو دوستوں میں بحث تھی
در جدال و در شکال و در شکوہ	گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروہ
تھا جو اس جھگڑے کا مشکل فیصلا	ایک مجمع سا اکٹھا ہو گیا
سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں	تا بیابم اطلاع از حال شاں
میں بھی اس ہنگامے کی جانب گیا	تا کہ دیکھوں فیصلہ ہوتا ہے کیا
من یکے از جمع ہنگامہ شدم	اطلاع از حال ایشاں ایستادم
میں بھی اک منجملۂ ہنگامہ تھا	لے رہا تھا دیکھ اُن کے حال کا

آں یکے میگفت گردوں فانیست … بیگمانے ایں بنا را بانیست

ایک بولا چرخ فانی ہے ضرور … بے گماں ایک اس کا بانی ہے ضرور

واں دگر گفت او قدیم و بیکیست … نیستش بانی و یا بانی ویست

ایک کہتا تھا کہ دنیا ہے قدیم … کب ہے بانی اس کا وہ خود ہے قدیم

گفت منکر گشتۂ خلاق را … روز و شب آرندہ و رزاق را

بولا تو منکر ہے کیوں خلاق کا … دینے روز و شب کا اور رزاق کا

گفت بے برہاں نخواہم من شنید … آنچہ گوئی آں بتقلیدے گزید

بولا میں سنتا نہیں بے کچھ دلیل … صرف اک تقلید پر ہے قال و قیل

ہیں بیاور حجت و برہاں کہ من … نشنوم بے حجت ایں را در زمن

ہو دلیل اس کی اگر کوئی تو لا … بے دلیل ایسا نہیں میں مانتا

گفت حجت در درون جانم ست … در درون جاں نہاں برہانم ست

بولا میرے دل میں ہے اس کی دلیل … روح میں پنہاں ہے برہان جلیل

تو نمی بینی ہلال از ضعف چشم … من ہمی بینم مکن بر من تو خشم

ضعف سے گر تو نہ دیکھے چاند کو … اور میں دیکھوں خفا مجھ پر نہ ہو

گفت و گو بسیار گشت و خلق گیج … در سر و پایان ایں چرخ نسیج

بڑھ گئی بات اور تھکیں سب الجھنیں … ابتدا و انتہائے چرخ میں

گفت یارا در درونم حجتے ست … بر حدوث آسمانم آیتے ست

بولا وہ حجت جو دل میں ہے نہاں … جس سے ظاہر ہے حدوث آسماں

من یقیں دارم نشانش آں بود … مر یقیں داں را کہ در آتش رود[1]

ہیں تو جانوں بول پتہ اس کا ملے … ہو یقیں جس کو وہ آتش میں گھسے

[1] یعنی جس کو اپنے قول کا یقین ہو وہ آگ میں گھس جائے اگر سچا ہے تو آگ نہ جلائیگی۔ اور جھوٹا ہے تو جل جائیگا۔ مثل مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں +

در زباں می ناید آں حجت بداں ۔ ہمچو حال سر عشق عاشقاں

کہ نہیں سکتا ہیں وہ حجت بیاں ۔ ہے وہ سر عشق کی صورت نہاں

نیست پیدا سر گفت و گوئے من ۔ جز کہ زردی و نزاری روئے من

راز میری گفتگو کا کیا کہے ۔ زردی رخ اور نقاہت دیکھ لے

اشک خوں بر رخ روانہ میرود ۔ حجت حسن و جمالش می شود

خون کے آنسو رواں رخسار پر ۔ حسن جاناں کی ہیں حجت سر بسر

گفت من اینہا ندانم حجتے ۔ کہ بود در پیش عامہ آیتے

فلسفی بولا کہ ہے حجت وہی ۔ مانتے ہیں سب لوگ جس کو واقعی

گر بیاری من کنم آنرا قبول ۔ ورنہ کوتہ کن سخن با عرض و طول

ایسی حجت لا ہیں کر لونگا قبول ۔ ورنہ پھر کیوں بات کو دیتا ہے طول

گفت چوں قلبے و نقدے ہم زنند ۔ کہ تو قلبی من نکویم اندر جہند

بولا جب کھوٹے کھرے ہوں جنگجو ۔ اور کہیں باہم کھرا ہیں ہم کھوٹا تو

ہست آتش امتحان آخریں ۔ کاندر آتش در فتند آں دو قریں

آگ اُن کا امتحاں ہے آخری ۔ آگ میں وہ دونوں جائیں واقعی

عام و خاص از حال شاں عالم شوند ۔ از گمان و شک سوئے ایقاں روند

واقف اُن کے حال سے ہوں خاص و عام ۔ ہوں یقیں اُن کے گمان و شک تمام

سُنّی اور فلسفی کا آگ میں گھسنا

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں ۔ نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں

آب و آتش ہیں برائے امتحاں ۔ ہر کھرے اور کھوٹے کو جو ہے نہاں

تا من و تو ہر دو در آتش رویم ۔ حجت باقی حیرانان شویم

آگ میں کودیں میں اور تو دونوں چلیں ۔ حجت باقی زمانے میں رہیں

با من و تو ہر دو در بحر او فتیم چوں در دعویٰ من و تو کوفتیم
باکہ ہم دونوں گریں دریا میں چل ہیں اگر دعوے ہمارے یہ اٹل

ہمچناں کردند در آتش شدند ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
الغرض وہ آگ میں دونوں گئے آگ کے شعلوں میں جا کر گر پڑے

فلسفی را سوخت خاکستر شد او متقی را ساخت تازہ تر شد او
فلسفی تو جل کے خاکستر ہوا متقی محفوظ و تازہ تر رہا

آں خدا گوینده مردِ مدعی رست و سوزید اندر آتش آں دعی
ماننے والا خدا کا مدعی بچ گیا اور جل گیا آخر شقی

از مؤذن بشنو ایں اعلام را کوری افزون روانِ خام را
سُن مؤذن سے ذرا اعلان کو دے خدا کوری بزدل کی جان کو

کہ نسوزد پایہ ہست ایں نام از اجل کش مسمّیٰ صدر بودہ ست و اجل
نام یہ سوزِ اجل سے کب جلا نام والا بھی بزرگ ایسا ہی تھا

صد ہزاراں شہ پیاں اندر قرآں (?) بر دریدہ پردہائے منکراں
لاکھوں ہی شہ طبیں ہوئیں قرآں پہ (?) اُس کے قائل ہو گئے منکر مگر

صد ہزاراں روح شد دلدادہ در رہِ او سر بسر افتادہ
لاکھوں ہی روحیں ہوئیں اُس پہ فدا اُس کے آگے سر ہر اک کا جھک گیا

صد ہزاراں خلق اندر بادیہ سر چو گو و بے عصا و راویہ
ایسے ہی مکہ پہ تھا جھگڑا پڑا سب مٹے پیاسے بغیر آشنا

چوں گرو بستند غالب شد صواب در دوامِ معجزات و در جواب
شرط جب باندھی ہوا غالب صواب معجزوں سے مل گیا اس کا جواب

لہ یہاں سے اقوال مولانا علیہ الرحمۃ کے ہیں +

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق ۔۔۔ در حروفش چرخ پیر دزست حق

اب میں اب سمجھا یقیناً جس نے کہا ۔۔۔ اس حروفش چرخ کا حق پر رہا

حجت منکر ہمارہ زر و زُر و ۔۔۔ یک نشاں بر صدق ایں انکار کو

حجت منکر یہاں ہو گئی ۔۔۔ صدق منکر کی گواہی کب ملی

یک منارہ در ثنائے منکراں ۔۔۔ کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں

اک منارہ منکروں کی یادگار ۔۔۔ ہو کہیں دنیا میں تو کر آشکار

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر ۔۔۔ سکۂ احمد ببیں تا مستقر

سکۂ شاہی بدلتا ہی رہے ۔۔۔ سکۂ احمد ہے باقی دیکھ لے

منبرے کو در انجا مخبرے ۔۔۔ یا وہ آرد روزگار منکرے

ہے کوئی منبر کہ جس پر بیٹھ کے ۔۔۔ یاد منکر کی کوئی تازہ کرے؟

روئے دینار و درم از نام شاں ۔۔۔ تا قیامت می دہد از حق نشاں

نام دینار و درم پر جاوداں ۔۔۔ دیتا ہے اُن کی صداقت کا نشاں

برجبیں نقرہ و یا روئے زرے ۔۔۔ وانگار بر سکہ نام منکرے

سیم و زر کے سکوں پر لکھنے کا نام ۔۔۔ تو دکھا دے ایک ہی منکر کا نام

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب ۔۔۔ صد زبان و نام او امّ الکتاب

معجزہ ہے خود مثال آفتاب ۔۔۔ اک یہی قرآں جو ہے امّ الکتاب

زہرہ نے کس را کہ یکحرفے ازاں ۔۔۔ یا بکاہد یا فزاید در بیاں

کس کی یہ طاقت ہے جو اک حرف بھی ۔۔۔ شے بڑھا یا دے گھٹا اس میں کمی

یار غالب شو کہ تا غالب شوی ۔۔۔ یار مغلوباں مشو تو اے غوی

یار غالب بن کہ تو غالب رہے ۔۔۔ یار مغلوباں نہ بن بھٹکے ہوئے!

حجت منکر ہمیں آمد کہ من ۔۔۔ غیر ایں ظاہر نمی بینم و ظن

حجت منکر یہ ہے کہ میں اے سخن ۔۔۔ صرف ظاہر کو سمجھتا ہوں و ظن

ہیچ نبود لشکرے کہ ہر جا ظاہر ست	آں ز حکمتہائے پنہاں مخبر ست
یہ نہ وہ جانے کہ ظاہر ہے جہاں	حکمت پنہاں کا دیتا ہے نشاں
فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست	ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
ہے ہر اک ظاہر کا باطن فائدا	جس طرح صحت ہے پنہاں دوا
ایں تفاوت حق نہاد اندر نہاں	تا بداند اہل عرفاں وجہ آں
یہ تفاوت اس لیے حق نے رکھا	اہل عرفاں اس کو تا سمجھیں ذرا
عمر کرگس صد ہزار و پانصد است	مر کبوتر را چہ با شمار زاں پدست
عمر گدھ کی ایک لاکھ آدھا ہزار	اس کو کیا سمجھے کبوتر نابکار
می بپرد از کبوتر صد ہزار	مرگ کرگس را نہ بیند آشکار
گو مریں لاکھوں کبوتر اے نگار	موت کرگس کی نہ دیکھیں آشکار
جملہ پندارند کرگس باقی است	نی شمار کردند کرگس باقیست
ہے مسلم سب پہ کرگس کی بقا	یہ غلط ہے الا باقی ہے خدا
چونکہ ظاہر بیں شدند از جہد خویش	می نہ بینند از عمی نہ پس نہ پیش
ہیں یہ ظاہر بیں بخود اپنی سعی سے	آگے پیچھے بس نہیں ہیں دیکھ سکتے
می نماند در جہاں یک تار مو	کل شیء ہالک الا وجہہ
ہے یہاں اک بال کو بھی کب بقا	سب ہیں فانی ذات باری کے سوا

وما خلقنا السموٰت والارض ... کی تفسیر

ہر چہ پیدا کرد بہر معنی ست	باطنش بنگر برائے ظاہر نیست
جو کیا پیدا ہے باطن کے لیے	دیکھ باطن اور ظاہر چھوڑ دے

لہ آسمان مراد ہے + ۲ دلیل یک لاکھ پانسو + ۳ سورۃ دخان و ما خلقنا السموٰت والارض وما بینہما الا بالحق ہم نے زمین آسمان کو اور اس کو جو کچھ ان دونوں میں ہے پیدا نہیں کیا مگر ساتھ حق کے یعنی انہیں اس غرض کیلئے پیدا نہیں کیا جو تمہاری نظر میں ہے بلکہ اس معنی و حقیقت کے لئے جسے تم نہیں دیکھتے +

هیچ نقاشی نگارد زین نقش | بے امید نفع بہر عین نقش
نقش بے امید کب کھینچے کوئی | نقش سے مقصود کب ہے نقش ہی

بلکہ بہر میہمانان و کہاں | کہ بفرجہ وا رہند از اندہاں
بلکہ مہمانوں عزیزوں کے لئے | تا کہ وہ خوش ہوں چھٹیں اندوہ سے

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں | دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں
بچے خوش ہوں دوستوں کی یاد آئے | نقش یاد اُن مرنے والوں کی دلائے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب | بہر عین کوزہ نے از بہر آب
کوزہ گر کوزہ بناتا ہے شتاب | صرف کوزہ جان کر؟ نے بہر آب

ہیچ کاسہ گر کند کاسہ تمام | بہر عین کاسہ نے بہر طعام
کاسہ گر ڈھالیں پیالے تمام | بہر عین کاسہ؟ نئے بہر طعام

ہیچ خطاطے نویسد خط بفن | بہر عین خط نہ بہر خواندن
لکھنے والا کوئی بھی خط کو لکھے | بہر عین خط؟ نہ پڑھنے کے لئے

نقش ظاہر بہر نقش غائب است | واں برائے غائبے دیگر ببست
نقش ظاہر نقش باطن کے لئے | اور ہیں باطن سے مقصد دوسرے

تا سوم چارم دہم بر می شمر | ایں فوائد را بمقدار نظر
تین چار اور دس یوں ہی اندازہ کر | ان فوائد کا بمقدار نظر

ہمچو بازیہائے شطرنج اے پسر | فائدہ ہر لعب در بازی نگر
جس طرح شطرنج بازی لے پسر | فائدہ جو کچھ ہے اس میں غور کر

ایں نہادہ بہر آں لعب نہاں | واں برائے آں و آں بہر فلاں
دو کھلاڑی چالیں چلتے ہیں نہاں | اپنے اپنے فائدے کو لے فلاں

ہمچنیں می بیں جہات اندر جہات | در پئے ہم تا رسی در برد و مات
آگے پیچھے دیکھ اسی صورت جہات[1] | تا کہ آخر پہنچے تو تا برد و مات

[1] طرفین +

اوّل از بہرِ دوم باشد چناں ‌ ‌ ‌ کہ شدن بر پایہائے نردباں
پہلی صورت دوسری کے واسطے ‌ ‌ ‌ یوں ہے جیسے سیڑھیوں پر تو چڑھے

آں دوم بہر سوم میداں دوام ‌ ‌ ‌ تا رسی تو پایہ پایہ تا بہ بام
دوسری کے بعد پایہ تیسرا ‌ ‌ ‌ پایہ پایہ چل کے تو کوٹھا آگیا

شہوتِ خوردن ز بہر آں منی ‌ ‌ ‌ آں منی از بہرِ نسل اے روشنی
کھانے کی خواہش تو ہے بہرِ منی ‌ ‌ ‌ اور منی ہے بہرِ نسل اے روشنی

کند بینش می نہ بیند غیر ایں ‌ ‌ ‌ عقل او بے سیر چوں نبتِ زمیں
کند بیں پہنچا نہ تہ کو بات کی ‌ ‌ ‌ عقل ہے بے سیر اس کی گھاس سی

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ ‌ ‌ ‌ ہست پائے او بگل در ماندہ
گھاس کو کوئی بلائے یا نہیں ‌ ‌ ‌ پا بگل ہے اور عاجز بالیقیں

گر سرش جنبد بباد تیز رو ‌ ‌ ‌ کہ بسر جنبانیش غرّہ مشو
تیز جھونکوں سے جو اس کا سر ہلا ‌ ‌ ‌ خود ہلایا تھا یقیں اس پر نہ لا

آں سرش گوید سمعنا اے صبا ‌ ‌ ‌ پائے او گوید عصینا خلّنا
سر تو کہتا ہے سنا ہم نے صبا ‌ ‌ ‌ پاؤں کہتے ہیں کہ ہم نے کی خطا

چوں نداند سیر میراند چو عام ‌ ‌ ‌ بر توکل می نہد چوں کور گام
سیر سے محروم جوں عام اے فتا ‌ ‌ ‌ بے توکل ہیں مقلد کور کا

بر توکّل تا چہ آید در نبرد ‌ ‌ ‌ چوں توکل کردن اصحاب نرد
فائدہ ایسے توکل سے ہے کیا ‌ ‌ ‌ یہ توکل تو ہے اہلِ نرد کا[1]

واں نظرہائے کہ آں افسردہ نیست ‌ ‌ ‌ جز روندہ جز درندہ پردہ نیست
وہ نگاہیں جو کہ افسردہ نہیں ‌ ‌ ‌ پردہ در ہیں اور رواں ہیں بالیقیں

[1] یعنی پانسہ سیدھا پڑے یا اُلٹا۔

آنچه در ده سال خواهد آمدن ◦ این زمان بیند بچشم خویشتن

دس برس کے بعد جو پیش آئیگا ◦ آج اُن کے سامنے ہے برملا

همچنیں ہر کس باندازہ نظر ◦ غیب مستقبل ببیند خیر و شر

دیکھنے والے بہ اندازِ نظر ◦ دیکھتے ہیں آنے والے خیر و شر

چونکہ سد پیش و سد پس نماند ◦ شد گذارہ چشم و لوحِ غیب خواند

آگے پیچھے اُن کے دیواریں نہیں ◦ غیب کی پڑھتے ہیں لوحیں بالیقیں

چوں نظر پس کرد تا بدوِ وجود ◦ آخر و آغازِ ہستی رو نمود

جب گذشتہ پر نظر کی اے فتا ◦ آخر و آغازِ ہستی کھل گیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا ◦ در خلیفہ کردنِ بابائے ما

جب فرشتوں نے خدا سے بحث کی ◦ اور خلافت حضرت آدمؑ کو دی

چوں نظر در پیش افگند او بدید ◦ آنچه خواهد بود تا محشر پدید

سامنے ڈالی نظر تو کھل گیا ◦ ہونے والا حشر تک جو کچھ بھی تھا

پس ز پس می بیند او تا اصل اصل ◦ پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل[ل]

پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں اصل اصل ◦ دیکھتے ہیں سامنے تا روزِ فصل

ہر کسے زاندازہ روشن دلی ◦ غیب را بیند بقدرِ صیقلی

روشنی دل کے اندازے سے سب ◦ دیکھتے ہیں غیب کے حالات اب

ہر کہ صیقل بیش کرد او بیش دید ◦ بیشتر آمد برو صورت پدید

جس نے صیقل کی سوا دیکھا سوا ◦ کچھ زیادہ حال اُس پر کھل گیا

گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست ◦ نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطاست

گر کہے تو ہے یہ صفا فضلِ خدا ◦ وہ کرے توفیقِ صیقل بھی عطا

ل روزِ قیامت ۔

قدر ہمت باشد آں جہد و دعا — لیس للانسان الا ما سعیٰ
ہے بقدر ہمت اب سعی و دعا — لیس للانسان الا ما سعیٰ[۱]

واہب ہمت خداوند است و بس — ہمت شاہی ندارد ہیچ خس
دینے والا ہمتوں کا ہے خدا — ہمت شاہی مگر ہو خس کو کیا

نیست تخصیص خدا کس را بکار — مانع طوع مراد و اختیار
کار آمد کب ہے تخصیص خدا — آرزوؤں سے وہ کب مانع ہوا

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را — او گریزاند بکفراں رخت را
ہاں مگر جب رنج دے بدبخت کو — جانب کفراں بس اُس کا قصد ہو

نیک بختے را چو حق رنجے دہد — رخت را نزدیکتر وا می نہد
اور نیکوں کو خدا جب رنج دے — اُس کا ساماں قرب میں اپنے رکھے

بد دلاں از بیم جاں در کارزار — کردہ اسباب ہزیمت اختیار
خوف جاں سے بد دلان کارزار — بھاگنے کا کر رہے ہیں انتظار

پُر دلاں در جنگ ہم از بیم جاں — حملہ کردہ سوئے صف دشمناں
ہے شجاعوں کو بھی خوف جاں مگر — ہیں صفوں پر دشمنوں کی حملہ ور

رستماں را ترس و غم وا پیش برد — ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مرد
رستموں کو خوف آگے لے گیا — اور بد دل خوف ہی میں ہے فنا

چوں محک آمد بلا و بیم جاں — زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
جب کسوٹی ہے بلا اور خوف جاں — مرد اور نامرد اس سے ہیں عیاں

عاقلاں آں گرو وسوسہ بر گسیخت — از قضا ہم در قضا باید گریخت
مرد وہ جو وسوسوں سے بچ رہا — ہو گئے راضی ہے طلبگار قضا

[۱] یعنی "انسان کے لئے جو کچھ ہے۔ اس کی کوشش ہی سے ہے۔"

حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰؑ کو وحی بھیجنا

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دل خدا / کاے گزیدہ دوست میدارم ترا
وحی میں موسیٰؑ سے یوں حق نے کہا / دوست رکھتا ہوں تجھے اے باصفا

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم / موجبِ آں تا من آں افزوں کنم
بولے موسیٰؑ وہ ہے خصلت مجھ میں کیا / جو ہے وجہِ لطف. لوں میں اس کو بڑھا

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ / وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ
بولا جیسے بچہ ماں کے سامنے / وقت غصے کے بھی لپٹا ہی رہے

خود نداند کہ جز او دیارے ہست / ہم از او مخمور ہم از اوست مست
گھر میں وہ جانے کسے ماں کے سوا / مست اور مخمور اس سے ہے سدا

مادرش گر سیلیے بروے زند / ہم بمادر آید و بروے تند
ماں اگر کھینچ کر بھی اس کو مار دے / پھر بھی اپنی ماں سے وہ لپٹا رہے

از کسے یاری نخواہد غیر او / اوست جملہ خیر او و شرّ او
کب کسی سے لیتا ہے امداد پر / والدہ سے جو ہے اس کی خیر و شر

خاطرِ تو ہم ز ما در خیر و شر / التفاتش نیست با جائے دگر
خیر و شر میں تیرے دل کو بھی یونہی / کس سے ہے میرے سوا وابستگی

غیرِ من پیشت چو سنگ است و کلوخ / گر صبی و گر جوان و گر شیوخ
ماسوا ہے تیرے آگے ہیچ ہاں / بچہ ہو بوڑھا ہو یا کوئی جواں

ہمچناں کہ ایاک نعبد در حنین / از بلا از غیرِ تو لا نستعین
غم میں ہے[1] ایاک نعبد بر یقیں / اور بلا میں ورد تیرا نستعین

[1] یعنی تو غم میں بھی یہی کہتا ہے کہ اے خدا ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور بلا میں بھی یہی کہتا ہے کہ ہم تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے

هست ایں ایاک نعبد حصر را ۔ در لغت آں از پئے رفع ریا
حصر ہے "ایاک نعبد" میں فتا ۔ ہے لغت میں از پئے رفع ریا
ہست ایاک نستعین ہم بہر حصر ۔ حصر کردہ استعانت را و قصر
حصر ہی کو ہے ایاک نستعین ۔ استعانت کو ہے گھیرا بالیقین
کہ عبادت مر ترا آریم و بس ۔ طمعِ یاری ہم ز تو داریم و بس
بس عبادت تیری ہی کرتے ہیں ہم ۔ ہیں مدد لیتے تجھی سے ذوالکرم!

ایک بادشاہ کی مصاحب سے خفگی

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد ۔ خواست تا از وے بر آرد دود و گرد
اک مصاحب پہ ہوا سلطاں خفا ۔ عزم پھر اس کی ہلاکت کا کیا
کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف ۔ تا زند بر وے جزائے آں خلاف
کھینچ لی تلوار باہر میان سے ۔ تا مخالف کو سزا اس کی ملے
ہیچکس را زہرہ نے تا دم زند ۔ یا شفیعے بر شفاعت بر تند
تاب بھی دم مارنے کی تھی کسے ۔ یا کوئی اس کی شفاعت ہی کرے
جز عماد الملک نامی از خواص ۔ در شفاعت مصطفیٰ وار از خلاص
جو عماد الملک خاص اک شخص تھا ۔ مثل پیغمبر شفاعت کو اٹھا
بر جہید و زود در سجدہ فتاد ۔ در زماں شہ تیغ را از کف نہاد
اٹھ چلا اور فوراً ہی سجدے میں گرا ۔ ہاتھ سے تلوار کو شہ نے رکھا

فائدہ: اصطلاحِ اہلِ معانی و بیان میں کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مخصوص کرنے کو کہتے ہیں۔ صفت کو موصوف کے ساتھ یا موصوف کو صفت کے ساتھ اور "ایاک نعبد و ایاک نستعین" میں چونکہ "ایاک" مفعول ہے اس لیے فعل پر مقدم ہو کر قصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی ہماری عبادت تیرے ہی لیے مخصوص ہے اور ہماری مدد طلبی بھی تجھی سے مخصوص ہے +

گفت اگر از پوست من بخشایدش | ور بلیسی کرد من پوشش پارش

بولا بخشا گو کرے وہ شاہاں سہی | شیطنت اُس نے اگرچہ مجھ سے کی

چونکہ آمد پائے تو اندر میاں | راضیم گر گرد مجرم صد زیاں

جبکہ تیرا پاؤں آیا درمیاں | ہوں میں راضی گو کٹے اس سے زیاں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست | کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

لاکھ ہوں غصے مرے تجھ پر نثار | تجھ میں ہے وہ فضل اور ایسا اقتدار

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست | زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من است

کیوں کروں میں رد سفارش کو تری | یہ سفارش ہے تری گویا مری

گر زمین و آسماں برہم زدے | زانتقامم ابرد بیروں نامدے

کرتا گر برہم زمین و آسماں | یہ نہ پاتا میرے غصے سے اماں

ور شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر | او نبردے ایں زماں از تیغ سر

کرتا منت ذرہ ذرہ بھی اگر | تیغ سے میری نہ بچتا اُس کا سر

بر تو ننہیم منت اے کریم | لیک شرح عزتت گفتم اے کریم

تجھ پہ کچھ احساں نہیں ہے اے کریم | ہے تری عزت کی یہ شرح عظیم

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں | اے صفاہائت در صفاتت ناوقیں

کیا کیا تو نے یہ خود میں نے کیا | ہر صفت تیری ہے میری برملا

تو درو مستعملی نے عاملی | زانکہ محمول منی نے حاملی

اس میں مستعمل ہے تو عامل نہیں | تو مرا محمول ہے حامل نہیں

ما رمیت اذ رمیت گشتہ ای | خویشتن در موج چوں کف ہشتہ ای

ما رمیت اذ رمیت تو بنا | موج کا گویا کہ تو کف ہو گیا

لاشدی پہلوئے الّا خانہ گیر | اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر

ہوکے "لا" "الا" میں ہے تو خانہ گیر | خود امیری شان ہے خود ہے اسیر

آنچہ دادی تو ندادی شاہ داد — او بود اللہ اعلم بالرشاد
تو نے جو کچھ بھی دیا شہ نے دیا — ہے وہی آگے خدا ہے جانتا

معشوق کا متغضب ہو کر سفارشی سے دوستی قطع کرنا

وان ندیم رستہ از خوف و بلا — زین شفیع آزردہ گردید از ولا
جب ندیم اس خوف و غم سے چھٹ گیا — تھا سفارش کرنے والے سے خفا

دوستی ببرید زان مخلص تمام — رو نہاں کرد از او ناز و سلام
منقطع کی یار سے یاری تمام — منہ کو موڑا تا نہ وہ کر لے سلام

زان شفیع خویشتن بیگانہ شد — زین تعجب خلق در افسانہ شد
اس سفارش گر سے بیگانہ ہوا — خلق میں یہ امر افسانہ ہوا

گر نہ مجنونست یاری چون برید — از کسی کہ جان او را وا خرید
گر نہ تھا پاگل تو کیوں کی بد دلی — اس سے جس نے جان اس کی مول لی

آن خریدش آمدم از گردن زدن — خاک نعل پاش بایستہ شدن
قتل ہونے سے بچایا واقعی — خاک بننا کاوش اس کے کفش کی

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت — با چنین دلدار کین داری گرفت
پھر گیا بیزار اس سے ہو گیا — کینہ جو بیکار اس سے ہو گیا

پس ملامت کرد او را ناصحی — کاین جفا چون می‌کنی با مصلحی
پس ملامت اس کو اک ناصح نے کی — ایسے مصلح سے نظر کیوں پھیر لی

جان تو بخرید آن دلدار خاص — آمدم از گردن زدن کردت خلاص
جان خریدی تیری اس دلدار نے — قتل ہونے سے بچایا یار نے

گر جفا کردی نبایستی رمید — خاصہ نیکی کرد آن یار حمید
وہ جفا کرتا تو سہنا تھا مگر — اب تو نیکی کی ہے اس نے خاص کر

گفت بہر شاہ مبذولست جان — او چرا آید شفیع اندر میان
بولا میری جان ہے شہ پر فدا — وہ ہمارے درمیاں کیوں آ پڑا

لی مع اللہ وقت بود آن دم مرا — لا یسع فیہ نبی مجتبیٰ
یعنی[1] میں اُس دم خدا کے ساتھ تھا — تھی نبی کو بھی نہ گنجائش کی جا

من نخواہم رحمتی جز رحم شاہ — من نخواہم غیر آں شہ را پناہ
میں نہیں کچھ چاہتا جز رحم شاہ — لوں سوا اُس کے کسی کی کیوں پناہ

غیر شہ را بہر آں لا کردہ ام — کہ بسوئے شہ تولا کردہ ام
غیر شہ سے اس لئے انکار ہے — دوستی شہ کی مری غمخوار ہے

گر ببرد او بقہر خود سرم — شاہ بخشد شصت جان دیگرم
قہر سے اپنے جو وہ سر کاٹ لے — ساٹھ جانیں مجھ کو گویا اور دے

کارِ من سربازی و بیخویشی است — کارِ شاہنشاہِ ما سربخشی است
کام میرا، سرنثاری، بیخودی — اور جاں بخشی ہے عادت شاہ کی

فخر آں سر کہ کفِ شاہش برد — ننگ آں سر کہ بغیرے سر برد
فخر اُس سر پر جسے شہ کاٹ لے — ننگ ہے وہ سر جو غیروں میں جھکے

شب کہ شاہ از قہر در قیرش کشید — ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
رات جس کو شاہ سے ظلمت ملی — عید کے دن سے بھی ہے اچھی ہوئی

خود طواف آنکہ او شہ بیں بود — فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بود
ہیں طواف اُس کا کہ جو ہے شاہ بیں — کفر سے اور دیں سے بالا ہے کہیں

[1] چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ یعنی مجھ پر قرب الٰہی میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اُس میں کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور نہ کسی نبی مرسل کی۔

زاں نیاید یک عبارت در جہاں — بس نہانست و نہانست و نہاں
ہے جہاں میں کب طواف اُس کا عیاں — وہ نہاں ہے وہ نہاں ہے وہ نہاں

زانکہ ایں اسما و الفاظ حمید — از گلابہ آدمی آمد پدید
ہیں یہ الفاظ اور اسماء جس قدر — آدمی کی آب و گل سے ہیں پسے

علم الاسما[1] بُد آدم[2] را امام — لیک نے اندر لباس عین و لام
علم الاسماء تھا آدم کا امام — گو نہ تھا اُن پر لباس عین[2] و لام

چوں نہاد آں آب و گل بر سر کلاہ — گشت از اسمائے جانی رو سیاہ
آب و گل نے جب رکھی سر پر کلاہ — ہوگیا اسمائے جاں سے رو سیاہ

کہ نقاب حرف و دم در خود کشید — تا شود بر آب و گل معنی پدید
گر نقاب حرف و دم میں کھنچی نہاں[3] — تا کہ آب و گل پہ معنی ہوں عیاں

گرچہ از خصمش ہم کرد او خلاص — لیک ہم شہ شد مرا خصما مناص
کر دیا گو رستگار قہر شاہ — تھا مگر وہ شاہ بھی میری پناہ

گرچہ از یک وجہ منطق کاشفست[4] — لیک از دہ وجہ پردہ مکنف است
اک سبب ظاہر ہے میرے نطق سے — دس سبب ہیں اور بھی لیکن چھپے

حضرت جبرئیل اور حضرت خلیل کی گفتگو

من خلیل وقتم و او جبرئیل — من نخواہم در بلا او را دلیل
میں خلیل وقت ہوں وہ جبرئیل[5] — رنج میں اُس کو کروں میں کیوں دلیل

[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے "وعلّم آدم الاسماء کلّہا" اور اُس نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ [2] یعنی علم + [3] یعنی جان نہاں تھی +
[4] رہا شدہ مجرم کہہ رہا ہے +
[5] یعنی سفارش کرنے والا +

او ادب ناموخت از جبریل راد | که بپرسید از خلیل حق مراد
وہ ادب سیکھا نہ کیوں جبریل نے | یوں جو ابراہیم سے پوچھنے چلے حقیقت

که مرادت هست تا یاری کنم | ورنه بگریزم سبکباری کنم
کوئی حاجت ہو تو میں یاری کروں | ورنہ پھر جانے کا تم سے اذن لوں

گفت ابراهیم نے رو از میان | واسطه زحمت بود بعد العیان[1]
بولے حضرت کیوں پڑو تم درمیاں | واسطہ تکلیف ہے بعد عیاں

بهر این دنیاست مرسل رابطه | مومنان را زانکه هست او واسطه
ہر نبی کا ہے اس جہاں میں رابطہ | ہے ہر اک مومن کا اس سے واسطہ

هر دل ار سامع بدے وحی نهان | حرف و صوتے کے بدے اندر میان
سنتا ہر اک دل اگر وحی نہاں | کیوں یہ صدا اور لفظ ہوتے درمیاں

گرچه او محو حقست ای مستند | لیک کار من از آن نازکتر است
گرچہ محو حق ہے وہ بھی لا کلام | اس سے نازک تر ہے لیکن میرا کام

کرده او کرده شاه است لیک | پیش چشمم بد نماینده است نیک
فعل اس کا فعل ہے سلطان کا | ہے مری نظروں میں لیکن ناروا

آنچه عین لطف باشد بر عوام | قهر شد بر نازنینان کرام
عام لوگوں کو جو ہے راحت اسے اچھی | نازنینوں پر وہی ہے قہر بھی

کاین بلا و رنج بیاید کشید | عامه را تا فرق را تانند دید
جب اٹھائیں وہ بھی یہ رنج و بلا | فرق ہو معلوم انہیں اس بات کا

اینچنین حرفیست واسطه ای یار غار | پیش واصل خار باشد خار خار
یہ حروف ہیں واسطہ اے یار غار | جو ہے واصل پیاسے اس کے ہیں خار

۱ قول مشہور ہے کہ "لا واسطہ بعد العیان"۔
۲ یعنی سفارشی۔

پس بلا و رنج بایست و وقوف	تا برآید آں روح صافی از حروف
ہوئے ذرا سرگشتہ بہ رنج و بلا	تا ہو روح پاک لفظوں سے رہا
لیک بعضے زیں بلا کُر تر شدند	باز بعضے صافی و برتر شدند
لیکن بعض کرہ ان بلاؤں سے ہوئے	اور بعضے برتر و بہتر رہے
ہمچو آب نیل آمد ایں بلا	سعد را آبست و خوں مر اشقیا[1]
مثل آب نیل کے ہے یہ بلا	نیک کو آب اور خوں با اشقیا
ہر کہ پایاں بیں تر او مسعود تر	جِد تر او کارد کہ افزوں برد بر
تھا جو آخر بیں وہی مسعود تھا	جو سوا بوئے گا کاٹیگا سوا
زانکہ داند کایں جہاں کاشتن	ہست بہر محشر و برداشتن
جانتا ہے اس جہاں کی کاشت کا	حشر کے دن کچھ اُٹھیگا فائدا
ہیچ عقدے بہر عین خود نبود	بلکہ از بہر مقام ربح و سود
کب گرہ بے فائدہ کوئی لگے	بلکہ سود اور فائدے کے واسطے
ہیچ نبود منکرے گر بنگری	منکرش بہر عین منکری
اور منکر کا کوئی انکار بھی	منکری محض کب ہے اعراضی
بل براے قہر خصم اندر حسد	یا فزونی جستن و اظہار خود
ہاں حسد سے قہر دشمن کے لئے	یا نمود ظاہری کے واسطے
واں فزونی ہم پئے طعمے دگر	بے معانی چاشنی ندہد صور
ہے نمود میں بھی لالچ دوسرا	یعنی ہے باطن سے ظاہر بے مزا
زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی	کہ صور زیت است[2] معنی روغنی
پوچھتا ہے وجہ تو ہر کام کی	صور زیت روغن ہیں معنی روشنی

۱؎ شقی کی جمع۔ بُرے ۔

۲؎ یعنی روغن زیتون ۔

ورنہ ایں گفتن چرا از بہر چیست — چونکہ صورت بہر عین صورتیست
فائدہ ہے پوچھنے میں کیا سمجھئے — جب ہے ظاہر صرف ظاہر کے لئے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ است — جز برائے ایں چرا گفتن بد است
پوچھنے سے ہے یہی اک فائدا — ورنہ پھر بیکار ہوتا پوچھنا

از چہ رو فائدہ جوئی ایں — چونکہ باشد فائدہ ایں خود ہمیں
اور اس سے کون سا ہے فائدا — گر وہ خود ہو فائدہ پھر پوچھ کیا

پس نقوش آسمان و اہل زمیں — نیست حکمت کو بود بہر ہمیں
پس یہ ہر نقش زمین و آسماں — نقش ہی کے واسطے کب ہے عیاں

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست — ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
گر نہیں حکمت تو پھر ترتیب کیا — ہے جو حکمت فعل خالی کب رہا

کس نسازد نقش گرمابہ و خضاب — جز پئے قصد صواب و ناصواب
کون ہو حمام میں آراستا — غرض اگر اس کا نہ ہو اچھا برا

ہرچہ بینی در جہاں از آیتے — ہست بہر مقصدے و حکمتے
اس جہاں میں جو نشاں ہے دیکھ لے — ہے وہ معنی اور حکمت کے لئے

حضرت موسیٰ ؑ اور اللہ تعالیٰ میں سوال و جواب

گفت موسیٰ ؑ اے خداوند حساب — نقش[1] کردی باز چوں کردی خراب
بولے موسیٰ ؑ اے خداوند حساب — نقش کرکے کیوں کیا اس کو خراب

نر و مادہ نقش کردی جانفزا — وانگہے ویراں کنی آں را چرا
مرد و عورت کو بنایا خوشنما — پھر انہیں برباد تو نے کیوں کیا

[1] یعنی صورت بنا کر۔

گفت حق دانم کہ ایں پرسش ترا — نیست از انکار و غفلت وز ہوا

حق نے فرمایا کہ یہ پرسش تری — حرص سے اور کاہلی سے ہے تہی

ورنہ تادیبے عتابت کردمے — بہر ایں پرسش ترا آزردمے

ورنہ تجھ پر ہوتا تادیباً عذاب — ہوتا اس پرسش سے تجھ کو اضطراب

لیک میخواہی کہ در افعال ما — باز جوئی حکمت و سرِّ قضا

تو ہمارے فعل میں ہے چاہتا — درک اکثر حکمت و اسرار کا

تا ازاں واقف کنی مر عام را — پختہ گردانی بدیں ہر خام را

تاکہ اُن سے لوگوں کو واقف کرے — پختگی ہر خام کو اس سے ملے

قاصداً سائل شدی در کاشفی — بر عوام ازچہ کہ تو زاں واقفی

تو نے قصداً یہ سوال اب ہے کیا — تاکہ سب جانیں جو تو ہے جانتا

زانکہ نیم علم آمد ایں سوال — ہر بروئے را نباشد ایں مجال

نصف آگاہی ہے خود تیرا سوال — ہر کس و ناکس کی کب ہے یہ مجال

ہم سوال از علم خیزد ہم جواب — ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب

علم ہی سے ہیں سوالات اور جواب — خار و گل کو جیسے لازم خاک و آب

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہُدیٰ — ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندا

علم ہی سے گمرہی ہے اور ہدیٰ[1] — تلخی و شیرینی کی منشا ہے ندا

ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا — وز غذائے خوش بود سُقم و شفا

دوستی سے بغض پیدا اور ولا[2] — ہے غذا وجہِ مرض، وجہِ شفا

مستفیدے اعجمی شد آں کلیم — تا عجمیاں را کند زاں سر علیم

فائدہ سے کو بن گئے ناداں کلیم — تاکہ ہوں ناداں واقف اے ندیم

۱ہ ہدایت +

۲ہ محبت +

ما ہم از وے اعجمی سازیم خویش	پاسخش آریم چوں بیگانہ خویش
ہم بھی ناداں بن کے کام اپنا کریں	لیں جواب اُس سے جو بیگانہ بنیں
خرفروشاں خصم ہمدیگر شدند	تا کلید قفل آں در آمدند
خرفروش[1] آپس میں دشمن ہوگئے	آخر اُس دروازے کی کنجی بنے
پس بفرمودش خدا اے ذولباب	چوں بپرسیدی بیا بشنو جواب
پس ہوا ارشادِ حق اے خوش خطاب	تو نے پوچھا ہے تو اُسن لے جواب
موسیا تخمے بکار اندر زمیں	تا تو خود ہم وادہی انصاف ایں
بیج کچھ موسیٰؑ زمیں میں ڈالدے	تا کہ خود انصاف تو اس کا کرے
چونکہ موسیٰؑ کشت شد کشتش تمام	خوشہ ہایش یافت خوبی و نظام
بیج جب موسیٰؑ نے بوئے خوب اُگ گئے	خوشے اُن کے اک نظام خاص سے
داس بگرفت و مر آنہا را برید	پس ندا از غیب در گوشش رسید
لیکے ہنسیہ اُن کو کاٹا شوق سے	غیب سے پس آئی یہ آواز اُسے
کہ چرا کشتی کنی و پروری	چوں کمالے یافت آں را میبری
بویا کیوں کھیتی کو اور پالا اُسے	جب مکمل ہو گئی کاٹا اُسے
گفت یا رب زاں کنم ویران و پست	کہ در اینجا دانہ ہست و کاہ ہست
بولے یا رب اس لئے کاٹا اُسے	تھی یہاں گھاس اور کچھ دانے بھی تھے
دانہ لائق نیست در انبار کاہ	کاہ در انبار گندم ہم تباہ
دانہ کب ہے لائق انبار کاہ	گھاس بھی گیہوں میں ملکر ہو تباہ
نیست حکمت ایں دو را آمیختن	فرق واجب میکند در بیختن
دونوں کی آمیزش اچھی نہیں	ہے الگ کرنا ہی ان کا بہتریں

[1] گدھے (نفس) کو بیچنے والے۔ فلسفی اور گمراہ لوگ +

گفت این دانش ز کی آموختی / نور این شمع از کجا افروختی

پوچھا حق نے کس سے یہ حکمت ملی / نور سے کس کے یہ روشن شمع کی؟

گفت تمییزم تو دادی اے خدا / گفت پس تمییز چون نبود مرا

بولے وہی تمیز تو نے اے خدا / بولا، پھر مجھ میں نہیں تمیز کیا؟

در خلائق روحہائے پاک ہست / روحہائے تیرہ و گلناک ہست

اس جہاں میں ہیں بہت ارواح پاک / ہیں بہت تاریک آلودہ بخاک

این صدفہا نیست در یک مرتبہ / در یکے در است و در دیگر شبہ

سیپیاں رتبے میں کب یکساں ہیں / ایک میں ہے موتی، ہوتی ایک میں

واجب است اظہار این نیک و تباہ / ہمچنانکہ اظہار گندم از گیاہ

فرق واجب نیک و بد کا تھا مجھے / جس طرح گیہوں نکالیں گھاس سے

بہر اظہار است این خلق جہان / تا نماند گنج حکمتہا نہان

ہے پئے اظہار یہ خلق جہاں / گنج حکمت تا نہ رہ جائے نہاں

کنت کنزاً گفت مخفیاً شنو / جوہر خود گم مکن اظہار شو

کنت کنزاً مخفیاً سن اے نگار / اپنا جوہر گم نہ کر ہو آشکار

روح حیوانی چھاچھ اور روح وحی روغن ہے

جوہر صدقت خفی شد در دروغ / ہمچو طعم روغن اندر طعم دوغ

صدق تیرے جھوٹ میں یوں ہے فنا / چھاچھ میں جس طرح روغن ہو چھپا

آن دروغت این تن فانی بود / راستت آن جان ربانی بود

جھوٹ اپنے اس تن فانی کو جان / صدق جان روح ربانی کو جان

سالہا این دوغ تن پیدا و فاش / روغن جان اندرو فانی و لاش

مدتوں سے چھاچھ تن کی ہے عیاں / روغن جاں اس میں لاشے اور نہاں

تا فرستد حق رسولے بندہٴ | دفع را در خمرہ جنبانندہٴ

تا نبی ؑ نازل کرے کوئی خدا | اپنے ہاتھوں سے بلوئے وہ مٹکا

تا بجنباند بہنجار و بفن | تا بدانم من کہ پنہاں بود من

بنابنیں اس طرح دے وہ برملا | تا میں سمجھوں اس میں ہے مسکہ چھپا

یا کلام بندہٴ کاں جزو اوست | در رود در گوش آنکہ وحی جوست

یا کلام اس کا - جو ہے جزو نکو | جائے اُن کانوں میں جو ہیں وحی جو

اذن مومن وحی ما را واعی است | آنچناں گوشے قرین داعی است

گوش مومن وحی کا ہے یاد دار | جس طرح ہے کان پیغمبر کا یا

آنچنانکہ گوش طفل از گفت مام | پر شود ناطق شود او در کلام

کان میں بچے کے ہوں ماں کی صدا | جاتی ہے اور اُس سے ہے وہ بولا

ور نباشد طفل را گوش رشد | گفت مادر نشنود گنگے شود

کان بچے کے اگر شنوا نہ ہوں | پھر سنے وہ گفتگو مادر کی کیو

دائما ہر کرِّ اصلی گنگ بود | ناطق آنکس شد کہ از مادر شنود

ہے جنم کا بہرا گونگا دیکھ لے | بولے وہ جو ماں کی باتوں کو سنے

وانکہ گوش کرّ و گنگ از آفتیست | زانکہ در گوشش رسیدہ علتیست

ہاں جو گونگا بہرا ہو امراض سے | کان جس کے سقم سے بہرے ہوئے

او پذیرائے دم و تعلیم[1] نیست | لاجرم مر نطق را تسلیم نیست

ہو سکے وہ لائق تعلیم کیا | نطق کو دہرا کر سکے تسلیم کیا

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست | کہ صفاتش از علتہا جداست

جو ہے بے تعلیم ناطق ہے خدا | علتوں سے ہے الگ صفات اس کی جُد

[1] یعنی وہ سن سکتا ہے مگر بعدِ شفا۔

یا چو آدم کرد تعلیمش خدا ‏‏ بے حجاب مادر و دایہ ورا
یا جو تھی آدم کو تعلیم خدا ‏‏ دایہ اور ماں کا نہ تھا پردہ پڑا
یا مسیحا کہ ز تعلیم ودود ‏‏ در ولادت ناطق آمد در وجود
یا مسیحا حق کی جو تعلیم سے ‏‏ یا نہیں پیدا ہوتے ہی کرنے لگے
از برائے دفع تہمت در ولاد ‏‏ کہ نزادست از زنا و از فساد
تہمت تولید کو زائل کیا ‏‏ ہیں زنا سے تو نہیں پیدا ہوا
جنبشے بایست اندر اجتہاد ‏‏ تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
اس طرح اس کو ہلانا چاہیئے ‏‏ چھاچھ تا کہ اپنا مکھن چھوڑ دے
روغن اندر دوغ باشد چوں عدم ‏‏ دوغ در ہستی برآوردہ علم
چھاچھ میں مکھن ہے یوں جیسے عدم ‏‏ چھاچھ نے ہستی میں رکھا ہے قدم
آنکہ ہستت می نماید ہست پوست ‏‏ وانکہ فانی می نماید اصل اوست
پوست ہے جو ہست آتا ہے نظر ‏‏ اصل وہ ہے جو عدم ہے اے پسر
دوغ روغن ناگرفتست و کہن ‏‏ تا نگیری بنہ خرجش مکن
گر نہ مکھن چھاچھ سے تو لے سکے ‏‏ گو کہن ہو اس کو یونہی چھوڑ دے
ہیں بگردانش بدانش دست دست ‏‏ تا نماید آنچہ پنہاں کردہ است
رفتہ رفتہ عقلمندی سے ہلا ‏‏ تا کہ ظاہر ہو، جو اس میں ہے چھپا
آنکہ ایں فانی دلیل باقی است ‏‏ لابہ مستاں دلیل ساقی است
چونکہ یہ فانی ہے باقی کی دلیل ‏‏ عجز مستوں کا ہے ساقی کی دلیل
روغن اندر دوغ پنہاں می شود ‏‏ ہر چہ می سازی تو آشکارا می شود
چھاچھ میں از بسکہ مکھن ہے چھپا ‏‏ جو کرے گا تو وہی ہو جائے گا

اسی مطلب کی دوسری مثال

هست بازیهائے آں شیرِ علم — مخبرے از بادہائے مکتتم

جنبشیں شیرِ علم کی اے پسر — دیتی ہیں مخفی ہواؤں کی خبر

گر نبودے جنبشِ آں بادہا — شیرِ مردہ کے بجستے در ہوا

گر نہ دیتی جنبشیں اس کو ہوا — شیر وہ کیونکر اچھلتا کودتا

زاں شناسی باد را کاں صباست — باد دبور است ایں بیانِ آں خطاست

اس سے جانے تو یہ ہے بادِ صبا — اور وہ تو ہے بیاں اس کا خطا

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علم — فکر میجنباند او را دمبدم

یہ بدن ہے صورتِ شیرِ علم — فکر سے جنبش ہے اس کو دمبدم

باد کاں از مشرق آید آں صباست — وانکہ از مغرب دبور و با وباست

جو ہوا مشرق سے آئے ہے صبا — جو چلے مغرب سے تو ہے بر ملا

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگر است — مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست

دوسرا مشرق ہے بادِ فکر کا — اس کا مغرب بھی ہے بیشک دوسرا

مہ جماد است و بود شرقش جماد — جانِ جان جاں بود شرقش فواد

چاند کا مشرق جمادِ آسمان — دل ہے مشرق جاں کا جو ہے جانِ جاں

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز — قشر و عکسِ آں بود خورشیدِ روز

پھر وہ سورج تو ہے باطن کی ضیا — عکس اس کا ہے یہ سورج روز کا

زانکہ چوں مردہ بود تن بے لہب — پیشِ او نے روز بنماید نہ شب

بے ضیا تن مردہ ہوتا ہے پسر — رات دن کب اس کو آتے ہیں نظر

سلے وہ شیر جو علم کے کپڑے پر بنا ہوتا ہے۔

ورنہ باشد آں چو ایں باشد تمام / بے شب و بے روز دارد انتظام
ورنہ نہ ہو اور یہ اگر باقی رہے / نظم ہو عالم کا بے دن رات کے

ہمچنانکہ چشم می بیند بخواب / بے مہ و خورشید ماہ و آفتاب
خواب میں جوں آنکھ دیکھے مہر و ماہ / بے مہ و خورشید[1] کے بے اشتباہ۔[2]

نوم ما چوں شد اخ الموت اے فلاں / زیں برادر آں برادر را بداں
موت کا بھائی جو ہے خواب اے فلاں / جان اس بھائی سے اس کو بے گماں

ور بگویندت کہ ہست آں فرع ایں / مشنو آں را اے مقلد بے یقیں
گر کہیں وہ شاخ[3] ہے اس دہر کی / اے مقلد تو نہ مان اس کو کبھی

می بہ بیند خواب جانت وصف حال / کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
جان تیری خواب میں دیکھے وہ حال / تو نہ بیداری میں دیکھے بیس سال

در پئے تعبیر آں تو عمرہا / میدوی سوئے شہان با دہا
اور تو تعبیر لینے کے لئے / عاقلوں کو مدتوں گھیرے پھرے

کہ بگو ایں خواب را تعبیر چیست / فرع گفتن ایں چنیں سر را سگیست
ہاں کہو تعبیر کیا اس خواب کی / فرع کہنا تو ہے اک شاخِ جہلی

خواب عامہ است ایں خود خواب خاص / باشد اصل اجتبا و اختصاص
یہ تو خواب عامہ کے ہیں خواص / خواب ہیں مخصوص اُن کے جو ہیں خاص

پیل باید تا چو خسپد او ستاں / خواب بیند خطۂ ہندوستاں
فیل ہو تا چت جو لیٹے بے گماں / خواب میں آئے نظر ہندوستاں

خر نہ بیند ہیچ ہندستاں بخواب / خر ز ہندستاں نکردہ ست اغتراب
خواب میں ہندوستاں دیکھے نہ خر / کب گیا ہے ہند سے اس نے سفر

۱؎ آفتاب ظاہری + ۲؎ آفتاب باطنی +
۳؎ یعنی اسی دنیا کے خیال خواب میں نظر آتے ہیں +

جان ہمچوں پیل باید نیک زفت ۔ تا بخواب او ہند تا ندرفت تفت

فیل کی مانند کر جاں کو قوی ۔ خواب میں تا ہند تک جائے کبھی

ذکر ہندستاں کند پیل از طلب ۔ پس مصوّر گردد آں ذکرش بشب

ہند کا ذکر اور طلب فیلوں کو ہو ۔ ذکر بن جائے مصوّر رات کو

اذکر اللہ کار ہر اوباش نیست ۔ ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست

ذکر[1] ہے کب کام ہر اوباش کا ۔ لوٹنا[2] کب کام ہے قلاش کا

لیک تو آیس مشو ہم پیل باش ۔ ورنہ پیلی درپئے تبدیل باش

تو نہ ہو مایوس اچھا پیل ہو ۔ گر نہیں ہے پیل تو تبدیل ہو

کیمیا سازان گردوں را ببیں ۔ بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں

دیکھ جو ہیں کیمیا گر چرخ پر ۔ ذکر سن مینا گروں[3] کا بے خبر

نقش بندانند در جوّ افلاک ۔ کار سازانند بہر لی و لک

ہیں خلائے چرخ میں وہ خوش طراز ۔ جو ہیں میرے اور تیرے کارساز

گر نہ بینی خلق مشکیں جیب را ۔ بنگر اے شکور آں آسیب را

گر نہ دیکھے ان معنبر جیب کو ۔ لے رتو ندی دیکھ اس آسیب کو

ہر دم آسیبیست بر ادراک تو ۔ نبت نو نو رستہ بیں از خاک تو

جو ترے ادراک پر ہے ہر گھڑی ۔ جسم پر تیرے اگیں گھاسیں نئی[4]

---

[1] بفحوائے ۔ اذکروا اللہ ذکراً کثیراً ۔ یعنی اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو +

[2] بفحوائے " ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اپنے رب کی طرف ہنسی خوشی لوٹو +

[3] آسمان بنانے والے یعنی فرشتے +

[4] خیالاتِ فاسدہ سے مراد ہے +

زیں بدا براہیمؒ ادہم دید خواب ‌ ‌ بسط ہندستان و ذکر ایں حجاب
دیکھا ابراہیم ادہم نے جو خواب ‌ ‌ بسط ہندستان کا ذکر حجاب

لاجرم زنجیرہا را بردرید ‌ ‌ مملکت برہم زد و شد ناپدید
بھاگے زنجیریں تڑا کر ایک بار ‌ ‌ سلطنت سے ہوگئے اپنی فرار

ایں نشانِ دید ہندستاں بود ‌ ‌ کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
یہ نشاں ہندوستاں کی دید کا ‌ ‌ خواب سے چونکے تو وحشت تھی سوا

میفشاند خاک بر تدبیرہا ‌ ‌ میدراند حلقۂ زنجیرہا
ڈال دیتی خاک ہے تدبیر پر ‌ ‌ بھاگ نکلے توڑ کر زنجیر در

ترک گیرد مالِ دنیا سربسر ‌ ‌ جملگی برہم زند آید بدر
مالِ دنیا ترک کرکے سربسر ‌ ‌ کر لیا سب سے کنارہ لے بسرا

آنچنانکہ گفت پیغمبرؐ ز نور ‌ ‌ کہ نشانش آں بود اندر صدور
کی ہے پیغمبرؐ نے یوں تشریح نور ‌ ‌ سینوں میں ہوتا ہے یوں اُس کا ظہور

کہ تجافی دارد از دار الغرور ‌ ‌ ہم انابت دارد از دار السرور
بس وہ اس دنیا سے اک نفرت کرے ‌ ‌ اور عقبیٰ کی طرف رغبت کرے

بہرِ شرح ایں حدیث مصطفیٰؐ ‌ ‌ داستانے بشنو اے یارِ صفا
اب کروں شرح حدیث مصطفیٰؐ ‌ ‌ مجھ سے سن اک داستاں اے باصفا

لہ مشہور ہے۔ کہ حضرت ابراہیم ادہم رح نے خواب میں ایک شخص کو اپنی چھت پر کچھ ڈھونڈتے دیکھا۔ پوچھا۔ کیا ڈھونڈتا ہے۔ کہا۔ اونٹ ڈھونڈتا ہوں۔ بولے۔ کیسا بے وقوف ہے۔ چھت پر اونٹ کہاں سے آیا۔ اس نے کہا۔ تو بیوقوف نہیں۔ جو سلطنت میں خدا کو ڈھونڈتا ہے؟ یعنی یہ سلطنت تھوڑی اور تنگ ہے اور ہندوستان جو اصل مبدا ہے۔ سراسر بسیط اور فراخ۔ جس کی یہ سلطنت ہی حجاب ہے۔

ایک شہزادے کا بادشاہ حقیقی کی صورت دیکھنا

پادشاہے داشت یک برنا پسر	باطن و ظاہر مزیّن از ہنر
اک پسر اک بادشہ کا تھا جواں	تھا ہنرور باطن و ظاہر میں ہاں
خواب دید او کاں پسر ناگہ بمرد	صافیٔ عالم برآں شہ گشت دُرد
خواب دیکھا شاہ نے وہ مر گیا	اک جہاں اندھیر نظروں میں ہوا
خشک شد از تاب آتش مشک او	کہ نماند از تفّ آتش اشک او
سوزِ غم سے دل جو اس کا خشک تھا	ایک آنسو بھی نہ گرمی سے رہا
آنچناں پُر شد ز دود و درد شاہ	کہ نمی یابید در وے راہ آہ
اس قدر غم سے بھرا وہ بادشاہ	بس سمائی پھر نہ اس کے دل میں آہ
خواست مُردن قالبش بیکار شد	عمر مانده بود شہ بیدار شد
دل ہوا بیکار، مشکل زندگی	جاگ اٹھا عمر باقی تھی ابھی
شادیے آمد ز بیداریش پیش	کو ندیده بود اندر عمر خویش
جاگنے سے وہ خوشی حاصل ہوئی	عمر بھر میں جو کبھی دیکھی نہ تھی
کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن	پس مطوّق آمد اینجاں با بدن
تھی خوشی ایسی کہ شادی مرگ تھا	روح میں لیکن بدن الجھا رہا
از دمِ غم می بمیرد ایں چراغ	وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ
بجھتی ہے یہ شمع غم کی پھونک سے	پھونک سے شادی کی بھی بے شک بجھے
در میانِ ایں دو مرگ او زنده است	ایں مطوّق شکل جائے خنده است
وہ ہے زنده درمیان دو قضا	ہنسنے کے لائق ہے انساں اے فتا
شاه با خود گفت شادی را سبب	آنچناں غم بود از تسبیب رب
وجہ شادی شاہ نے دل میں کہا	ہے وہی غم جو خدا نے تھا دیا

این عجب یک چیز از یک روی مرگ — وز یکے رو زندگی و رخت و برگ

ایک رُخ اک چیز کا مرگ و قضا — اور وجہٗ زندگی رُخ دوسرا

آں یکے نسبت بد آنجا است ہلاک — باز ہم از سوئے دیگر امتساک

اک طرح اک شئے قضا ہو بے گماں — دوسری صورت میں وہ ہو پاسباں

شادیِ تن سوئے دنیاوی کمال — سوئے روزِ عاقبت نقص و زوال

ہے خوشی تن کی پئے دنیا کمال — اور بہرِ عاقبت نقص و زوال

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں — گریہ گوید با دریغ و اندہاں

خواب میں ہنسنے کی گر تعبیر لے — "درد رونیگا" ہر کہنے والا یوں کہے

گریہ را در خواب شادی و فرح — ہست در تعبیر اے صاحب مرح

اور جو روئے خواب میں ہو شادماں — ہے یہی تعبیر اس کی بے گماں

شاہ اندیشید کایں غم خود گذشت — لیک جاں از جنس این بد ظن بگشت

شاہ نے سوچا کہ وہ غم تو گیا — وہم لیکن مجھ کو اس سے ہو گیا

گر رسد خارے چنیں اندر قدم — گر رود گل یادگارے بایدم

پاؤں میں کانٹا اگر میرے چبھے — جائے گل تو کچھ نشاں اس کا رہے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود — یادگارے بایدم گر او رود

ہو مبادا اس سے گر صدمہ کبھی — یادگار اس کی رہے باقی کوئی

چوں فنا را شد سبب بے منتہا — پس کدامیں راہ را بندیم ما

جب فنا کے ہیں سبب بے انتہا — کونسا پھر بند کیجے راستہ

صد دریچہ و در سوئے مرگ لدیغ — میکنند اندر گشادن ژیغ ژیغ

کھڑکیاں اور در ہیں لاکھوں موت کے — کھلنے میں ہر وقت جو ہیں بولتے

ژ ایغ ژ ریغ تلخ آں درہائے مرگ	نشنود گوش حریص از حرص برگ
موت کے دروازوں کی وہ چل پکار	حرص کے کانوں میں کب آتی ہے یار
از سوئے تن دردہا بانگ در است	وز سوئے خصماں جفا بانگ در است
درد تن کی ہر صدا ہے بانگ در	دشمنوں کی ہر جفا ہے بانگ در
جان من برخواں دمے فہرست طب	نار علتہا نظر کن ملتہب
پڑھ ذرا فہرست طب اے جان من	دیکھ کتنی علتیں ہیں جان شکن
در کتاب طب چو بینی اے فتے	بر شمار ریگ بینی رنجہا
دیکھئے گر طب کی کتابوں میں ذرا	ریت[1] کی مانند دکھ ہیں بر ملا
زانہمہ غرشہا دریں خانہ رہست	ہر دو گامے پر زکژدمہا چہ است
طے کھسک کر ہوتی ہے اس گھر کی راہ	بچھوؤں سے پر ہیں دو قدموں پہ چاہ
باد تند است و چراغ ابترے	زو بگیرانم چراغ دیگرے
ہے ہوا تیز اور ابتر ہے چراغ	اور جل جائے تو بہتر ہے چراغ
تا بود کز ہر دو یک وافی شود	گر بباد آں چراغ از جا رود
تاکہ دونوں میں سے اک جلتا رہے	ایک بجھ جائے جو باد تند سے
ہمچو عارف کز تن ناقص چراغ	شمع دل افروخت از بہر فراغ
جیسے شمع تن جو دیکھی مضمحل	جلد عارف نے جلا لی شمع دل
تاکہ روزے کایں بمیرد ناگہاں	پیش چشم خود نہد او شمع جاں
تا بجھے گر شمع پہلی ناگہاں	سامنے آنکھوں کے رکھئے شمع جاں
او نکرد ایں فہم پس داد از غرر	شمع فانی را بفانی دگر
وہ نہ سمجھا سو لیا از راہ خطر	شمع فانی کو بہ فانی دگر

[1] یعنی اتنے دکھ ہیں جتنے ریت کے ذرے +

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے ‖ گفت با خود نیست بہ زیں فتنے
سوچی تدبیر اور کچھ چارہ نہ تھا ‖ باہر اب جاؤں نہ میں دل میں کہا

شہزادے کی شادی کی تدبیر کرنا

پس عروسی خواست باید بہر او ‖ تا بگردد زیں تزوّج نسل جو
سوچا شہ نے لڑکے کی شادی کرے ‖ تا کہ نسل اس وجہ سے باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز ‖ فرخ او گردد ز بعد باز باز
لوٹ کر جائے عدم کو گر یہ باز ‖ اس کا بچہ زندہ رکھے بے نیاز

صورت ایں باز گر زینجا رود ‖ معنی او در ولد باقی بود
باز کی صورت جو ہو جائے نہاں ‖ بچے سے پھر اس کے معنی ہوں عیاں

بہر ایں فرمود آں شاہ نبیہ ‖ مصطفیٰ[1] کہ الولد سرّ ابیہ
اس لئے وہ مجتبیٰ و مصطفیٰ ‖ کہتے ہیں "ہے بھید بچہ باپ کا"

بہر ایں معنی ہمہ خلق از شغف ‖ می بیاموزند طفلاں را حرف
اس لئے دنیا میں اہل علم و فن ‖ ہیں سکھاتے بچوں کو اپنا چلن

تا بماند آں معانی در جہاں ‖ چوں شود آں قالب ایشاں نہاں
تا رہیں معنی جہاں میں بے گماں ‖ اُن کا قالب جب ہو دنیا سے نہاں

حق بحکمت حرص شاں داد ست جد ‖ بہر رشد ہر صغیر مستعد
حکمتِ حق نے دیئے ہیں حوصلے ‖ تا ہدایت بچہ حاصل کر سکے

من ہم از بہر دوام نسل خویش ‖ جفت خواہم پور خود را خوب کیش
واسطے اپنی بقائے نسل کے ‖ لاؤں بیوی خوب بچے کے لئے

[1] حدیث شریف ہے کہ "اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" +

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے — نے ز نسلِ پادشاہے طالحے
نسلِ صالح سے لے دختر کوئی — نسلِ شاہی سے نہ لاؤنگا کبھی

شاہ خود آں صالح است آزادہ اوست — نے اسیرِ حرص فرج است و گلوست
جو ہے صالح اصل سلطاں ہے وہی — ہو نہ جس میں شہوت و تن پروری

مر اسیراں را لقب کردند شاہ — عکس چوں کافور نام آں سیاہ
ہے اسیروں کا لقب دنیا میں شاہ — نام کافور اس کا ہے جو ہو سیاہ

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام — نیکبخت آں پیس را گویند عام
سہل اسے کہتے ہیں جو ہو راہِ سخت — کہتی ہے کوڑھی کو دنیا نیک بخت

بر اسیرِ شہوت و حرص و امل — بر نوشتہ میر یا صدرِ اجل
ہر اسیرِ شہوت و حرص و ہوا — ہے بزرگ اور صدرِ محفل جابجا

آں اسیرانِ اجل را عام داد — نام امیرانِ اجل اندر بلاد
اُن اسیرانِ اجل کو بے گماں — سب امیرانِ اجل[۱] کہتے ہیں ہاں

صدر خوانندش کہ در صفِ نعال — جان او پستست یعنی جاہ و مال
صدر وہ ہیں جو ہیں پستی میں نہاں — یعنی جاہ و مال پر دیتے ہیں جاں

ایک زاہد کی لڑکی سے شہزادے کی شادی

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید
خویش زاہد کو کیا شہ نے اجی! — یہ خبر پہنچی حرم خانے میں بھی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کفویت بود در عقل و نقل
بولی کم عقلی سے شہزادے کی ماں — عقلاً و نقلاً ہے لازم کفو ہاں

[۱] بزرگ +

تو ز شیخ و بخل خواہی وز دہا — تا بہ بندی پوید مارا بر گدا

بخل ہے شاید شریفوں سے سمجھئے — جو گدا سے نیچ کا رشتہ کرے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کو غنی القلب از داد خداست

بولا صالح ہے گدا، اچھی کہی — ہے خدا کی دین سے دل کا غنی

در قناعت میگریزد از تقے — ز لئیمی و کسل ہمچوں گدا

وہ قناعت کی طرف ہے. دھا گنا — کب ہے بخل و کاہلی سے جوں گدا

قلتے کاں از قناعت وز تقاست — آں ز فقر و قلت دونان جداست

جس کمی میں صبر ہو اور اتقا — ہے کمی فقر سے بالکل جدا

حبہ آں گر بیابد سر نہد — ویں ز گنج زر بہمت می جہد

پائے اک حبہ تو وہ سر پر رکھے — یہ خزانہ پاسکے بھی کھو کھا کئے

شہ کہ او از حرص قصد ہر حرام — میکند او را گدا گوید ہمام

شہ کرے جب حرص سے قصد حرام — اس کو کہتے ہیں گدائے خستہ کام

گفت کو شہر و قلاع او را جہیز — یا نثار گوہر و دینار نیز

بولی ہاں ہیں شہر اور قلعے کہاں — یا زر و گوہر کہ وہ دے بیکراں

گفت رو ہر کو غم دیں برگزید — باقی غمہا خدا از وے برید

بولا جا جس نے غم دیں لے لیا — اس کے سب غم کاٹ دیتا ہے خدا

غالب آمد شاہ و دادش دخترے — از نژاد صالحے خوش جوہرے

غالب آیا شاہ، دختر دی گئی — نسل سے صالح کی جو تھا متقی

در ملاحت خود نظیر خود نداشت — چہرہ اش تاباں تر از خورشید چاشت

تھی ملاحت میں وہ اپنی بے نظیر — رخ کے آگے ماند تھا مہر منیر

حسن دختر ایں خصالش آنچناں — کز نکوئی می نگنجد در بیاں

حسن یہ اور سیرت ایسی نیک تھی — بس بیاں کرنا نہیں ممکن کبھی

صبر دین کن تا رساند ر نیج ‏ ‏ حسن و مال و جاہ و بخت منتفع

کرشکار دیں کہ جب ہو پیروی ‏ ‏ حسن و مال و جاہ ملجائیں سبھی

آخرت قطار اشتر داں عمو ‏ ‏ در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مو

عاقبت کو جان اونٹوں کی قطار ‏ ‏ پیچھے پیچھے ہے یہ دنیا پشم دار

پشم بگزینی شتر نبود ترا ‏ ‏ ور بود اشتر چہ قیمت پشم را

پشم وہ لے جو ہو محتاج شتر ‏ ‏ ہو شتر تو پشم کیا ہے بے خبر

شہزادے پر ایک بڑھیا کا جادو کرنا

چوں برآمد ایں نکاح آں شاہ را ‏ ‏ با نژاد صالحان بے مرا

شاہزادے کی جو شادی ہو گئی ‏ ‏ صالحوں کی نسل میں اسے متقی

از قضا کمپیرکے جادو کہ بود ‏ ‏ عاشق شہزادۂ با حسن و جود

اتفاقاً ایک بڑھیا ساحرہ ‏ ‏ شاہزادے پر ہوئی بس شیفتہ

جادوے کردش عجوز کابلی ‏ ‏ کہ بر دزاں رشک سحر بابلی

قحبہ بڑھیا نے وہ جادو کر دیا ‏ ‏ رشک جس پر سحر بابل کو ہوا

شہ بچہ شد عاشق کمپیر زشت ‏ ‏ تا عروس و آں عروسی را بہشت

ہو گیا شہزادہ بڑھیا پر نثار ‏ ‏ چھوڑی بیوی اور عروسی ایکبار

یک سیہ رو دیو کابلی زنے ‏ ‏ گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے

وہ سیہ رخسار قحبہ پیرہ زن ‏ ‏ شاہزادے کی ہوئی تھی راہزن

زاں سیہ روئے خبیثے نابکار ‏ ‏ گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار

تھی سیہ رُو وہ خبیث و نابکار ‏ ‏ اُس پہ تھا شہزادہ مدہوش و نثار

ایں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر ‏ ‏ نہ خرد ہشت آں ملک را نہ ضمیر

فاحشہ سے جو تھی نوّے سال کی ‏ ‏ دل لیا شہزادے کا اور عقل بھی

تا بسالے بود شہزادہ اسیر ‏ ‏ ‏ بوسہ جائش نعلِ کفش گندہ پیر
مبتلا اک سال شہزادہ رہا ‏ ‏ ‏ جوتیاں قحبہ کی وہ تھا چومتا
صحبتِ کمپیر او را می ربود ‏ ‏ ‏ تا ز کاہش نیم جانے ماندہ بود
صحبتِ قحبہ نے کر ڈالا فنا ‏ ‏ ‏ گھٹتے گھٹتے نیم جاں وہ رہ گیا
دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر ‏ ‏ ‏ او ز سکرِ سحر از خود بے خبر
دوسروں کو اس سے تھا اک دردِ سر ‏ ‏ ‏ نشۂ جادو سے تھا وہ بے خبر
ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ ‏ ‏ ‏ وین پسر بر گریہ شاں خنداں شدہ
مثلِ زنداں تھی یہ دنیا شاہ پر ‏ ‏ ‏ ہنستا تھا رونے پر اس کے یہ پسر
شاہ بس بیچارہ شد در بردو مات ‏ ‏ ‏ روز و شب میکرد قربان و زکات
شاہ بردو مات میں عاجز ہوا ‏ ‏ ‏ رات دن خیرات و صدقہ دیتا تھا
زانکہ ہر چارہ کہ میکرد آں پدر ‏ ‏ ‏ عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر
کرتا تھا لیکن جو کچھ وہ داد گر ‏ ‏ ‏ بڑھتی تھی بڑھیا کی الفت بیشتر
پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سریست ‏ ‏ ‏ چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست
پس وہ سمجھا یہ ہے سب اس[۱] سمت سے ‏ ‏ ‏ کام اب تو عجز و زاری سے چلے
سجدہ میکرد او کہ حکم و فرماں تراست ‏ ‏ ‏ غیرِ حق بر ملک حق فرماں کراست
سجدے کرتا تھا کہ اے قادر خدا ‏ ‏ ‏ حکم تیرا ملک تیرا جا بجا
لیک ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود ‏ ‏ ‏ دست گیرش اے رحیم و اے ودود
اب جو یہ مسکیں ہے جلتا مثلِ عود ‏ ‏ ‏ تو مدد کر اے رحیم اور اے ودود

بادشاہ کی دعا کا قبول ہونا

تا ز یا رب یا رب و افغانِ شاہ ‏ ‏ ‏ ساحرے استادہ پیش آمد ز راہ
شاہ نے جب کی خدا سے یوں بکا ‏ ‏ ‏ ساحر استاد اک ظاہر ہوا

۱؎ یعنی خدا کی طرف سے۔

گو شنیدہ بود از دور این خبر — کہ اسیرِ پیرہ زن گشت آں پسر
دور سے جس نے سنی تھی یہ خبر — ہے اسیرِ پیر زن شہ کا پسر

کاں عجوزہ بود اندر جادوئی — بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
تھا جو اُس بڑھیا کو جادو میں کمال — وہ کہیں رکھتی نہ تھی اپنی مثال

دست بر بالائے دست است اے فتیٰ — در فن و در زور تا دستِ خدا
ہاتھ اک ہر ہاتھ پر ہے اے فتیٰ — مکر میں اور فن میں تا دستِ خدا

منتہائے دستہا دستِ خدا — بحر بے شک منتہائے جوہاست
منتہا ہے ہاتھوں کا ہے دستِ خدا — ندیوں کا بحر جیسے منتہا

ہم ازو گیرند مایہ ابرہا — ہم بدو باشد نہایت سیل را
سب یہ بادل اُس سے ہیں سرمایہ گیر — اور ہر سیلاب اُس سے سایہ گیر

گفت شاہش کاین پسر از دست رفت — گفت اینک آمدم درمانِ زفت
شاہ بولا ہاتھ سے لڑکا چلا — بولا ساحر لیجیے میں آگیا

نیست ہمتا زال را زیں ساحراں — جز منِ داہی رسیدہ زانگراں
ساحروں میں ہوں برابر زال[۱] کے — ہوں میں دانا آیا ہوں اُس سمت سے

چوں کفِ موسیٰ بامرِ کردگار — نک برآرم من ز سحرِ او دمار
مثلِ موسیٰ میں بحکمِ کردگار — اُس کے جادو کو کروں آشفتہ کار

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف — نے ز شاگردیٔ سحرِ مستخف
علم یہ مجھ کو خدا نے ہے دیا — کب ہوں میں شاگرد اہلِ سحر کا

آمدم تا بر گشایم سحرِ او — تا نماند شاہزادہ زرد رو
آیا ہوں میں اُس کا جادو کھولنے — شاہزادہ تاکہ آفت سے بچے

[۱] یعنی بڑھیا ساحرہ کے برابر۔

سوئے گورستاں برو وقتِ سحور | پہلوِ دیوار ہست اسپید گور
جا تو قبرستاں کی جانب صبح سے | قبر ہے پہلو میں اک دیوار کے

سوئے قبلہ باز کاو آں گور را | تا بہ بینی قدرت و صنعِ خدا
قبلہ رخ ہو کر تو کھود اس قبر کو | دیکھ پھر ظاہر جو کچھ قدرت سے ہو

بس دراز ست ایں حکایت تو ملول | زبدہ را گویم رہا کردم فضول
یہ حکایت ہے بڑی اور تو ملول | جو خلاصہ ہو کہوں چھوڑوں فضول

سوئے گورستان رفت آں شاہزود | گور را آں شاہ آمد ہم برگشود
الغرض وہ شاہ گورستاں گیا | قبر تھی سو جو کھودی بر ملا

جادوئیہا دید پنہاں اندرو | صد گرہ بر بستہ بر یکتائے مو
اس میں پوشیدہ تھا سحر کارگر | سو لگائی تھیں گرہ اک بال پر

آں گرہ ہائے گراں را برگشاد | پس ز محنت پور شہ را راہ داد
آخر ان گانٹھوں کو کھولا شاہ نے | شاہزادہ چھوٹ گیا اندوہ سے

آں پسر با خویش آمد شد رواں | سوئے تخت شاہ با صد امتحاں
ہوش میں آکر وہ شہزادہ چلا | جانب تخت شہی با صد ادا

سجدہ کرد و بر زمیں میزد ذقن | در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
ٹھوڑی رگڑی خاک پر سجدے کئے | تھے جو تسلیم و رضا سے دل لئے

شاہ آئیں بست و اہل شہر شاد | واں عروس نا امید بے مراد
شہر والے خوش تھے شہر آراستہ | اور خوش تھی وہ عروس غمزدہ

عالم از سر زندہ گشت و پر فروز | العجب کاں روز روز امروز روز
از سر نو تھا جہاں فرخندہ پئے | ایک دن وہ بھی تھا اک دن یہ بھی ہے

یک عروسی کرد شاہ او را چناں | کہ گلاب و قند بد پیشِ سگاں
شاہ نے کی عام دعوت بر ملا | اور گلاب و قند کتوں کو ملا

جادوئے گمپیر از غصہ بمرد — رُو وخوئے زشت با مالک سپرد
مر گئی وہ ساحرہ کرکے غصے — کی سپرد مالک[1] اپنی خوئے بد

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود — کز من او عقل و بصر چوں در ربود
شاہزادے کو بڑی حیرت ہوئی — عقل اُس نے چھین لی کیونکر مری

نو عروسے دید ہمچوں شاہِ حسن — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن
دیکھا بیوی کو تو پایا شاہِ حسن — بند کی تھی جس نے سب پر راہِ حسن

گشت بیہوش و برو اندر فتاد — تا سہ روز از جسم او گم شد فواد
ہو گیا بیہوش منہ کے بل گرا — تین دن تک بیدل و بیخود رہا

سہ شبانروز او ز خود بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشئی او پُرجوش گشت
تین دن رات اُس کو تھی اک بیخودی — پھیلی لوگوں میں وہاں کے سنسنی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد
جب گلاب و عطر سے درماں کیا — تھوڑا تھوڑا ہوش اُس کو آگیا

بعد سالے گفت شاہش در سخن — وز ضرح یاد آر آں یارِ کہن
سال بھر بعد اُس سے سلطاں نے کہا — منچلے! کیوں ہے یاد پہلی مہ لقا؟

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدینحد بیوفا و مُر مباش
بستر و ہمخوابہ کو بھی یاد کر — ہو نہ اتنا بیوفا اے بیخبر

گفت رو من یافتم دارالسرور — وا رہیدم از چہِ دارالغرور
بولا مجھ کو مل گیا دارالسرور — میرا زنداں اب نہیں دارالغرور

ہمچناں باشد چو مومن راہ یافت — سوئے نورِ حق ز ظلمت روئے تافت
ایسے ہی ملتی ہے جب مومن کو راہ — نورِ حق تب اُس کو ملتی ہے پناہ

[1] داروغۂ دوزخ۔

مخلص این قصه برگفتم تمام | تا بدانی مقصد خود والسلام
ہے خلاصہ داستاں کا یہ تمام | کہ حصول مقصد اس سے والسلام

شہزادہ۔ بادشاہ اور بڑھیا ساحرہ کون ہیں

اے برادر دانکہ شہزادہ توئی | در جہان کہنہ زادہ از نوی
اے برادر ہے وہ شہزادہ تو ہی | اس جہاں میں تیری آمد ہے نئی

کاولی ساحرہ دنیاست گو | کردہ مرداں را اسیر رنگ و بو
اور دنیا ہے وہ بڑھیا ساحرہ | ہے اسیر رنگ و بو جس نے کیا

چوں درافگندت دریں آلودہ رود | دم بدم میخوان و میدم قل اعوذ
سحر میں اس نے ہے آلودہ کیا | قل اعوذ پھونک پڑھ کر بر ملا

تا رہی زینجادوئی و این قلق | استعاذت خواہ از رب الفلق
سحر و غم سے ہے اگر تو امن خواہ | مانگ خلاق سحر سے تو پناہ

زاں نبی دنیات را سحارہ خواند | کو بافسوں خلق را در چہ نشاند
ساحرہ ۱؎ دنیا کو حضرت نے کہا | خلق کو جادو سے جس نے رق کیا

ہیں فسون گرم دارد گندہ پیر | کردہ شاہاں را دم گرمش اسیر
اس کے گر ما گرم جادو ہیں کثیر | بادشاہوں کو کیا جس نے اسیر

در درون سینہ نفاثات اوست | عقدہائے سحر را اثبات اوست
سینوں کے اندر یہ بھر دیتی ہے پھونک | سحر کی گانٹھیں ہیں خود اس کا ثبوت

ساحرہ دنیا قوی دانا زنیست | حل سحر او بپائے عامہ نیست
ساحرہ دنیا کی ہے از بس قوی | توڑنا سحر اس کا آساں ہے کوئی

۱؎ حدیث شریف میں ہے کہ الدنیا سحارۃ مکارۃ غدارۃ۔ یعنی دنیا جادوگر مکار اور غدار ہے۔

ور گشاید عقده‌ها را عقل‌ها — انبیا را کے فرستادے خدا
عقل سے ہوتے جو عقدے اسکے وا — بھیجتا پھر انبیا کو کیوں خدا

ہیں طلب کن خوش دمے عقدہ کشا — راز دان یفعل اللہ ما یشاء[1]
ڈھونڈ کوئی خوش نفس عقدہ کشا — راز دان یفعل اللہ ما یشاء

ہمچو ماہی بستہ است او بہ شست — شاہزادہ[2] ماندہ سالے و تو شصت
مثل ماہی شست میں تو ہے بندھا — وہ رہا اک سال تو برسوں رہا

شصت سال از شست او در محنتی — نے خوشی نے بر طریق سنتی
ساٹھ سال اس شست میں تجھ کو ہوئے — تو نہ خوش ہوا اور نہ سنت پر چلے

فاسقی بدبخت نے دینات خوب — نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
تو ہے فاسق تیری دنیا ہے خراب — ہے گناہوں سے تری جاں پر عذاب

نفخ او این عقدہ ہا را سخت کرد — پس طلب کن نفخۂ خلاق فرد
سخت اس کے دم نے پھندوں کو کیا — دم طلب کر خالق قیوم کا

تا نفخت فیہ من روحی ترا — وا رہاند زین و گوید برتر آ
"تا نفخت فیہ من روحی"[3] سے تجھے — دے رہائی پاس اپنے کھینچ لے

جز بہ نفخ حق نسوزد نفخ سحر — نفخ قہر است این و آن دم نفخ مہر
پھونک حق کی چارہ ساز سحر ہے — اس میں ہے قہر اور اس میں مہر ہے

رحمت او سابق است از قہر او — سابقی خواہی برو سابق بجو
رحمت اس کی قہر پر سابق ہے اب — ڈھونڈ سابق کو جو ہے سبقت طلب

تا رسی اندر نفوس زوجت[4] — کاے شدہ مسحور اینک مخرجت
ہو رسائی "تا نفوس زوجت" — یہ ہے بچنے کی جگہ اے مسحور صفت

[1] اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے + [2] یعنی وہ شاہزادہ + [3] ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی + [4] بمصداق "اذا النفوس زوجت" یعنی جس وقت نفس زوج کئے جائیں گے +

باوجود زال ناید انحلال | در شبیکه و در بدنشان زو دلال

دام میں ڈالے ہوئے جب تک ہے زال | آئے کب آغوش میں اک خوش جمال

نے بگفت ست آن سراج امتان | اینجهان و آن جهان را ضرتان

کہا نہ کہتے تھے وہ شاہِ انس و جاں | سوتیں ہیں دو یہ جہاں اور وہ جہاں

پس وصال این فراق آن بود | صحت این تن سقام جان بود

وصل اس کا ہجر اس کا ہے بجا | جسم کی صحت مرض ہے روح کا

سخت چون آید فراق این ممر | پس فراق آن مقر دان سخت تر

جب فراق اس کا گراں ہے اسقدر | بالیقیں ہے ہجر اس کا سخت تر

چون فراق نقش سخت آید ترا | تا چه سخت آید ز نقاشش جدا

تجھ کو ہجر نقش جب ہے ناگوار | فرقت نقاش سے کیا ہو قرار

ای که صبرت نیست از دنیای دون | چونت صبرست از خدای دوست چون

صبر جب دنیائے دوں ہی سے نہیں | ہے خدا سے صبر کیونکر یہ یقیں!

چونکه صبرت نیست زان آب سیاه | چون صبوری داری از چشمهٔ اله

جب ہے تو بے صبر آب گندہ پر | چشمۂ حق سے ہے کیوں صبر اس قدر

چونکه بی این شرب کم داری سکون | چون ز ابراری جدا وز یشربون[۱]

بے پیئے اس کے جو تھوڑا ہے سکوں | کیوں گوارا ہے فراقِ یشربون[۱]

گر ببینی یک نفس حسن ودود | اندر آتش افگنی جان و وجود

دیکھے گر اک بار تو حسنِ ودود | آگ میں ڈالے یہ سب جان و وجود

جیفه بینی بعد ازان این شرب را | چون ببینی کر و فر قرب را

سمجھے پھر مردار تو اس شرب کو | دیکھے جب عزّ و وقارِ قرب کو

۱ے اس آیہ شریفہ کی طرف اشارہ ہے کہ اِنَّ الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافوراً
یعنی بیشک ابرار (نیک لوگ) اُن پیالوں سے شراب پیئیں گے جو کافور سے بنے ہوئے ہیں۔

ہمچو شہزادہ رسی در یار خویش | پس بروں آری ز پا تو خار خویش

مثل شہزادے کے پائے اپنا یار | پاؤں سے تیرے نکل آئے یہ خار

جہد کن در بیخودی خود را بیاب | زودتر واللہ اعلم بالصواب

بیخودی میں سعی کر اے خوش خطاب | جلد تر واللہ اعلم بالصواب

ہر زمانے ہیں مشو با خویش جفت | ہر زماں چوں خر در آب و گل میفت

ہر گھڑی اچھی نہیں ہے بیخودی | مثل خر کیچڑ میں کب تک لے اُچی

از قصور چشم باشد آں عثور | کہ نہ بیند شیب و بالا راز دور

وجہ لغزش آنکھ ہی کا ہے قصور | اونچا نیچا کچھ نہ دیکھے ہو جو دور

بوئے پیراہان یوسف کن سند | زانکہ بویش چشم روشن میکند

لے سند پیراہن یوسف سے بھی | اس کی خوشبو آنکھ کی ہے روشنی

صورت پنہان و آں نور جبیں | کردہ چشم انبیا را دور بیں

گو رہی اس نور کی پنہاں ضیا | آنکھ کو نبیوں کی روشن کر دیا

نور آں رخسار برہاند ز نار | ہیں مشو قانع بنور مستعار

نور رخ کر دیگا دوزخ سے رہا | عارضی اک نور پر بھولا ہے کیا

چشم را ایں نور حالے بیں کند | چشم عقل و روح را گرگیں کند

آنکھ کو یہ نور کرے حالی بیں [1] | درد عقل و روح کا ہے بالیقیں

صورتش نورست و در تحقیق نار | گر ضیا خواہی دو دست از وے بدار

ہے بظاہر نور باطن میں ہے نار | گر ضیا چاہے ہے تو اس سے رستگار

دم بدم در رو فتد ہر جا رود | دیدہ و جانے کہ حالے بیں بود

منہ کے بل ہر دم گرے جائے جہاں | حال بیں ہو جائے جس کی چشم و جاں

[1] دُور بینی کی ضد۔

دور بیند دور بین بے ہنر	ہمچنانکہ دور دیدن خواب در
دور بینی گر جتانے سے بے ہنر	دور بینی خواب کی سی ہے بسر
خفتہ باشی بر لب جو خشک لب	میدوی سوے سراب اندر طلب
خشک ندی کے کنارے محو خواب	دوڑتا پھرتا ہے جو پائے سراب
دور می بینی سراب و میدوی	عاشق آں بینش خود میشوی
تو ہے یوں سوئے سراب اب دوڑتا	اور ہے اپنی نظر پر مبتلا
میزنی در خواب با یاراں تو لاف	کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
خواب میں ہیں دوستوں سے شیخیاں	ہیں ہوں بینا اور پردہ در یہاں
نک بدانسو آب دیدم ہیں شتاب	تا رویم آنجا و آں باشد سراب
میں نے دیکھا ہے ادھر پانی شتاب	جب ادھر جائیں تو نہ ہو ظاہر سراب
ہر قدم زیں آب تازی دور تر	میدواں سوئے سراب با غرر
جتنا چلتا ہے اتنا دور تر	دوڑے ہے تو سوئے سراب پر خطر
عین آں عزمت حجاب آں شدہ	کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
عزم ہی تیرا حجاب اس کا بنا	وہ ملا ہے تجھ سے اور پیدا ہوا
بس کسا عزمے بجائے میکند	از مقامے کاں غرض در وے بود
دوسری جا لوگ ہوتے ہیں رواں	اس جگہ سے ہے غرض مخفی جہاں
دید و لاف خفتہ می ناید بکار	جز خیالے نیست دست از وے بدار
سونے والے کا غرور اور دید کیا	ہے خیالی بات اس سے باز آ
خوابناکی لیک ہم بر راہ خسپ	اللہ اللہ بر رہ اللہ خسپ
نیند کا ماتا ہے تو سو راہ پر	اللہ اللہ سو رہ اللہ پر
تا بود کہ سالکے بر تو زند	از خیالاتت نعاست بر کند
شاید آ نکلے کوئی سالک ادھر	کر دے اس خفتہ خیالی سے بدر

خفتہ را گر فکر گردد ہمچو موی — او ازاں رقت نیابد راہ کوی

عقل غافل کی جو ہو باریک تر — آ نہیں سکتا کبھی وہ راہ پر

فکر خفتہ گر دو تا دگر سہ تاست — ہم خطا اندر خطا اندر خطاست

فکر غافل کی ہو کتنی ہی رسا — ہاں خطا ہے ہاں خطا ہے ہاں خطا

ور چہ چشمش تیز بین باضیاست — ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست

آنکھ گو کتنی ہی پر انوار ہے — خوار ہے وہ خوار ہے وہ خوار ہے

موج بر وے میزند بے احتراز — خفتہ پویاں در بیابان دراز

اس پہ موجوں کا گذر ہے برملا — خواب کے جنگل میں وہ ہے دوڑتا

خفتہ می بیند عطشہائے شدید — آب اقرب منہ من حبل الورید

سونے والے پر ہے طاری تشنگی — پانی شہ رگ سے بھی ہے گو پاس ہی

قحط میں خوش رہنے والا زاہد

ہمچناں کاں زاہد اندر سال قحط — بود او خنداں و گریاں جملہ رہط

جیسے وہ زاہد جو وقت قحط بھی — شاد تھا خلقت تھی ساری رو رہی

پس بگفتندش چہ جائے خندہ است — قحط بیخ مؤمناں برکندہ است

وقت ہنسنے کا نہیں اس سے کہا — قحط نے برباد سب کو کر دیا

رحمت از ما چشم خود بر دوختہ است — ز آفتاب تیز صحرا سوختہ است

ہم سے رحمت نے ہیں آنکھیں پھیر لیں — کھیتیاں ہیں سخت گرمی سے جلیں

کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است — در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست

پڑ گئے کالے چمن انگور بھی — ہے زمیں پر اب کہاں باقی نمی

خلق میمیرند زیں قحط و عذاب — دہ دہ و صد صد چو ماہی دور از آب

مر رہے ہیں لوگ اس عذاب و قحط سے — سینکڑوں جوں مچھلیاں بے آب ہیں

بر مسلمانان نمی آری تو رحم — مومنان خویش‌اند یکتن شحم و لحم

مومنوں پر رحم کیوں آتا نہیں — خویش ہیں آپس میں سب یہ بالیقیں

رنج یک جزوے ز تن رنج ہمہ است — گر دم صلحست یا خود ملحمہ ست

ایک کا دکھ درد ہے سب کے لئے — صلح ہو یا جنگ سب ہیں ایک سے

گفت در چشم شما قحطست ایں — پیش چشمم چوں بہشتست ایں زمیں

بولا نظروں میں تمہاری ہے یہ کال — مری نظروں میں ہے جنت بے مثال

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں — خوشہا انبہ رسیدہ تا میاں

خوشے ہر صحرا میں ہوں میں دیکھتا — پختہ پختہ، تا کمر، حد سے سوا

خوشہا در موج از باد صبا — پر بیاباں سبزتر از گندنا

جھونکے دیتی ہے انہیں باد صبا — سبز ہیں جنگل میں جیسے گندنا

ز آزموں من دست بر وے میزنم — دست و چشم خویش را چوں برکنم

امتحاناً ہاتھ ہوں میں پھیرتا — ہاتھ اور آنکھ ان سے کیونکر لوں ہٹا

یار فرعون تنید اے قوم دُوں[ل] — زاں نماید مر شما را نیل خوں

دوست ہے فرعون تن کی قوم دوں — اس لئے ہے نیل تجھ کو بس خوں

یار موسیٰؑ خرد گردید زود — تا نماند خون و بینید آب رود

کر لو موسیٰؑ خرد سے دوستی — تا کہ جو ہے خوں، پانی ہو وہی

از پدر با تو جفائے میرود — آں پدر در چشم تو سگ میشود

باپ کرتا ہے جفا تجھ پر اگر — باپ آتا ہے سگ تجھ کو نظر

آں پدر سگ نیست تاثیر جفاست — کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست

سگ نہیں وہ، یہ ہے تاثیر جفا — باپ سا بے مہر سگ بن گیا

لہ کمینہ +

گرگ میدید ناره یوسف را بچشم ۔۔۔ چونکہ اخواں را حسودی بود و خشم
بھیڑیے بھی یوسفؑ کو آتے تھے نظر ۔۔۔ بھائی بھی جو تھے حسد سے کینہ ور
با پدر چوں صلح کردی خشم رفت ۔۔۔ آں سگی شد گشت بابا یار زفت
باپ سے جب صلح کی، غصہ مٹا ۔۔۔ تھا جو کتا باپ پھر وہ بن گیا

تمام عالم عقل کل کی صورت ہے

کل عالم صورت عقل کل ست ۔۔۔ کوست بابای ہر آں کاہل قل ست
سارا عالم عقل کل ہے اے پسر ۔۔۔ جتنے ناطق ہیں یہ سب کا ہے پدر
چوں کسے با عقل کل کفراں فزود ۔۔۔ صورت کل پیش او ہم سگ نمود
عقل سے کفران[۱] جس کا بڑھ گیا ۔۔۔ صورت کل ہو گئی پس سگ نما
صلح کن با ایں پدر عاقی بہل ۔۔۔ تا کہ فرش زر نماید آب و گل
باپ سے کر صلح اور عاقی[۲] نہ ہو ۔۔۔ فرش زر دیکھے پھر آب و خاک کو
پس قیامت نقد حال تو بود ۔۔۔ پیش تو چرخ و زمیں مبدل شود
ہو قیامت نقد تیرے حال کا ۔۔۔ اور بدل جائیں یہ سب ارض و سما
منکہ صلحم دائما با ایں پدر ۔۔۔ ایں جہاں چوں جنتستم در نظر
باپ[۳] سے ہے صلح میری بیگماں ۔۔۔ میری نظروں میں تو جنت ہے جہاں
ہر زماں نو صورتے و نو جمال ۔۔۔ تا ز نو دیدن فرو میرد ملال
ہر گھڑی اک شکل نو، کیا اک جمال ۔۔۔ دیکھنے سے اس کے مٹتا ہے ملال
من ہمی بینم جہاں را پر نعیم ۔۔۔ آبہا از چشمہا جوشاں مقیم
نعمتوں سے ہے جہاں سارا اٹن ۔۔۔ اور چشموں سے ہے پانی جوش زن

۱ ناشکری ۔ ۲ وہ لڑکا جس کو باپ عاق کرے +
۳ یہ قول زاہد ہے +

بانگِ آبش میرسد در گوش من — مست میگردد ضمیر و ہوش من

پانی کی آواز آتی ہے مجھے — مست ہو جاتے ہیں ہوش و دل مرے

شاخہا رقصاں شدہ چوں تائباں — برگہا کف زن مثالِ مطرباں

رقص میں شاخیں ہیں جیسے تائباں — مطربوں کی طرح پتے نغمہ خواں

برقِ آئینہ است لامع از نمد — گر نماید آئینہ تا چوں بود

تجلی اک آئینہ ہے جلوہ فشاں — جیسی ہے جو شے ہے ویسی ہی عیاں

از ہزاراں من نگویم یکے — زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے

اک بھی کہتا میں ہزاروں سے نہیں — شک بھرا ہر کان ہے اے ہمنشیں!

پیشِ وہم ایں گفت مژدہ دادنست — عقل گوید مژدہ چہ نقدِ من ست

مژدہ بہرِ وہم ہے یہ ماجرا — عقل کہتی ہے میں[۱] خود ہوں، مژدہ کیا

حضرت عزیرؑ کے لڑکوں کا قصہ

ہمچو پوران عزیرؑ اندر گذر — آمدہ پرساں ز احوالِ پدر

جس طرح لڑکے عزیرؑ پاک کے — راہ میں حالِ پدر تھے پوچھتے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں — پس پدرشاں پیش آمد ناگہاں

وہ تھے بوڑھے باپ تھا اُن کا جواں — باپ اُن کے آگے آیا ناگہاں

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر — از عزیرؑ ما عجب داری خبر

پوچھا اُسے رہ گیر ہم کو دے بتا — کچھ ہمارے باپ کا بھی ہے پتا

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سند — بعدِ نومیدی ز بیروں میرسد

ہے کسی نے آج یہ ہم سے کہا — بعدِ نومیدی وہ واپس آئیگا

۱ یعنی عقل کے لئے یہ باتیں مژدہ نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ یہ گفتگو عینِ ذاتِ عقل ہے +

گفت آری بعد من خواہد رسید ‏ ‏ ‏ آن یکے خوش شد چو این مژدہ شنید
بولے ہاں وہ پیچھے آتا ہے مرے ‏ ‏ ‏ ایک تو خوش ہو گیا اس مژدے سے

بانگ میزد کاے بشیر باش شاد ‏ ‏ ‏ وانِ دگر بشناخت بیہوش اوفتاد
اور کہا تو اے مبشر[1] خوش رہے ‏ ‏ ‏ دوسرا پہچانا تو ہوش اس کے اڑے

گرچہ جائے مژدہ است اے بیخبر ‏ ‏ ‏ کہ در افتادیم در کانِ شکر
یہ ہے کیا مژدہ کی جا اے بیخبر ‏ ‏ ‏ ہم پڑے ہیں درمیاں کانِ شکر

وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد ‏ ‏ ‏ زانکہ چشمِ وہم شد محجوب فقد
وہم کو مژدہ ہے دانش کو نہیں ‏ ‏ ‏ وہم کی آنکھیں ہیں پنہاں بالیقیں

کافراں را درد و مومن را بشیر ‏ ‏ ‏ لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
کافروں کو درد مومن کو بشیر ‏ ‏ ‏ اور عیاں ذات بہر ہر بصیر

زانکہ عاشق در دمِ نقد است مست ‏ ‏ ‏ لاجرم از کفر و ایماں برتر است
کیونکہ عاشق کو ملے مستی ذات سے ‏ ‏ ‏ کفر و ایماں سے وہ بالاتر ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست ‏ ‏ ‏ کوست مغز و کفر و دیں او را دو پوست
کفر و ایماں دونوں ہیں دربان دوست ‏ ‏ ‏ مغز وہ ہے کفر و دیں اس کے ہیں پوست

کفر قشرِ خشک رو بر تافتہ ‏ ‏ ‏ باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
کفر سوکھا چھلکا ہے برگشتہ ہوا ‏ ‏ ‏ اور ایماں پوست لذت سے بھرا

قشرہائے خشک را جا آتش است ‏ ‏ ‏ قشر پیوستہ بمغز جاں خوش است
آگ ہے سوکھے ہوئے چھلکوں کی جا ‏ ‏ ‏ جو ہیں چھلکے جان سے ہیں خوشنما

مغز خود از مرتبہ خوش برتر است ‏ ‏ ‏ برتر است از خوش کہ لذت گستر است
مغز کو پہنچے ہیں سے خود برتری ‏ ‏ ‏ کیونکہ ہے لبریز لذت گستری

[1] بشارت دینے والا۔

این سخن پایاں ندارد باز گرد | تا بر آرد موسیم از بحر گرد

یہ سخن بے حد ہے چل اب لوٹ کے | گرد[۱] تا موسیٰ نکالے بحر سے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد | از سخن باقی آں بنہفتہ شد

عام عقلوں کے مطابق کہدیا | وہ چھپایا ہیں سخن جو باقی رہا

زرِّ عقلت ریزہ است اے متہم | بر قراضہ مہر سکہ چوں نہم

ریزہ ریزہ زر ہے تیری عقل کا | مہر سکے کی لگے ریزوں پہ کیا

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم | بر ہزاراں آرزوئے طم و رم

عقل تیری سو جگہ ہے بٹ چکی | مال و زر کی خواہشوں میں ہے پڑی

جمع باید کرد اجزا را بعشق | تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق

عشق سے پھر ریزہ ریزہ جمع کر | تا خوشی حاصل ہو تجھ کو سر بسر

جو جوے چوں جمع گردد ز اشتباہ | پس تواں زد بر تو سکۂ پادشاہ

جمع جو جو کر کے جب ہو جائیگا | سکہ لگ جائیگا تجھ پر شاہ کا

ور ز مثقالے شوی افزوں تو خام | از تو سازد شہ یکی زرّینہ جام

ہو اگر مثقال سے افزوں تو خام | تو بنا لے شاہ اک سونے کا جام

پس برو ہم نام و ہم القاب شاہ | باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ

اس پہ بھی ہو نام اور القاب شاہ | شہ کی صورت بھی بنے اے وصل خواہ

تا کہ معشوقت بود ہم نان و آب | ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب

کب تک آخر عشق قوت نان و آب | ہے چراغ اور شاہد و نقل و شراب

جمع کن خود را جماعت رحمت است | تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست

ہے جماعت رحمت اب تو جمع ہو | کہہ سکوں میں تا تجھ سے پھر ہر بات کو

۱؎ یعنی میرا دل دوسری راہیں پیدا کرے۔ جس طرح حضرت موسیٰ نے دریائے نیل میں عصا مار کر بارہ راہیں ایسی پیدا کر دیں کہ ہر گروہ دوسروں کو دیکھتا معلوم ہوتا تھا ۔

زانکہ گفتن از برائے باور است — جان شرک از باوری حق بری است

کیونکہ کہنا ہے برائے باوری — جان شرک اللہ کی باری سے بری

جان قسمت گشتہ در حو فلک — درمیان شصت سودا مشترک

تیری جاں تقسیم ہے زیر فلک — سینکڑوں سودا ہیں وہ ہے مشترک

پس خموشی بہ دہد او را ثبوت — پس جواب احمقاں آمد سکوت

پس خموشی اس کا بہتر ہے ثبوت — ہے جواب احمقاں بس اک سکوت

ایں ہمی دانم ولے مستی تن — می کشاید بے مراد من دہن

جانتا ہوں سب مگر مستی مری — کھول دیتی ہے دہن بے قصد بھی

آنچناں کز عطسہ و از خامیازہ — ایں دہاں گردد بناخواہ تو باز

جس طرح آئے جمائی چھینک سے — تو نہ چاہے اور منہ تیرا کھلے

انی لاستغفر اللہ ربی فی کل یوم .... کی تفسیر

ہمچو پیغمبر ز گفتن و از نثار — توبہ آرم روز من ہفتاد بار

مثل پیغمبر سخن سے پاکے سوز — توبہ کر لیتا ہوں ستر بار روز

لیک آں مستی بود توبہ شکن — منسی است ایں مستی تن جامہ کن

ہے مگر توبہ شکن مستی مری — یہ بھلا کر کرتی ہے جامہ دری

حکمت اظہار تاریخ دراز[1] — مستی انداخت بر دانائے راز

حکمت ہے اظہار تاریخ دراز — مست جس سے ہوگئے دانائے راز

راز پنہان با چنیں طبل و علم — آب جوشاں گشتہ از جف القلم[2]

راز پنہاں کو ملیں پھر شہرتیں — پانی تھا جف القلم سے جوش میں

[1] یعنی یہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے صور علمیہ میں موجود تھی مگر حکمت الٰہی نے ایک مدت دراز کے بعد اس کا اظہار کیا یہ اسی حکمت الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے [2] جف القلم بما ہو کائن یعنی کائنات کی کیفیت لکھنے کے بعد قلم خشک ہو گیا

رحمت بیحد روانہ ہر زماں ‏ ‏ ‏ ‏ خفتہ اید از درک آں اے مرداں

ہیں رواں ہر وقت دریا رحم کے ‏ ‏ ‏ ‏ اور تم غافل ہو ان کے درک سے

من ندیدم تشنگی خواب آوردا ‏ ‏ ‏ ‏ خواب آرد تشنگیٔ بے خرد

پیاسے کو نیند آئے یہ اچھی کہی ‏ ‏ ‏ ‏ نیند لائے تشنگی بے عقل کی

خود خرد آنست کو از حق چرید ‏ ‏ ‏ ‏ نے خرد کاں را عطارد آورید

عقل وہ ہے جس کا خالق ہے خدا ‏ ‏ ‏ ‏ جو عطارد[1] سے ملے ہے عقل کیا!

عقلِ جزوی قبر سے آگے نہیں دیکھ سکتی

پیش بینیٔ خرد تا گور بود ‏ ‏ ‏ ‏ واں صاحبدل بنفخ صور بود

قبر تک ہے صرف بینش عقل کی ‏ ‏ ‏ ‏ اہل دل کی حشر تک ہے منتہی

ایں خرد از خاکِ گورے نگذرد ‏ ‏ ‏ ‏ ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد

یہ نہ جائے آگے خاکِ گور سے ‏ ‏ ‏ ‏ پھر قدم کیونکر عجائب میں رکھے

زیں قدم ویں عقل رو بیزار شو ‏ ‏ ‏ ‏ چشمِ غیبی جو و برخوردار شو

اس قدم اور عقل سے بیزار ہو ‏ ‏ ‏ ‏ غیب کی آنکھوں سے برخوردار ہو

ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد ز جیب ‏ ‏ ‏ ‏ سخرۂ استاد و شاگرد کتیب

مثلِ موسیٰ نور کی کیا پائے تاب ‏ ‏ ‏ ‏ خادمِ استاد و شاگرد و کتاب

زیں نظر ویں عقل ناید جز دوار ‏ ‏ ‏ ‏ پس نظر بگذار و بگزیں انتظار

گردشِ سر ہے نظر اور عقل نار ‏ ‏ ‏ ‏ اس نظر کو چھوڑ اور کر انتظار

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع ‏ ‏ ‏ ‏ منتظر را بہ ز گفتن استماع

کب ہو لسانی سے اونچا مرتبا ‏ ‏ ‏ ‏ منتظر کو کہنے سے سننا بھلا

[1] حکماء کا قول ہے کہ دنیا میں عقل عطارد کی تاثیر سے ہے +

منصب تعلیم نوع شہوت است
نوع شہوت ہی ہے تعلیم اے فتا
ہر خیال شہوتی در رہ بت است
ہے خیال شہوت اک بت راہ کا

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول
یا اس کے فضل کو کر پا فضول
کے فرستادے خدا چندیں رسول
کیوں خدا پھر بھیجتا اتنے رسول

عقل جزوی ہمچو برق است و درخش
عقل جزوی میں ہے بجلی سی ضیا
در درخشے کے توان شد سوئے وخش[1]
اس چمک میں وخش کو کوئی جائے کیا

نیست نور برق بہر رہبری
کب ہو بجلی کی چمک سے رہبری
بلکہ امر است ابر را کہ می گری
حکم گریہ ہے وہ بہر ابر ہی

برق عقل ما برائے گریہ است
اپنے رونے کو ہے بجلی عقل کی
تا بگرید نیستی در شوق ہست
شوق میں ہستی کے روئے نیستی

عقل کودک گفت بر کتاب تن
عقل بچہ حاذق مکتب بنا ...
لیک نتواند بخود آموختن
خود کیا لیکن تعلیم سے ہو باہر در

عقل رنجور آردش سوئے طبیب
آئے لیکر جب مریض طبیب اک بھلا
لیک نبود در دوا عقلش مصیب
ہو دوا کرنے میں نہ عقل اس کی رسا

تک شیاطیں سوئے گردوں می شدند
جاتے تھے شیطان سوئے آسمان
گوش بر اسرار بالا می زدند
سننے کو چھپ چھپ کے اسرار نہاں

می ربودند اندکے زاں رازہا
کچھ چرا لیتے تھے ان اسرار سے
تا شہب میراندشاں زود از سما
پر شہاب آ ان سے لیتے تھے ...

کہ روید آنجا رسولے آمد است
بس وہاں جا تم پیمبر ہیں وہاں
ہر چہ میخواہید زو آید بدست
اور جو چاہو ان سے لیا و بیگماں

[1] خراسان کی ایک ولایت کا نام ہے۔ وخش ہوا کہ وہ متفرق بخارات جو شنا کی صورت میں ہوتے ہیں اور زمین کی طرف اکٹھے ہوتے معلوم ہوتے ہیں۔

گر ہمی جوئید دُرِّ بے بہا ‌ ‌ ‌ ادخلوا الابیات من ابوابہا
گر ہو دُرِّ بے بہا کو ڈھونڈنے ‌ ‌ ‌ تو گھروں میں جاؤ تم دروازوں سے

مہبطش آں حلقۂ درو برباب کیست ‌ ‌ ‌ سر بسوئے بام فلک تا ں راہ نیست
دیکھے وستاک پھر کرو تم انتظار ‌ ‌ ‌ کب تمہیں سمت فلک ملتا ہے بار

نیست حاجت تا بریں راہِ دراز ‌ ‌ ‌ خاکیے را دادہ ایم اسرار راز
پھر ضرورت کیا یہ ہے راہ دراز ‌ ‌ ‌ دیدئے انساں کو ہم نے اپنے راز

پیشِ او آید اگر خائن نہ اید ‌ ‌ ‌ نیشکر گردید ازو گرچہ نلبید
گر نہیں خائن تو آؤ سامنے ‌ ‌ ‌ نیشکر بن جاؤ اُنکا سے نئے رہے

سبزہ رویاند ز خاکت آں دلیل[1] ‌ ‌ ‌ نیست کم از سمِ اسپ جبرئیل[2]
خاک سے سبزہ اُگا دیں یہ دلیل ‌ ‌ ‌ آں کا گھوڑا بھی ہے اسپ جبرئیل

سبز گردی تازہ گردی از نوی ‌ ‌ ‌ گر تو خاکِ اسپ جبرئیلے شوی
سبزہ ہو کر تازگی پاسے نئی ‌ ‌ ‌ تو ہو خاکِ اسپ اک جبرئیل کی

سبزۂ جاں بخش کاز سامری ‌ ‌ ‌ گرد در گوسالہ تا شد گوہری
سبزۂ جاں بخش جس کو سامری[3] ‌ ‌ ‌ بھر دے گوسالے میں جو ہو گوہری

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ او ‌ ‌ ‌ آنچناں بانگے کہ شد فتنۂ عدو
جان پاسے بانگ اُس سبزے سے دے ‌ ‌ ‌ وہ صدا کافر کو جو مفتوں کرے

گر ابیں آئید سوئے اہلِ راز ‌ ‌ ‌ وارہید از سر کلہ مانند باز
ہو ابیں تو جاؤ سوئے اہل راز ‌ ‌ ‌ پھینکو اس ٹوپی کو جو ہے مثلِ باز

[1] رہنما [2] [3] سامری، سامرہ کا رہنے والا ایک شخص تھا جس نے عہد موسیٰؑ میں ایک بچھڑا سونے کا بنایا، اور جبرئیلؑ کے پاؤں کی خاک سے جو سبزہ پیدا ہو گیا تھا، اُس بچھڑے کے منہ میں ڈال دیا، وہ بچھڑا اُس سبزہ کی برکت سے بولنے لگا، اور اکثر لوگ اُس کی پرستش کرنے لگے۔ جبرئیلؑ غرقِ فرعون کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے اور سامری جادوگر نے انکو پہچان لیا تھا

سر کلاہ چشم بند و گوش بند	کہ از و باز است مسکین و نژند
آنکھیں اس سے بند ہیں اور کان بھی	باز مسکیں ہے پریشاں واقعی
زاں کلہ بر چشم باز اوّل شدست	کہ ہمہ میلش سوئے جنس خود است
باز کے سر پر ازل سے ہے کلاہ	کیونکہ اپنی جنس کی تھی اس کو چاہ
چوں برید از جنس و با شہ گشت یار	برگشاید چشم او را باز دار
جنس کو چھوڑا ہوا جب شہ کا یار	کھول دیں آنکھیں پھر اس کی ایک بار
راندہ دیواں را حق از مرصاد خویش	عقل جزوی را ز استبداد خویش
یہ ہیں شیطاں راندۂ درگاہ خدا	عقل جزوی بھی جو تھی خود آشنا
کہ سری کم کن نۂ تو مستبد	بلکہ شاگرد دلی و مستعد
تو نہیں قابل سری کر یوں خودسری	خود پسندی چھوڑ شاگرد دلی
رو بر دل رو کہ تو جزو دلی	ہیں کہ بندہ پادشاہ عادلی
دل کے آگے جا کہ جزو دل ہے تو	حکم بردار شہ عادل ہے تو
بندگی بہ از سلطانی است	کہ انا خیر دم شیطانی است
بندگی اس کی ہے شاہی سے سوا	ہے انا خیر[1] سبق شیطان کا
فرق بیں و برگزیں تو اے حسیب	بندگی آدمؑ از کبر بلیس
فرق دیکھ اور بندگی بیں سر جھکا	بندگی آدمؑ کی کبر ابلیس کا
گفت آنکہ ہست خورشید رہ او	حرف طوبیٰ ہر کہ ذلت نفسہ
آفتاب راہ فرماتے ہیں وہ یوں	ہے خوشا وہ نفس جس کا ہے زبوں[2]
سایۂ طوبیٰ ببیں و خوش بخسپ	سر بنہ در سایۂ سرکش مخسپ
سایۂ طوبیٰ میں تو محو خواب ہو	نفس سرکش کے تو سائے میں نہ سو

[1] یعنی میں بہتر ہوں +

[2] حدیث شریف ہے کہ طوبیٰ لمن ذلت نفسہ +

طرق ذلت نفس خوش مضجعے ست ... مستعدان صفا را مہجع ست
نفس کی ذلت ہے اچھی خوابگاہ ... اہل استعداد ہیں آرام خواہ

گر ازیں سایہ روی سوئے منی ... زود طاغی گردی و رہ گم کنی
گر تو اس سائے سے نخوت میں گیا ... ہوگا باغی گم کرے گا راست

یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا ..... کی تفسیر[1]

چوں نبی نیستی ز امت باش ... چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
گر نبی تو نہیں تو امت بن ... تو جو سلطاں نہیں رعیت بن

پس رو خامشان خامش باش ... وز خودی روئے زحمتے متراش
پیروی کر خموش لوگوں کی ... کیوں ہے زحمت طلب خودی تیری

پس برو خاموش باش از انقیاد ... زیر سایہ شیخ و امر اوستاد
پس تو رہ خاموش اور رکھ اعتقاد ... زیر سایہ شیخ و حکم اوستاد

پس رو و صامت شو و خاموش باش ... از وجود خود خیالے کم تراش
پس تو جا اور بند کر اپنی زباں ... کر نہ پیدا ذات میں اپنی گماں

ورنہ گرچہ مستعد و قابلی ... مسخ گردی تو ز لاف کاملی
چاہیے جتنا لائق و قابل بنے ... مسخ ہو تو کاملی کی لاف سے

ہم ز استعداد وامانی اگر ... سرکشی ز استاد راز باخبر
ہو تو کورا اپنی دانائی سے بھی ... گر کرے استاد سے تو سرکشی

صبر کن در موزہ دوزی و بسوز ... ور شوی بے صبر مانی پارہ دوز
موزہ سینے میں تو کر صبر اے فتا ... ورنہ بے صبری سے جوتے گانٹھے گا

کہنہ دوزاں گر بدے شاں صبر و علم ... جملہ نو دوزاں شدندے ہم بعلم
صبر کرتے گر پرانے کفش دوز ... علم اور تجدید ہوتی و لنظروارنہ

---

[1] قولہ تعالیٰ :- یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔ یعنی اے ایمان والو اپنے قول و فعل میں خدا اور اسکے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

پس بکوشی و بآخر از کلال — خود بخود گوئی کہ العقل عقال
بعدِ کوشش ہو کے غم میں مبتلا — خود کہے تو عقل ہے زنجیرِ پا

ہمچو آں مردِ مفلسف روزِ مرگ — عقل را میدید بس بے بال و برگ
جیسے مرتے وقت مردِ فلسفی — دیکھتا تھا عقل کی بس عاجزی

بے غرض میکرد آں دم اعتراف — کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
خالصانہ اقرار پھر اس دم کیا — تھا تکبر جس کو اپنے ذہن کا

از غرورے سرکشیدیم از رجال — آشنا گردیم در بحرِ خیال
ہم نے اہل اللہ سے کی سرکشی — تیرا دریائے تخیل میں کبھی

آشنا ہیچ است اندر بحرِ روح — نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوحؑ
تیرنا ہے ہیچ یہ ہے بحرِ روح — کام دیتی ہے یہاں کشتیِ نوحؑ

ایں چنیں فرمود آں شاہِ رسلؐ — کہ منم کشتی دریں دریائے کل
ہے یہی ارشادِ سلطانِ رسلؐ — میں ہوں کشتی یہ جہاں دریائے کل

یا کسے کو در بصیرتہائے من — شد خلیفہ راستیں بر جائے من
یا وہ ہے جس میں بصیرت ہے مری — جانشینی ہے جسے میری ملی

کشتیِ نوحیمؑ در دریا کہ تا — رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
میں ہوں اس دریا میں کشتی نوحؑ کی — تا کہ اس سے منہ نہ پھیرے تو اخی

ہمچو کنعان[1] سوئے ہر کوہے مرو — از نبی لا عاصم الیوم[2] شنو
مثلِ کنعان رخ نہ کر ہر کوہ کا — اور سن "لا عاصم الیوم" ذرا

می نماید پست ایں کشتی ز بند — می نماید کوہِ فکرت بس بلند
پست ہے نظروں میں کشتی تو ہے بند — فکر آتی ہے تجھے کوہ بلند

۱؎ پسرِ نوحؑ
۲؎ آج کوئی پناہ دینے والا نہیں +

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را | بنگر آں فضلِ خدا پیوست را
جانب پستی نہ کر اپنی نظر | مطلقاً فضلِ خدا پر غور کر

در بلندی کوہ فکرت کم نگر | کہ یکے موجش کند زیر و زبر
دیکھ اور اونچائی نہ کر وہ فکر کی | منہدم اک موج میں ہو جائیگی

گر تو کنعانی نداری باورم | گر دو صد چنداں نصیحت آورم
تو جو کنعاں ہے یقیں کیونکر کرے | پند ہیں ایسی جو دواں دو سو گنے

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام | کہ برو مہرِ خدا بست و ختام
کان کنعاں کے سنیں کب یہ کلام | مہرِ حق اُس پر لگی ہے تا دوام

کے گذارد موعظہ بر مہرِ حق | کے بگرداند حدیثِ حکمِ سبق
پند کیا ہے مہرِ حق کے روبرو | کب ہے لوٹا تا حدیثِ حکمِ وضو

لیک میگویم حدیثِ خوش پئی | بر امید آنکہ تو کنعاں نئی
اچھی باتیں کہہ رہا ہوں بالیقیں | اس توقع پر کہ تو کنعاں نہیں

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں | ہم ز اوّل روز آخر را ببیں
ماننا آخر پڑے گا بے خبر | کرلے اوّل ہی میں آخر پر نظر

میتوانی دید آخر را مکن | چشمِ آخر بینت را کور و کہن
جب پہنچ سکتی ہے آخر پر نظر | چشمِ آخر بیں کو تو اندھا نہ کر

ہر کہ آخر بیں تر او مسعود وار | نبودش ہر دم برہ رفتن عثار
نیک دل ہے وہ جو ہے انجام بیں | ہر دم اُس کو راہ میں لغزش نہیں

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت خیز | کن ز خاکِ پائے مردے چشم تیز
ہے اگر لغزش سے بچنا لے فتا | خاک صاحبدل کی آنکھوں میں لگا

کحل دیدہ ساز خاکِ پاش را | تا نیندازی سر اوباش را
اس کی خاکِ پا کا تو سرمہ لگا | ورنہ جب تک ہو نگوں اس نفس کا

لے بے وضو ہونا ؛

گر ازیں شاگردی وزیں افتقار	سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار
گر کریگا عجز ایسا اختیار	سوئی ہوگا بھی، تو ہوگا ذوالفقار
سرمہ کن تو خاک ایں بگزیدہ را	ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
اس ولی کی خاک کو سرمہ بنا	سوز و ساز چشم اس سے پائیگا
چشم روشن کن ز خاک اولیا	تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا
لے بصیرت اولیا کی خاک سے	ابتدا سے انتہا تک دیکھ لے
چشم اشتر زاں بود بس نوربار	کہ خورد از بہر نور چشم خار
اونٹ کی آنکھ اس لیئے ہے نوربار	بہر نور چشم کھاتا ہے وہ خار
خار خور تا گل برویاند ترا	چشم تو روشن شود جان باصفا
خار کھا تا پھول اگیں بے ریب لاف	آنکھ ہو روشن تری اور روح صاف
خار را از چشم دل گر برکنی	چشم جاں را حق ببخشد روشنی
گر نکالے خار دل کی آنکھ سے	چشم جاں کو روشنی اللہ دے

اونٹ اور خچر کا قصہ

اشترے را دید روزے استرے	چونکہ با او جمع شد در آخورے
اونٹ سے اک دن یہ خچر نے کہا	دونوں چارہ کھاتے تھے ایک جا
گفت من بسیار می افتم برو	در گریوہ و راہ و در بازار کو
منہ کے بل گرتے ہیں ہیں سو آفتیں	ٹیلے پر یا راہ اور بازار میں
گرچہ در رو می فتم بسیار من	در رہ ہموار و ناہموار من
منہ کے بل یوں گرتا ہوں میں دیکھ تو	راہ ناہموار یا ہموار ہو
خاصہ از بالاے کوہ تا زیر کوہ	در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
بالخصوص آتا ہوں گر کر کوہ سے	کوہ کے دامن میں یہ غم ہے مجھے

کم همی افتی تو در رو بهر چیست / پا مگر خود جان پاکت دو تیست

تو نہیں گرتا ہے منہ کے بل کبھی / برگزیدہ کیا ہے تیری جان ہی!

در سر آیم هر دم و زانو زنم / پوز و زانو زان خطا پر خون کنم

سر کے بل گرتا ہوں زانو ٹیک کر / خون میں بھرتے ہیں زانو اور لب

گر شود پالان و رختم بر سرم / از مکاری هر زمان سخره خورم

پیٹھ پر سامان اگر کچھ ہو لدا / ہے گرانے والا مجھ کو پیٹھنا

همچو کم عقلی که از عقل تباه / بشکند توبه هر دم از گناه

عقل ہو کم عقل کی جیسے تباہ / توبہ توڑے ہر گھڑی کرکے گناہ

سخرهٔ ابلیس گردد در زمن / از ضعیفی رای آن توبه شکن

ہو تماشا دہر میں ابلیس کا / توڑ کر توبہ وہ کم فہم و ذکا

در سر آید هر زمان چون اسپ لنگ / که بود بارش گران و راه سنگ

سر کے بل گرتا ہے مثل اسپ لنگ / جس کا بوجھا ہو گراں اور راہ تنگ

میخورد از غیب بر سر زخم او / از شکست توبه آن ادبیر جو

زخم کھاتا ہے وہ سر پر غیب سے / یہ کرشمے ہیں شکست توبہ کے

باز توبه میکند با رای سست / دیو در دم باز توبه را شکست

سست رائی سے وہ پھر توبہ کرے / توبہ پھر شیطان اس کی توڑ دے

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچنان / که بخواری بنگرد در واصلان

ضعف پر ہو ضعف اور مغرور وا / واصلان حق کو سمجھے خوار و زار

ای شتر که تو مثال مومنی / کم فتی در رو و کم بینی زنی

اے شتر تو مثل مومن کے ہے پاک / تو نہ گرتا ہے نہ رگڑتا ہے نہ ناک

تو چه داری که چنین بی آفتی / بی عثاری و کم اندر رو فتی

کس لئے آفت نہیں تجھ پر کوئی / ہے نہ لغزش اور نہ گرتا ہے کبھی

گفت گرچہ ہر سعادت از خداست ‌ ‌ در میانِ ما و تو بس فرقہاست
اونٹ بولا یہ ہے گو لطفِ کبریا ‌ ‌ فرق لیکن مجھ میں تجھ میں ہے بڑا

سر بلندم من دو چشمِ من بلند ‌ ‌ بینشِ عالی امانست از گزند
سر مرا اونچا ہے آنکھیں ہیں بلند ‌ ‌ ہیں نظر ہی سے ہوں محفوظ گزند

از سرِ کہ من بہ بینم پائے او ‌ ‌ ہر گو و ہموار را من تو بتو
کوہ کی چوٹی سے میں ہوں دیکھتا ‌ ‌ ہر گڑھا ہموار ہر اک راستا

ہمچنانکہ دید او صدرِ اجل ‌ ‌ پیشِ کارِ خویش تا روزِ اجل
جیسے ہے اک برگزیدہ دیکھتا ‌ ‌ اپنے ہر اک کام کو تا انتہا

آنچہ خواہد بود بعدِ شصت سال ‌ ‌ داند اندر حال آں نیکو خصال
ہونی ہے جو بات بعدِ شصت سال ‌ ‌ جانتا ہے وہ ابھی سے اس کا حال

حالِ خود تنہا ندید آں متقی ‌ ‌ بلکہ حالِ مغربی و مشرقی
اس نے دیکھا حال اپنا ہی نہیں ‌ ‌ مغرب و مشرق کا ہے وہ حال بیں

نور در چشم و دلش سازد سکن ‌ ‌ بہرِ چہ سازد و پئے حبّ الوطن
نور اس کی چشم و دل میں ضو فگن ‌ ‌ تاکہ وہ دیکھا کرے حبِّ وطن

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب ‌ ‌ کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب
جس طرح یوسفؑ نے دیکھا تھا وہ خواب ‌ ‌ کرتے ہیں سجدہ انہیں مہ آفتاب

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر ‌ ‌ آنچہ یوسفؑ دیدہ بد بر کرد سر
دس برس میں بلکہ اس سے بیشتر ‌ ‌ تھا جو کچھ دیکھا ہوا وہ جلوہ گر

نیست آں ینظر بنور اللہ گزاف ‌ ‌ نورِ ربانی بود گردوں شگاف
کب غلط "ینظر بنور اللہ" ہے ‌ ‌ یہ شگافِ چرخ والا جاہ ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نورِ رو ‌ ‌ ہستی اندر حسِّ حیوانی گرو
تیری آنکھوں میں نہیں وہ نورِ جا ‌ ‌ حسِّ حیوانی میں تو ہے مبتلا

تو ز ضعف چشم بینی پشت پا / تو ضعیفی هم ضعیفت پیشوا

دیکھتا ہے صرف اپنی پشت پا / تو ہے کمزور اور تیرا پیشوا

پیشوا چشم است دست و پای را / کو ببیند جای را ناجای را

آنکھ ہاتھ اور پاؤں کی ہے پیشوا / دیکھتی ہے جا و بے جا برملا

دیگر آنکه چشم من روشن‌تر است / دیگر آنکه خلقت من اطهر است

دوسرے ہے آنکھ روشن تر مری / پاک ہے پیدائش اطہر مری

زانکه من هستم ز اولاد حلال / نه ز اولاد زنا و اهل ضلال

سب مجھے کہتے ہیں اولاد حلال / ہے زنا کب میری خلقت کا زوال

تو ز اولاد زنائی بے گمان / تیر کژ پرد چو کژ باشد کمان

تو اک اولاد زنا ہے بیگمان / تیر کج نکلے جو ٹیڑھی ہو کمان

خچر کا اونٹ کے جواب کی تصدیق کرنا

گفت استر راست گفتی ای شتر / این بگفت و چشم کرد از اشک پر

بولا خچر سچ کہا ہے اے شتر / یہ کہا اور آنکھ کی اشکوں سے پر

ساعتی بگریست و در پایش فتاد / گفت ای بگزیدهٔ رب العباد

رو پڑا اور قدموں پہ اس کے گر پڑا / اور کہا مقبول درگاہ خدا

چه زیان داری گر از فرخندگی / در پذیری تو مرا در بندگی

تیرا کیا نقصان ہو جائے اگر / اپنی خدمت سے بنا لے مفتخر

فضل تو بر من فزونست از شمار / هم بفضل خود مرا معذور دار

تیرا رتبہ مجھ سے بے حد ہے بڑا / اب معافی دے اسی کا واسطا

گفت چون اقرار کردی پیش من / رو که رستی تو ز آفات زمن

اونٹ بولا اب مقر تو ہو گیا / ہو گیا کل آفتوں سے جا رہا

دادی انصافش رہیدی از بلا تو عدو بودی شدی اہلِ ولا
ہر بلا سے چھٹ گیا اے نیک خو اب ہوا تو دوست پہلے تھا عدو

خوئے بد در ذاتِ تو اصلی نبود کز بدِ اصلی نیاید جز جحود
خوئے بد اصلی تری ہرگز نہ تھی جو ہو ذاتی بد کرے انکار ہی

آں بد عاریتی باشد کہ او آرد اقرار و شود او توبہ جو
وہ یقیناً ہوتا ہے بد عارضی جو کرے اقرار بھی اور توبہ بھی

ہمچو آدم زلتش عاریۃ بود لاجرم اندر زماں توبہ نمود
مثلِ آدم علیہ السلام اُس کی لغزش عارضی وقت پر کرتا ہے توبہ واقعی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
چونکہ اصلی جرم تھا شیطان کا پھر رہِ توبہ نہ ہرگز پا سکا

رَو کہ رستی از خود و از خوئے بد وز زبانۂ نار و از دندانِ دد
جا چھٹا خودی اور خوئے بد سے چھٹ گیا آگ سے تو اور درندوں سے بچا

رَو کہ اکنوں دست در دولت زدی در فگندی خود بہ بختِ سرمدی
جا کہ دولت مل گئی تجھ کو بڑی مل گیا اب تجھ کو بختِ سرمدی

اُدْخُلِی تو در عِبَادِی یا فتی اُدْخُلِی فی جَنَّتِی در یافتی
داخل[1] بندوں میں تجھے اُس نے بلا گویا تو فردوس میں داخل ہوا

در عبادش راہ کردی خویش را رفتی اندر خلد از راہِ خفا
اس کے بندوں میں جو تو شامل ہوا راہِ پوشیدہ سے جنت میں گیا

اِہْدِنا گفتی صِرَاطَ مُسْتَقِیْم دست تو بگرفت و برُدت تا نعیم
اِہدِنا تُو نے کہا صراطِ مستقیم لے گئی خود سوئے فردوسِ نعیم

[1] قولہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ "فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی" یعنی پس میرے بندوں میں شامل ہو جا۔ اور فردوس میں داخل ہو +

نار بودی نور گشتی اے عزیز ۔ غورہ بودی گشتی انگور و مویز
نار تھا اب نور گویا بن گیا ۔ کچا تھا انگور اب پختہ ہوا

اخترے بودی شدی تو آفتاب ۔ شاد باش اللہ اعلم بالصواب
تو ستارہ تھا بنا اب آفتاب ۔ شاد ہو واللہ اعلم بالصواب

اے ضیاء الحق حسام الدین بگیر ۔ شہد خویش اندر فگن در حوض شیر
اے ضیاء الحق یہی ہیں حسر ہیں ۔ شہد اپنا ڈال حوض شیر ہیں

تا رہد آں شیر از تغییر طعم ۔ یابد از بحر مزہ تکثیر طعم
تا نہ ہرگز دودھ کا بدلے مزا ۔ با مزہ ہو کر پیا جائے سوا

متصل گردد بداں بحر الست ۔ چونکہ شد دریا ز ہر تغییر رست
اور دریائے ازل سے ہو قریں ۔ چھوٹے ہر تغییر سے پھر بالیقیں

منفذے یابد دراں بحر عسل ۔ آفتے را نبود اندر وے عمل
شہد کے دریا میں پائے راستا ۔ پھر نہ آفت میں کبھی ہو مبتلا

غرہ کن شیر وار اے شیر حق ۔ تا رود آں غرہ بر ہفتم طبق
نعرہ مثل شیر کر اے شیر حق ۔ گونج اٹھیں جس سے یہ ساتوں طبق

چہ خبر جان ملول سیر را ۔ کے شناسد موش غرہ شیر را
آشنا کیا اس سے ہونگے لالچی ۔ چوہا کیا جانے گرج کو شیر کی

برنویس احوال خود با آب زر ۔ بہر ہر دریا دلے عالی گہر
آب زر سے حال اپنے لکھ یہاں ۔ تا کہ دریا دل ہوں اس سے شادماں

آب نیلست ایں حدیث جانفزا ۔ یاربش در چشم قبطی خوں نما
نیل ہے میری حدیث جانفزا ۔ خوں اسے کر چشم قبطی میں خدا!

ایک قبطی کا سبطی کی خوشامد کرنا

می شنیدم کہ در آمد قبطیے
از عطش اندر وثاق سبطیے

آیا اک قبطی یہ پیاس سے مرتا
پاس سبطی کے جو اپنے گھر میں تھا

گفت ہستم یار و خویشاوند تو
گشتہ ام امروز حاجتمند تو

بولا ہم تیرے عزیز اور خویش ہیں
اب ہمیں کچھ حاجتیں درپیش ہیں

زانکہ موسیٰ جادوئے کرد و فسوں
تاکہ آب نیل مارا کرد خوں

کیونکہ موسیٰ نے ہے جادو کر دیا
خون آب نیل ہم پر ہو گیا

سبطیاں زاں آب صافی میخورند
پیش قبطی خوں شد آب از چشم بند

سبطی آب صاف پیتے ہیں فزوں
قبطیوں کو ہے نظر بندی سے خوں

قبطیاں مردند از تشنگی
از پئے ادبیر خود یا بدرگی

قبطیوں کی جان لیوا تشنگی
ان کی بدبختی سے ہے پیچھے پڑی

بہر خود یک طاس را پر آب کن
تا خورد از آبت ایں یار کہن

پانی کا اپنے لئے اک ظرف بھر
تا یہ تیرا یار کر لے نوش تر

چوں برائے خود کنی ایں طاس پر
خوں نباشد آب باشد پاک و حر

تو بھریگا ظرف جب اپنے لئے
وہ نہ ہوگا خون آب صاف سے

من طفیل تو بنوشم آب ہم
کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم

میں بھی صدقے میں ترے پانی پیوں
اور طفیلی بن سکے اس غم سے چھوٹوں

گفت اے جان جہاں خدمت کنم
پاس دارم اے دو چشم روشنم

بولا سبطی ہیں تو خادم ہوں ترا
تو مری آنکھوں کا نور با صفا

بر مراد تو روم شادی کنم
بندۂ تو باشم آزادی کنم

خوش ہوں میں جاکر ترے حسب مراد
تیرا بندہ بن کے ہوں آزاد و شاد

طاس را از نیل او پر آب کرد	بر دہاں بنہاد نیمے را بخورد
ظرف آب نیل سے اس نے بھرا	منہ لگا کر نصف پانی پی گیا
طاس را کژ کرد سوئے آبخواہ	کہ بخور تو ہم شد آں خون سیاہ
ظرف کو پھر اس کے آگے کج کیا	اور کہا پی لے مگر وہ خون تھا
باز ازیں سو کرد کژ خوں آب شد	قبطی اندر خشم و اندر تاب شد
کج کیا اپنی طرف پانی ہوا	اس سے بس قبطی کو غصہ آ گیا
ساعتے بنشست تا خشمش برفت	بعد ازاں گفتش کہ اے صمصام زفت
بیٹھا وہ پھر دیر جب غصہ ہٹا	بولا اے شمشیر بُرّان صف‌ربا
اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست	گفت ایں را آں خورد کو متقی ست
اے برادر یہ گرہ کیونکر کھلے	بولا سبطی متقی اس کو پیے
متقی آنست کو بیزار شد	از رہ فرعون و موسیٰ وار شد
متقی وہ ہے کہ جس نے چھوڑ دی	راہ فرعون اور ہوا پھر موسوی
قوم موسیٰ شو بخور ایں آب را	صلح کن با مہ ببیں مہتاب را
پیرو موسیٰ ہو اس پانی کو پی	چاند سے ہو میل دیکھے چاندنی
صد ہزاراں ظلمت ست از خشم تو	بر عباد اللہ اندر چشم تو
ظلمتیں دنیا پہ ہیں چھائی ہوئی	قہر حق سے دیکھتا ہے تو اخی
خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو	عبرت از یاراں بگیر استاد شو
چھوڑ غصہ کھول آنکھیں شاد ہو	اپنوں سے عبرت لے اور استاد ہو
کے طفیل من شوی در اغتراف	چوں ترا کفر ست ہمچوں کوہ قاف
چلو پانی سے طفیلی ہو مرا	کفر جب ہے قاف کی صورت ترا
کوہ در سوراخ سوزن کے رود	جز مگر آں کوہ برگ کہ شود
سوئی کے ناکے میں جائے کوہ کیا	کاہ بن جائے تو ممکن ہے فتا

کوہ را کہ کن باستغفار خوش — جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش
کوہ کو کر کاہ استغفار سے — جام مغفوروں کا پی گر ہو سکے
تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں — چوں حرامش کرد حق بر کافراں
مکر سے کیونکر پیئے اے تشنہ کام — حق نے کافر پر کیا اس کو حرام
خالقِ تزویر تزویرِ ترا — کے خرد اے مفتریٔ مفترا ے
خالقِ تزویر مکاری تری — کس طرح کر لے قبول اے مفتری
آلِ موسیٰؑ شو کہ حیلت سود نیست — حیلہ ات باد تہی پیمود نیست
آلِ موسیٰؑ ہو کہ حیلہ ہے بُرا — یہ تو ہے گویا ہوا کا ناپنا
زہرہ دارد آب کز امرِ صمد — گردد او با کافراں آبی کند
کیا مجال آب اُس کے حکم سے — پھر کے کافر کے لئے پانی بنے
یا تو پنداری کہ تو ناں میخوری — زہرِ مار و کاہشِ جاں میخوری
یا سمجھتا ہے کہ تو کھاتا ہے ناں — زہرِ مار اور کاہشِ جاں ہے یہاں
ناں کجا اصلاحِ آں جانے کند — کو دل از فرمانِ جاں وہ بر کند
روح کی اصلاح کب روٹی کرے — کھانے والا حکمِ حق سے جب پھرے
یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی — چوں بخوانی رایگانش بشنوی
یا سمجھتا ہے کہ درسِ مثنوی — رائیگاں ہے جب تو سنتا ہے کبھی
یا کلامِ حکمت و سرِ نہاں — اندر آید سہل در گوشِ کہاں
یا کلامِ حکمت اور رازِ نہاں — ہیں سماعت کے لئے سہل اے جواں
اندر آید لیک چوں افسانہا — پوست بنماید نہ مغز و دانہا
مثل افسانہ سُنے جاتے ہیں ہاں — پوست آتے ہیں نظر دانے کہاں
در سر و در رو کشیدی چادرے — رو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
تو نے منہ اور سر پہ ہے چادر تان لی — چھپ گیا ہے تجھ سے وہ دلدار بھی

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو　　ہمچناں باشد کہ قرآں از عتو

شاہنامہ اور کلیلہ ہیں سب تجھے　　مثلِ قرآں کے کہ تو سرکش رہے

فرق آنگہ باشد از حق و مجاز　　کہ کند کحلِ عنایت چشم باز

ظاہر و باطن میں ہو فرق آشکار　　جب کھلیں آنکھیں بفضلِ کردگار

ورنہ پشک و مشک پیشِ اخشمے　　ہر دو یکسانست چوں نبود شمے

ورنہ پھر ہو مشک یا ہو مینگنی　　شامہ گم ہو تو یہ ہیں ایک ہی

خویشتن مشغول کردن از ملال　　باشدش قصد از کلامِ ذو الجلال

قصۂ رنج و الم ہو مختصر　　ہے کلامِ حق سے یہ مقصد اگر

کآتشِ وسواس را و غصہ را　　زاں سخن بنشاند و سازد دوا

آگ وسواس اور غصے کی بجھے　　اور کلامِ حق دوا اس کی بنے

بہرِ ایں مقدار آتش شاندن　　آبِ پاک و بول یکساں شد بفن

آگ اتنی سی بجھا دینے کو کیا　　پانی اور پیشاب یکساں ہو گیا

آتشِ وسواس را ایں بول و آب　　ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب

وسوسے کی آگ پیشاب اور آب　　ہیں بجھا سکتے مثالِ خمر و خواب

لیک گر واقف شوی زیں آبِ پاک　　کہ کلامِ ایزدست و روحناک

تو اگر ہو آشنائے آبِ پاک　　جو کلامِ حق ہے اور ہے روحناک

نیست گردد وسوسہ کلی ز جاں　　دل بیابد رہ بسوئے گلستاں

وسوسے سب روح سے جاتے رہیں　　راستے دل کے سوئے گلشن کھلیں

زانکہ در باغے و در جوئے پرد　　ہر کہ از سرِ صحف بوئے برد

کیونکہ نہر و باغ کی جانب اڑے　　جو صحیفوں کے ہو واقف بھید سے

۱ یعنی افسانۂ کلیلہ ودمنہ ۔

۲ شراب ۔

یا تو پنداری کہ روئے انبیا آنچنانکہ ہست می بینیم ما

یا تو یہ سمجھے کہ روئے انبیاء ویسا ہی ہے جیسا میں ہوں دیکھتا

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں چوں نمی بینند رویم مومناں

ہیں پیمبر خود تعجب میں پڑے چہرہ مومن کیوں نہیں ہیں دیکھتے

چوں نمی بینند نور روم خلق کہ سبق بردہ است بر خورشید شرق

کیوں نہیں اس نور کو وہ دیکھتے جو ہے سبقت لے گیا خورشید سے

ور ہمی بینند ایں حیرت چرا ست تا کہ وحی آمد کہ آں رو در خفا ست

دیکھتے ہیں تو یہ آگاہی ہے کیا وحی آئی ہے کہ چہرہ ہے چھپا

سوئے تو ماہ است و سوئے خلق ابر تا نہ بینند رایگاں روئے تو گبر

تیری جانب چاند ان کی سمت ابر تا نہ دیکھیں تیرا روئے پاک گبر

سوئے تو دانہ است سوئے خلق دام تا نہ نوشد زیں شراب خاص عام

دانہ تیری سمت سوئے خلق دام تا نہ اس مے کو پئیں سب خاص عام

گفت یزداں کہ تراہم[لہ] ینظرون نقش حمامند ہم لا یبصرون

قول یزداں ہے "تراہم ینظرون" نقش ہیں حمام کے "ہم لا یبصرون"

می نماید صورت اے صورت پرست کاں دو چشم مردہ او ناظر است

ہے دکھاتا ایک صورت نقش گر کہتا ہے آنکھوں میں اس کی ہے نظر

پیش چشم نقش می آری ادب کہ چرا پاسم نمیداری عجب

تو ہے چشم نقش کا کرتا ادب پاس گو تیرا نہیں اس کو عجب

از چہ بس بے پاسخ است ایں نقش نیک کہ نمی گوید سلامم را علیک

تو ہے کرتا نقش تو ہے لاجواب پر سلاموں کا نہیں دیتا جواب

لہ یعنی خدا تعالیٰ بزرگ و برتر فرماتا ہے "وتراہم ینظرون وہم لا یبصرون" یعنی تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں دیکھتے۔

می نجنباند سر و سبلت ز جود | پاس آنکه کردشیں من صد سجود
سر ہلاتا ہے نہ مونچھیں لطف سے | ہیں یہ گو اس کو بہت سجدے کئے

حق اگرچه سر نجنباند بروں | پاس آں ذوقے دہد در اندروں
سر کو گو جنبش نہیں دیتا خدا | دل میں اک لذت سی ہے لیکن بخشتا

که دو صد جنبانِدن سر ارزد آں | سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں
جو ہے دو سو سر ہلانا بر ملا | عقل و جاں بھی ہیں یونہی جنبش نما

عقل را خدمت کنی در اجتهاد | پاس عقل آنست کافزاید رشاد
تو جو اپنی عقل کی خدمت کرے | تو ہدایت اس کی جانب سے بڑھے

حق نجنباند بظاہر سر ترا | لیک سازد بر سراں سرور ترا
حق ہلاتا گو نہیں ظاہر میں سر | سروروں پر کرتا ہے سرور مگر

مر ترا چیزے دہد یزداں نہاں | که سجود تو کنند اہل جہاں
دیگا خالق تجھ کو ایسی شے نہاں | سجدہ ریز آگے ترے ہو سب جہاں

آنچناں که داد سنگے را ہنر | تا عزیز خلق شد یعنی که زر
جیسے پتھر کو دیا اس نے ہنر | جو عزیز خلق ہے یعنی کہ زر

قطرۂ آبے بیابد لطف حق | گوہرے گردد برد از زر سبق
پانی کا اک قطرہ اس کے لطف سے | گوہر خالص ہو سونے سے بڑھے

جسم خاکست و چو حق تابیش داد | در جہانگیری چو مہ شد اوستاد
جسم خاکی حق نے جب چمکا دیا | چاند بن کر وہ جہاں پر چھا گیا

ہیں طلسم است ایں و نقش مردہ است | احمقاں را چشمش از رہ بردہ است
یہ طلسم اور نقش مردہ جان لے | احمق اس کی آنکھ نے گمرہ کئے

مینماید آنکه چشمے میزند | ابلہاں سازیدہ اند آنرا سند
وہ نظر آتا ہے آنکھیں مارتا | معتبر ہے بیوقوفوں نے کیا

قبطی کا سبطی سے طالب دعا ہونا

گفت قبطی تو دعائے کن کہ من — از سیاہی دل ندارم آں دہن
بولا قبطی۔ تو دعا کر بالیقیں — گرو سیاہی سے ہیں اس قابل نہیں

تا بود کہ قفل ایں در وا شود — زشت را در بزم خوباں جا شود
شاید اس دروازے کا تالا کھلے — اک بُرا اچھوں میں جا کر مل سکے

از تو مسخی صاحب خوبی شود — یا بلیسے باز کرّوبی شود
تجھ سے مسخی[1] پائے خوبی نیک — یا کہ پھر شیطان بن جائے مَلک

یا بفرّ دست مریمؑ بوئے مشک — یابد و ترّی و میوہ شاخ خشک
یا طفیل[2] دست مریمؑ بوئے مشک — پائے اور میوے کھلائے شاخ خشک

سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت — کاے خدائے عالم پیدا و نہفت
سبطی نے سجدہ کیا اور کی دعا — اے خدا! اے واقف راز خفا

سبطی و قبطی ہمہ بندۂ تواند — عاجز امر تواند و مستمند
سبطی و قبطی ترے بندے ہیں سب — عاجز اور محتاج ہم تیرے ہیں سب

جز تو پیش کہ برآرد بندہ دست — ہم دعا و ہم اجابت از تو است
بندہ اب کس سے کہے تیرے سوا — ہے تجھی سے بس اجابت اور دعا

ہم ز اوّل تو دہی میل دعا — تو دہی آخر دعاہا را جزا
پہلے دیتا ہے تو ہی میل دعا — پھر تو دیتا ہے دعاؤں کی جزا

[1] وہ جو اچھی صورت سے بُری صورت میں بدل گیا ہو۔

[2] جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:- وہزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا۔ یعنی خدائے تعالےٰ نے مریمؑ سے کہا اے مریمؑ! تو شاخ خرما کو اپنی طرف ہلا۔ کہ وہ تجھ پر تر پختہ اور بالیدہ کھجوریں گرائے۔ (یہ درخت خرما خشک تھا)

اوّل و آخر توئی ما در میان	ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیان
اوّل و آخر ہے تو ہم درمیاں	ہیچ ایسے کچھ نہ ہو جس کا بیاں
اینچنیں میگفت تا افتاد طشت	از سر بام و دلش بیہوش گشت
کہتے کہتے بڑھ گیا اک کیف سا	اور وہ بیہوش فوراً ہو گیا
باز آمد او بہوش اندر دُعا	لیس للانسان الّا ما سعیٰ
پھر اسے ہوش آ گیا پھر کی دعا	صرف ہے کوشش ہی کام انسان کا
در دُعا بود او کہ ناگہ نعرہ	از دل قبطی بجست و غرّہ
وہ دعا میں تھا کہ اک نعرہ گیا	مرد قبطی سے عجب ہنگامہ زا
کہ ہلا بشتاب و ایمان عرضہ کن	تا ببرّم زود زنّار کہن
اور کہا جلدی مسلماں مجھ کو کر	تا کہ میں زنّار توڑوں بے خطر
آتشے در جان من انداختند	مر بلیسے را بجاں بنواختند
آتش الفت عطا مجھ کو ہوئی	ایک شیطاں پر نوازش ہو گئی
دوستیٔ تو ز حبّ ناشگفت	حمد للہ عاقبت دستم گرفت
دوستی نے تیری حبّ غیر سے	شکر خالق کا سہارا دی سے مجھے
کیمیائے بود صحبتہائے تو	کم مباد از خانۂ دل پائے تو
کیمیا تھا تیری صحبت کا اثر	تیرے قدموں کا ہو میرے دل پہ گھر
تو یکے شاخے بدی از نخل خلد	چوں گرفتم او مرا تا خلد برد
تو جو نخل خلد کی اک شاخ تھا	خلد تک مجھ کو بھی آخر لے گیا
سیل بود آنکہ تنم را در ربود	برد سیلم تا لب دریائے جود
سیل تھا وہ لے گیا جو لے گئی	مجھ کو دریائے کرم تک بر ملا
من بجوئے آب رفتم سوئے سیل	بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں گیا تھا صرف پانی کے لئے	پہنچا دریا پر پیالے بھر لئے

التماس آمد درویش کہ انگور بگیر
گفت رو شاد آبہا پیشم حقیر

بولا پاجی اب تو ہی لے خوش ضمیر
بولا جا پانی ہے اندر دل ہیں حقیر

شربتے خوردم ز اللہ اشتری[1]
تا بحشر تشنگی ناید مرا

اب میرا شربت ہے اللہ اشتریٰ[1]
تا قیامت پیاس کا اب کام کیا

آنکہ جو و چشمہا را آب داد
چشمۂ اندر درون من گشاد

جس نے پانی نہریں جاری کیں
میرے دل کو اس نے چشمہ دے دیا

ایں جگر کہ بود گرم و آبخوار
گشت پیش ہمتش او آب خوار

یہ کلیجہ تھا جو گرم اور آب خوار
پانی آگے اس کی ہمت کے ہے خوار

کاف کافی آمد از بہر عباد
صدق وعدہ کہیعص

کاف کافی ہو گیا بہر عباد
سچ کہا ہے ۔ کہیعص

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر
بے سبب بے واسطہ یاری غیر

میں ہوں کافی تجھ پہ کرتا ہوں عطا
بے مدد غیروں کے اور بے واسطا

کافیم بے نان ترا سیری دہم
بے سپاہ و لشکرت میری دہم

میں ہوں کافی سیر بے روٹی کروں
بے سپاہ و فوج امیری تجھ کو دوں

کافیم بے داروئیت درماں کنم
کوہ را و چاہ را میداں کنم

میں ہوں کافی بے دوا درماں کروں
میں کنوئیں اور کوہ کو میداں کروں

بے کتاب و اوستا تلقیں دہم
بے بہارت نرگس و نسریں دہم

بے معلم کے کروں تلقیں سب تجھے
دوں بلا خزاں میں نرگس و نسریں تجھے

موسیٰ را دل دہم با یک عصا
تا زند بر عالمے شمشیر ہا

اک عصا دے کر وہ دوں موسیٰ کو دل
تیغ سے کر دے جہاں کو منفعل

[1] بمصداق آیہ شریف: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
یعنی بیشک اللہ مومنوں کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیتا ہے ۔

دست موسیٰ را دهم یک نور و تاب — که دلیلا پنجه بیند بر آفتاب

ہاتھ ہیں موسیٰ کے دوں وہ نور و تاب — جس سے کیا جانے طمانچہ آفتاب

چوب را مارے کنم من هفت سر — که نزاید ماده مار او را ز نر

کر دوں اک لکڑی کو مار ہفت سر — جن سکے سانپن نہ ایسا کوئی نر

خوں در آمیزم در آبِ نیل من — خود کنم خوں عینِ آبش را بفن

خون آبِ نیل میں دوں میں رلا — خون پانی کو کروں میں مر ملا

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل — که نیابی سوئے شادیہا دلیل

تیری خوشیاں غم ہوں مثلِ آبِ نیل — تو نہ پائے اپنی خوشیوں کی دلیل

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی — باز از فرعون بیزاری کنی

پھر نئے سر سے جو لے ایمان کو — پھر جو تو فرعون سے بیزار ہو

موسیٔ رحمت بہ بینی آمده — نیلِ خوں بینی ازو آبے شده

موسیٔ رحمت کو دیکھے سامنے — نیل خوں پانی ہو پھر تیرے لیے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں — نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں

تو جو رکھے اپنے باطن پر نگاہ — ذوق کا دریا ہو کب خونِ سیاہ

من گماں بردم کہ ایماں آورم — تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم

تھا گماں مجھ کو کہ ایماں لاؤں میں — تا کہ بحرِ خوں سے پانی پاؤں میں

من چہ دانستم کہ تبدیلے کند — در نہادِ من مرا نیلے کند

اس بدلنے کی نہ تھی کوئی دلیل — خود ہی میں بن جاؤں گا دریائے نیل

سوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں — بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں

مثلِ نیل اپنی نظر میں ہوں رواں — دوسرے سمجھے ہیں قائم بیگماں

۱ـہ رہنما + ۲ـہ وہ قبطی جواب کو تیرِ ایمان سے سرشار ہو گیا ہے —
کہ رہا ہے +

ہمچنانکہ ایں جہاں پیش نبیؑ ۔۔۔ غرق تسبیحست و پیش ما ابیؑ

جس طرح دنیا ہے پیش ہر نبیؑ ۔۔۔ حمد خواں اور اپنی نظروں میں ابیؑ

پیش پیغمبر جہاں پُر عشق و داد ۔۔۔ پیش چشم دیگراں مُردہ جماد

ہے جہاں نبیوں کو بزم عشق و داد ۔۔۔ دوسروں کو مثل مُردہ اور جماد

پست و بالا پیش چشمش تیز رو ۔۔۔ از کلوخ و سنگ او نکتہ شنو

اُن کے آگے تیز رو ارض و سما ۔۔۔ ہر کلوخ اور سنگ نکتوں سے بھرا

با عوام ایں جملہ بستہ و مردہ ۔۔۔ زیں عجب تر من ندیدم پردہ

اور مُردہ عام لوگوں کے لئے ۔۔۔ ایسے پردے میں نے تو دیکھے نہ تھے

گورہا یکساں بہ پیش چشم ما ۔۔۔ روضہ و حفرہ بچشم انبیاؑ

اپنی نظروں میں ہیں یکساں مقبرے ۔۔۔ ان کی نظروں میں ہیں روضے یا گڑھے

عامہ گفتندی کہ پیغمبر ترش[1] ۔۔۔ از چہ گشتہ است شد است او ذوق کش

ہیں نبیؐ مغموم کہتے تھے عوام ۔۔۔ چھوڑ بیٹھے ذوق و شوق اپنے تمام

خاصہ گفتندے کہ پیش چشمتاں ۔۔۔ بنماید او ترش اے امتاں

خاص کہتے تھے کہ آتے ہیں نظر ۔۔۔ وہ تمہیں مغموم اے لوگو مگر

یک زماں در چشم ما آئید تا ۔۔۔ خندہا بینید اندر ہل اتیٰ[2]

تم ہماری آنکھوں سے دیکھو ذرا ۔۔۔ ہنس رہے ہیں درمیان ہل اتیٰ

از سر امرود بن بنماید آں ۔۔۔ منعکس صورت بزیر آئیجاں

پیڑ پر امرود کے جو ہے چڑھا ۔۔۔ اس لیے منعکس ہے الٹی دیکھتا

---

۱ سرکش +

۲ ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ایک اندھے شخص سے ملتفت ہوئے تھے اور انقباض کی وجہ سے کچھ ردو دی نہیں آئی تھی تو لوگ سمجھتے تھے کہ آپ ملول ہیں اور آپ کا ذوق و شوق پژمردہ ہوگیا ہے یہ اشعار اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں +

آں درخت ہستیت امرود بن — تا در آنجائی نماید نو کہن
ہے درخت امرود کا ہستی تری — کہنہ چیزوں کو تو جانے گا نئی

تا در آنجائی بہ بینی خارزار — پُر ز کژدمہائے خشم و پُر ز مار
تو وہاں سے دیکھتا ہے خارزار — ہیں جہاں غصے کے بچھو اور مار

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں — یک جہاں پُر گلرخانِ دلگاں
نیچے آئے تو مٹے تیرا گماں — حسن سے لبریز دیکھے تو جہاں

چوں فرود آئی فرود آید ترا — در درون اسرارِ فیضِ کبریا
نیچے اُترے تو تو دل ہیں ہو عیاں — فیضِ اسرارِ خدا جو ہیں نہاں

پلید عورت کی حکایت

آں زنے میخواست تا با مولِ خود — بر زند در پیش شوئے گولِ خود
زن نے چاہا جفت ہو با آشنا — سامنے خاوند کے احمق جو تھا

پس بشوہر گفت زن کائے نیکبخت — من برآیم میوہ چینم از درخت
بولی شوہر سے کہ سن لے نیک بخت — توڑوں گی پھل جا کے بالائے درخت

چوں برآمد بر درخت آں زن گریست — چوں ز بالا سوئے شوہر بنگریست
پیڑ پر پہنچی وہ عورت فتنہ گر — اور کہا یوں سوئے شوہر دیکھ کر

گفت شوہر را کہ اے مابون رد — کیست آں لوطی کہ بر تو می فتد
ہو رہا ہے کیا یہ اے اغلام کار — کونسا مغلم ہے یہ تجھ پر سوار

تو بزیر آں چو زن بغنودۂ — اے بغا تو خود مخنث بودۂ
مثلِ زن تو جس کے نیچے ہے پڑا — تو ہے اے فاسق مخنث برملا

گفت شوہر نے سرت گوئی بگشت — ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت
بولا شوہر سر ترا چکرا گیا — اس جگہ کوئی نہیں میرے سوا

زن بمکر کرد کاسے با بر ولا ۔ کیست بر پشتت فرو خفته هله

پھر کہا عورت نے ہاں اے بدکلاہ ۔ کون تیری پیٹھ پر ہے روسیاہ

گفت اے زن هین فرود آ از درخت ۔ که سرت گشت و خرف گشتی تو سخت

بولا شوہر پیڑ سے نیچے تو آ ۔ تو ہے احمق سر ترا چکرا گیا

چوں فرود آمد برآمد شوهرش ۔ زن کشید آں مول را اندر برش

نیچے وہ آئی تو شوہر چڑھ گیا[۵] ۔ ہو گئی پھر ہمکنار آشنا

گفت شوهر کیست ایں اے روسپی ۔ کہ ببالائے تو آمد چوں کپی

بولا شوہر کون ہے یہ نابکار ۔ جو ہے تجھ پر مثل بندر کے سوار

گفت زن نیست اینجا غیر من ۔ هیں سرت برگشته شد هرزه متن

بولی کوئی بھی نہیں میرے سوا ۔ بات ہے بیہودہ ترا سر ہے پھرا

او مکرر کرد بر زن آں سخن ۔ گفت زن ایں هست از امرود بن

پھر وہی اس نے کہا بارِ دگر ۔ بولی عورت پیڑ کا ہے یہ اثر

از سر امرود بن من همچناں ۔ کژ همی دیدم که تو اے قلتباں

ایسے ہی جب میں چڑھی تھی کج نظر ۔ تو مجھے آتا تھا آوارہ نظر

هیں فرود آ تا ببینی هیچ نیست ۔ ایں همه تخییل از امرود بنیست

نیچے آکر دیکھ کوئی بھی نہیں ۔ پیڑ سے ہے یہ تخیل بالیقیں

هزل تعلیم است آں را جد شنو ۔ تو مشو بر ظاهر هزلش گرو

ہنسی میں بھی پنہاں ہے تعلیم لے تو ۔ تو نہ ظاہر پر فحش باتوں پہ نہ جا

هر جدی هزل است پیش هازلاں ۔ هزلها جد است پیش عاقلاں

اچھی باتیں بھی بیہودوں کو ہیں بری ۔ عاقلوں کو ہے پسند ہزل بھی

[۵] یعنی امرود کے درخت پر چڑھ گیا۔

کاہلاں امرود بن جویند لیک — تا بداں امرود بن راہیست نیک

کاہلوں کو پیڑ ہے امرود کا — کاہلوں کو آساں نہیں ہے اس کا راستا

نقل کن ز امرود بن اکنوں بدو — گشتۂ تو خیرہ چشم و خیرہ رو

ترک کر یہ پیڑ ہو آگے رواں — خیرہ چشمی چھوڑ دے اے بدگماں

ایں منی و ہستی اول بود — کہ ازو دیدہ کژ و احول بود

پہلا درجہ ہے تکبر اور خودی — جس سے ہو جاتی ہے احول آنکھ بھی

چوں فرود آئی ازیں امرود بن — کژ نماند فکرت و چشم و سخن

نیچے آئیگا جب اس امرود سے — سیدھے ہو جائیں گے ٹیڑھے پن ترے

یک درخت سخت بینی گشتہ ایں — شاخ او بر آسمان ہفتمیں

پیڑ اک مضبوط دیکھے بالیقیں — جس کی شاخیں تا بچرخ ہفتمیں

چوں فرود آئی ازو گردی جدا — مبدلش گرداند از رحمت خدا

نیچے آکر جب تو ہو اس سے جدا — اس کو رحمت سے بدل ڈالے خدا

راست بینی گر بدے آساں چنیں — مصطفیٰ کے خواستے از رب دیں

راست بینی سہل اگر ہوتی فقط — کیوں خدا سے چاہتے پھر مصطفیٰ؎

گفت بنما جزو جزو از فوق و پست — آنچنانکہ پیش تو آں جزو ہست

ہاں دکھا دے مجھ کو کچھ بلند و پست سے — جیسا ہے یا رب تیرے سامنے

زیں تواضع گر فرود آئی خدا — راست بینی بخشد آں مقتدا

یوں فروتن گر تو اضع سے ہوا — راست بینی تجھ کو بخشیگا خدا

بعد ازاں بر رو بر آں امرود بن — کہ مبدل گشت و سبز از امر کن

پھر بڑھ اک امرود کے پھر خوب جا — امر کن سے وہ مبدل ہوگیا

؎ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہم ارنا الاشیاء کما ہی یعنی اے خدا مجھے ہر چیز کی حقیقت سے آشنا کر۔

چوں درخت موسوی شد آں درخت — چوں سوئے موسیٰؑ کشانیدی تو رخت
ہو گیا اب وہ درخت[1] موسوی — جانب موسیٰؑ جو رجعت تو نے کی

آتشش اورا سبز و خرم میکند — شاخ او انی انا اللہ می زند
آگ سے سرسبز تر وہ ہو گیا — شاخ نے "انی انا اللہ[2]" دی صدا

زیر ظلش جملہ حاجاتت روا — اینچنیں باشد الٰہی کیمیا
اس کے سائے میں ہو ہر حاجت روا — ہے یہی تو کیمیا سے کیمیا

آں منی و ہستیت باشد حلال — کہ درو بینی صفات ذوالجلال
پھر عزور و کبر ہو سب کچھ حلال — ان میں دیکھے تو صفات ذوالجلال

حضرت موسیٰؑ کا باقی قصہ

شد درخت کج مقوم حق نما — اصلہ ثابت و فرعہ فی السماء
ہو گیا سیدھا درخت کج نما — جڑ ہے ثابت شاخیں بالائے سما

آمدش پیغام از وحی مہم — کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
وحی حق نے پھر تو بد اس کو یہ دی — اب ہو سیدھا چھوڑ کر اپنی کجی

ایں درخت تن عصائے موسیٰؑ است — کامرش آمد کہ بیندازش ز دست
ہے درخت تن عصائے موسوی — حکم آیا پھینک دے اس کو ابھی

تا بہ بینی خیر او و شر[3] او — بعد ازاں برگیر اورا از امر ہو
تاکہ اس کا خیر و شر آئے نظر — حکم حق سے پھر تم اسے قابو میں کر

پیشش از افگندن نبود او غیر چوب — چوں بامرش برگرفتی گشت خوب
پھینکنے سے پہلے صرف اک چوب تھا — جب تم اٹھایا امر حق سے خوب تھا

[1] وہ درخت جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اوّل مرتبہ تجلّی آلہی ہوئی تھی +
[2] میں معبودِ حقیقی ہوں + [3] یعنی وہ قبطی +

اوّل او بُد برگ افشاں برّہ را　　گشت معجز آں گروہ غرّہ را
پہلے پتّے جھاڑے بکری کے لئے　　پھر ہُوا معجز عدو کے واسطے

گشت حاکم بر سر فرعونیاں　　آب شاں خوں کرد و کفِ سرزناں
ہو گیا فرعونیوں پر حکمراں　　خون کرکے خوب کیں سرکوبیاں

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ　　از ملخہائے کہ می خوردند برگ
قحط اُن کے کھیتوں سے نکالیں ٹیاں　　کھا گئیں کھیتوں کے پتّے ٹڈیاں

تا برآمد بے خود از موسیٰؑ دعا　　چوں نظر افتادش اندر منتہا
کی دعا موسیٰؑ نے بھی بے اختیار　　جب نظر آیا اُنہیں انجامِ کار

کایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چراست　　چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
ہے یہ سعی و معجزہ بے فائدہ　　جبکہ مشکل ہے سنبھلنا قوم کا

امرش آمد کہ اتّباعِ نوحؑ کن　　ترکِ پایاں بینیِ مشروح کن
وحی آئی پیروی نوحؑ کر　　ہے فضول انجام پر تیری نظر

منگر آخر کہ تو داعئے رہی　　امر بلّغ[1] ہست آں نبود نہی
تو پیامی ہے نہ دیکھ انجامِ کار　　حکم "بلّغ" ہے نہ خالی باوقار

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو　　جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
اس میں حکمت ہے کہ منّت سے تری　　ہو نمایاں سرکشی و گمرہی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق　　فاش گردد بر ہمہ اہلِ فِرق
کرنا گمرہ حق کا۔ ہونا رہنما　　سامنے فرقوں کے ہو سارے ظاہر بہ ملا

چوں کہ مقصود از وجود اظہار بود　　بایدش از پند و اغوا آزمود
چونکہ مقصودِ جہاں اظہار ہے　　آزمائش ہر طرح درکار ہے

[1] "بلّغ ما اُنزل الیک" کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جو تجھ پر نازل ہُوا ہے لوگوں کو پہنچا دے۔

دیو الحاح غوایت میکند | شیخ الحاح ہدایت میکند

دیتا ہے شیطان پیہم گمرہی | شیخ کرتا ہے ہدایت دائمی

باز گرد و قصۂ قبطی بگو | گرد کفر از باطن خود زود شو

لوٹ پھر اور قصۂ قبطی سنا | کفر کی گرد اپنے باطن سے ہٹا

قبطیوں کا مشکل میں گرفتار ہونا

چوں پیاپے گشت آں امر شجوں | نیل می آمد سراسر جملہ خوں

تھا جو پیہم وہ عظیم امر خدا | نیل سر تا سر لہو سے بھر گیا

تا بنفس خویش فرعون آمدش | لابہ میکرد و دوتا گشتہ قدش

آیا وہ فرعون خود موسیٰ کے پاس | کی خوشامد اور جھکا حق ناشناس

کانچہ ما کردیم اے سلطاں مکن | نیست ما را روئے ایراد سخن

جو کیا ہم نے تو اے سلطاں نہ کر | ہم تو شرمندہ ہیں اپنے فعل پر

پارہ پارہ گردمت فرماں پذیر | من بعزت خوگرم سختم مگیر

گو مرے ٹکڑے ہوں تابع ہوں ترا | کر نہ سختی میں ہوں عادی قدر کا

ہیں بجنباں لب بہ رحمت اے امیں | تا بہ بندد ایں دہان آتشیں

اے امیں تو کر دعا سے رحم ہاں | بند ہو جائے یہ دوزخ کا دہاں

گفت یا رب می فریبد او مرا | می فریبد او فریبندہ ترا

بولے یا رب یہ ہے چکمہ لاتا مجھے | اور یہ سمجھے ہے مکار بہلاتا تجھے

بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش | تا بداند اصل را آں فرع کش

اب سنوں اس کی کہ دوں دھوکا اس کو بھی | تا حقیقت سے ہو واقف یہ ذلیل

کاصل ہر مکرے و حیلت پیش ماست | ہر چہ بر خاک است اصلش بر سماست

اصل ہر حیلہ سے ہم ہیں آشنا | اصل ہے ہر شے کی بالائے سما

گفت حق آں سنگ نیز زد ہم بداں	پیش سگ انداز از دور استخواں
دی ندا کتا یہ اس لائق کہاں	دور سے کچھ ڈال اس کو ہڈیاں
ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا	وا دہد ہر چہ ملخ کردش ہبا
پھیر دے تو یہ عصا تا ہر زمیں	ٹڈیوں کے کھائے ہوئے غلے یہیں
واں ملخہا در زماں گردد سیاہ	تا ببیند خلق تبدیل الہ
چھلکے ہو جائیں سیہ سب ٹڈیاں	خلق دیکھے حق کی یہ تبدیلیاں
کہ سببہا نیست حاجت مر مرا	آں سبب بہر حجاب است و غطا
بس مجھے اسباب کی حاجت نہیں	ہیں یہی اسباب پردہ بالیقیں
تا طبیبے جوش بر دارو زند	تا منجم رو ستارہ کند
تا طبیبوں کو بڑھے جوش دوا	اور منجم ہو ستارہ آشنا
تا منافق از حریصے بامداد	سوئے بازار آید از بیم کساد
صبحدم لالچ منافق کو ستائے	خوف سے نقصان کے بازار آئے
بندگی ناکردہ ناشستہ رو	لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جو
منہ نہ دھوئے اور نہ طاعت ہی کرے	لقمہ جو ہو لقمۂ دوزخ بنے
آکل و ماکول آمد جان عام	ہمچو آں برہ چرندہ از حطام
خوردنی ہے اور خورندہ جان عام	جیسے بکری کھائے بھوسی الکلام
می چرد آں برہ و قصاب شاد	کو برائے ما چرد برگ مراد
وہ چرے اور دل میں ہو قصاب شاد	چرتی ہے میرے لئے برگ مراد
کار دوزخ میکنی در خوردنی	بہر او خود را تو فربہ میکنی
ہے تری خوراک دوزخ کے لئے	خود کو اس کے واسطے موٹا کرے
کار خود کن روزی حکمت بخور	تا شود فربہ دل با کر و فر
لقمہ کھا حکمت کا، اپنا کام کر	تا کہ دل فربہ ہو تیرا اے پسر

خوردن تن مانع ایں خورد نیست
جان چو بازرگان و تن چوں رہزنیست
کب غذا سے روح ہو تن پروری
جان تاجر ہے بدن رہزن اخی

شمع تاجر آنگہ است افروختہ
کہ بود رہزن چو ہیزم سوختہ
شمع تاجر میں ہے جب تک روشنی
رہزنوں کو ہے حسد سے بیکلی

خویشتن را گم مکن یاوہ مکوش
کہ توآں ہوشی و باقی ہوش پوش
خود کو کھو مت بیکارہ کوشش نہ کر
ہوش تو ہے سب ہوش پوش اے بیخبر

وانکہ ہر شہوت چو خمرست و چو بنگ
پردہ ہوش است و عاقل زوست دنگ
شہوتیں جتنی ہیں مثل خمر و بنگ
ہوش کا پردہ ہیں اور عاقل ہے دنگ

خمر تنہا نیست سرمستی ہوش
ہرچہ شہوانیست بندد چشم و گوش
مے نہیں تنہا حریف عقل و ہوش
بند کر دیتی ہے شہوت چشم و گوش

ترک شہوت کن اگر خواہی تو ہوش
زانکہ شہوت باز بندد چشم و گوش
ترک شہوت کر جو ہے خواہان ہوش
کیونکہ ہے شہوت ہی قید چشم و گوش

آں ابلیس از خمر خوردن دور بود
مست بود او از تکبر وز جحود
گو نہ وہ شیطان پیتا تھا شراب
تھا بس انکار و تکبر سے خراب

مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست
زر نماید آنچہ مس و آہنیست
مست تو وہ ہے جو دیکھے برخلاف
تانبا اور لوہا ہو اس کو زر صاف

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
لب بجنباں تا بروں آید گیا
اے کلیمؑ اس بات کی کیا انتہا
کھیتیاں پائیں نمو پھر لب ہلا

حضرت موسیٰؑ کا دعا کرنا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں
سبزہ گشت از سنبل و حب ثمیں
کی دعا موسیٰؑ نے اور بھر دی زمیں
سبزے اور دانوں پھلوں سے بالیقیں

اندر افتادند در لوت آں نفر — قحط دیدہ مردہ از جوع البقر
پڑ گئے اُن نعمتوں میں وہ نفر — قحط سے بھوکے تھے اور افسردہ تر

چند روزے سیر خوردند از عطا — آندمی و آدمی و چار پا
سیر ہو کر کھا رہے تھے سب کے سب — آدمی، چوپائے اور سب جانور

چوں شکم پُر گشت و بر نعمت زدند — واں ضرورت رفت طاغی آمدند
بھر گیا جب پیٹ اور اُکتا گئے — وہ ضرورت مٹ گئی گمرہ ہوئے

نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن — تا نیارد یاد زاں کفر کہن
نفس ہے فرعون سیر اس کو نہ کر — آ نہ جائے یاد اُسے کفر بے پیر

بے تف آتش نگردد نقش خوب — تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب
بے تپائے نقش اچھا کیا بنے — آگ ہو جائے جو لوہا۔ کوٹ اُسے

بیمجاعت نیست تن جنبش کناں — آہن سرد است میکوبی بداں
جسم میں بے بھوک کے جنبش کہاں — سرد لوہے کو نہ کوٹ اے نوجواں

ور بنالد ور بگرید زار زار — او نخواہد شد مسلماں ہوشدار
چاہے چیخے چاہے روئے زار زار — ہو نہیں سکتا مسلماں ہوشیار

او چو فرعونست در قحط آنچناں — پیش موسیٰ سر نہد لابہ کناں
وہ ہے اک فرعون مارا قحط کا — پیش موسیٰ کے ہے خوشامد سے پڑا

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود — خر چو بار انداخت اسکیزہ زند
ہو گیا یہ سیر اور گمرہ ہوا — لات مارے بوجھ جب پھینکے گدھا

پس فراموشش شود چوں رفت پیش — کار او زاں آہ و زاریہائے خویش
بھول جاتا سب کچھ جو پہلے ہو چکا — رونا پیٹنا تھا وہ گریہ وہ بکا

سالہا مردے کہ در شہرے بود — یک زماں کش چشم در خوابے رود
[illegible] — [illegible] دیکھے جب کہ بند آنکھیں کرے

شہر دیگر بیند او پُر نیک و بد   ہیچ در یادش نیاید شہر خود

دیکھے اک شہر اُسے آئے نظر   شہر اپنا بھول جائے بے خبر

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہر نو   نیست آن من درینجایم گرو

اس میں گو تھا ہی نہیں یہ شہر اک نیا   یہ نہیں میرا یہاں ہوں آ پڑا

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او   ہم دریں شہرش بُد ابداع و خو

[illegible] ہمیشہ سے یہی   ہے یہیں کی خو و پیدائش مری

چہ عجب گر روح موطنہائے خویش   کہ بُدستش مسکن و میلاد پیش

کیا عجب گر روح بھی اپنا وطن   تھا جو مسکن اس کا اور مولد کہن

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب   می فرو پوشد چو اختر را سحاب

بھول جائے کیونکہ دنیا مثل خواب   اس کو ڈھانپے جیسے تاروں کو سحاب

[illegible] آرزوئی خواب را   خواب دنیا را ہماں بیں زابتلا

خواب کو جانا ہے تو نے بارہا   خواب دنیا کو بھی جان ایسا فنا

خاصہ چندیں شہرہا را کوفتہ   گردہا از درکش ناروفتہ

[illegible] شہر دیکھے بالیقیں   خاک اس درگاہ کی جھاڑی نہیں

اجتہاد گرم ناکردہ کہ تا   دل شود صافی و بیند ماجرا

اجتہاد ایسا نہ اسے تھا قبل کیا   تا ہو دل صاف اور دیکھے ماجرا

آدمی کی پیدائش کے فطری طریقے

سر برون آرد دلش از بحر راز   اوّل و آخر بہ بیند چشم باز

سر نکالے دل بحر راز سے   اوّل آخر آنکھ سے سب دیکھ لے

یعنی دنیا کی یاد کو

آمده اوّل باقلیم جماد | ور نباتی از جمادی اوفتاد

پہلے[1] آیا سوئے اقلیم جماد | پھر نباتی میں رہا وہ شاد و شاد

سالہا اندر نباتی عمر کرد | وز جمادی یاد ناورد از نبرد

مدتوں اندر نباتی کے رہا | کچھ جمادی کی نہ یاد آئی ذرا

وز نباتی چون بحیوان اوفتاد | نامدش حال نباتی هیچ یاد

جب نباتی سے وہ حیوانی ہوا | کچھ نباتی سے نہ یاد اس کو رہا

جز همان میلے کہ دارد سوئے آں | خاصہ در وقت بہار و ضیمراں

تھوڑا سا میلان ہے بس یادگار | آتی ہے جب فصل ریحان و بہار

ہمچو میل کودکاں با مادراں | سرّ میل خود نداند در لباں

جیسے ہو [illegible] میلان ماں سے طفل کا | اور نہ ہو وہ بھید اس کا جانتا

ہمچو میل مفرط ہر نو مرید | سوئے آں پیر جوان بخت مجید

جس طرح کرتا ہے میل اک نو مرید | اپنے مرشد کی طرف ہو کر سعید

جزو عقل ایں از آں عقل کل است | جنبش ایں سایہ زاں شاخ گل است

اس کا جزو عقل جزو کل سے ہے | سائے کو جنبش یہ شاخ گل سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو | پس بداند سرّ میل و جستجو

سایہ آخر اس میں ہوتا ہے فنا | بھید پھر کھلتا ہے اس میلان کا

سایۂ شاخ درخت اے نیکبخت | کے بجنبد گر نجنبد ایں درخت

سایۂ شاخ درخت اے نیک بخت | کب ہلے گر ہو نہ جنبش میں درخت

باز از حیوان سوئے انسانیش | میکشید آں خالقے کہ دانیش

آیا پھر حیوان سے انسان میں | دیں [illegible] خالق نے اسی جنبش میں

---

[1] یعنی جب انسان عالم ارواح سے نکلا ۔

همچنین اقلیم تا اقلیم رفت | تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت
اس طرح وہ ہر ولایت میں پھرا | اور اب دانا و عاقل ہوگیا

عقلہائے اولینش یاد نیست | ہم ازیں عقلش تحول کردنیست
عقل اوّل کی نشانیں کچھ اس کو یاد | گو کہ کہنا ہے اسے بھی خیر باد

تا رہد زیں عقل پُرحرص و طلب | صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
تا چھٹے اس حرص والی عقل سے | اور تعجب خیز عقلیں دیکھ لے

گرچہ خفتہ گشت و ناسی شد ز پیش | کے گذارندش دراں نسیانِ خویش
گو یہ بھولا پہلی باتوں کو مگر | بھول میں کب چھوڑ دینگے بے خبر

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند | کہ کند بر حالتِ خود ریشخند
پھر جگادیں گے[1] اسے اس خواب سے | تاکہ اپنے حالِ رفتہ پر ہنسے

کہ چہ غم بود آنکہ میخوردم بخواب | چوں فراموشم شد احوالِ صواب
آہ! میں کس غم میں پڑا تھا محوِ خواب | بھول بیٹھا تھا سب احوالِ صواب

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال | فعلِ خوابست و فریبست و خیال
کیوں نہ سمجھا میں کہ وہ غم اور ملال | خواب کا تھا فعل دھوکا اور خیال

ہمچنیں دنیا کہ حلمِ نائمست | خفتہ پندارد کہ ایں خود دائمست
ایسے ہی دنیا بھی ہے سوتے کا خواب | جس کو سمجھے ہیں حقیقت شیخ و شاب

تا برآید ناگہاں صبحِ اجل | وارہد از ظلمتِ ظن و دغل
ناگہاں آئے گی جب صبحِ قضا | اور اندھیرا وہم کا ہٹ جائیگا

خندہ اش گیرد ازاں غمہائے خویش | چوں بہ بیند مستقر و جائے خویش
آئیگی اپنے غموں پر پھر ہنسی | دیکھے گا اصلی وطن جب آدمی

[1] کارکنانِ قضا و قدر کی طرف اشارہ ہے۔

هرچه تو در خواب بینی نیک و بد | روزِ محشر یک بیک پیدا شود
خواب میں دیکھا ہے جو اچھا برا | روزِ محشر[۱] سب عیاں ہو جائیگا

آنچه کردی اندرین خواب جهان | گرددت هنگام بیداری عیان
خواب دنیا میں جو کچھ تو نے کیا | ہوگا بیداری میں ظاہر بر ملا

تا نپنداری که این بد کردنیست | اندرین خواب و ترا تعبیر نیست
تا نہ تو سمجھے کہ جو خواب بدی | دیکھا کچھ تعبیر ہی اس کی نہ تھی

بلکه این خنده بود گریه و زفیر | روزِ تعبیر ای ستمگر بر اسیر
بلکہ رونا ہوگا یہ خندہ ترا | روزِ تعبیر اے ستمگر پُر جفا

گریه و درد و غم و زاریِ خود | شادمانی دان به بیداریِ خود
درد و غم اور گریہ و زاری تری | جاگنے کے وقت لائیگی خوشی

ای دریده پوستین یوسفان | گرگ برخیزی ازین خواب گران
یوسفوں پر تو نے حملے ہیں کئے | بھیڑیا بن کر اٹھے گا خواب سے

گشته گرگان یک بیک خوهای تو | میدرانند از غضب اعضای تو
بھیڑیے بن جائینگی یہ عادتیں | پھاڑ ڈالینگی تجھے اک آن میں

خون نخسپد بعد مرگت در قصاص | تو مگو که مُردم و یابم خلاص
خون ہے بیدار بعد خوں بہا | یہ نہ کہہ ہو جاؤنگا مر کر رہا

این قصاص نقد حیلت‌سازیست | پیش زخم آن قصاص این بازیست
حیلہ سازی ہے قصاص اس وقت کا | سامنے ہے اُس سزا کے کھیل سا

زین لعب خوانده‌ست دنیا را خدا | کان جزا لعبست پیش آن جزا
کھیل[۲] دنیا کو خدا نے ہے کہا | اُس جزا کے آگے بازی ہے جزا

۱ یعنی قیامت کے دن۔
۲ کما قال اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ: انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو یعنی بیشک دنیا کی زندگی ایک کھیل ہے

این جزا تسکین جنگ و فتنہ ایست | آں چوں اخصا است این چوں خفتہ است

جنگ و فتنہ کی ہے تسکیں یہ جزا | وہ ہے خصی کرنا یہ خفتہ فتا

این سخن پایاں ندارد موسیا | ہیں رہا کن این خراں را در گیا

بس کر اے موسیٰ یہ قصے ہیں بڑے | ان گدھوں کو گھاس میں تو چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند | ہیں کہ گرگانند مارا خشم مند

تا کہ موٹے ہوں اس اچھی گھاس سے | ہیں غضبناک اب ہمارے بھیڑیے

دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے

نالۂ گرگان خود را موقنیم | این خراں را طعمۂ ایشاں کنیم

بھیڑیوں کے نالے ہیں گوش آشنا | ان گدھوں کو ہم کریں ان کی غذا

این خراں را کیمیائے خوش دمی | از لب تو خواست کرداں آدمی

کیمیائے خوش دلی ان کے لئے | تیرے لب سے چاہی تھی فرعون نے

تو بسے کردی بدعوت لطف و جود | آں خراں را طالع و روزی نبود

تو نے بحد لطف و جود ان پر کیا | ان گدھوں کے حصے میں کچھ بھی نہ تھا

پس فرو پوشاں لحاف نعمتے | تا بروشاں زود خواب غفلتے

نعمتوں کا ڈال دے ان پر لحاف | تا کہ طاری ان پہ ہو اک خواب صاف

تا چو جہد از چنیں خواب ایں رمہ | شمع مردہ باشد و ساقی شدہ

تا جو جاگیں خواب سے بھیڑیے لڑا | بجھ گئی ہو شمع ساقی ہو گیا

دانستہ طغیانِ شاں تزا در حیرتے | پس بجوشد از بنا ہم حسرتے

ان کی گمراہی سے تو حیرت میں تھا | اب ذرا ان کو ملے اس کی سزا

تا کہ عدل ما قدم بیروں نہد | در جزا ہر زشت را در خور دہد

تا ہمارا عدل ہو ان پر عیاں | پائیں یہ بدلہ بدی کا بے گماں

کاں شہے کہ می ندیدندش فاش — بود با ایشاں نہاں اندر معاش
ہاں وہ سلطاں جو نہ آتا تھا نظر — تھا وہ ان کے ساتھ ہی پنہاں مگر

چوں خرد با تست مشرف بر تنت — گرچہ زو قاصر بود ایں دیدنت
عقل میری ہے تری نگران کار — دیدہ سے تو اس کی ہو قاصر ہزار

نیست قاصر دیدن آں فلاں — از سکون و جنبشت در امتحاں
دیکھنے ہیں وہ مگر قاصر نہیں — تیری جنبش اور سکوں لے در دیں

چہ عجب گر خالق آں قوم نیز — با تو باشد چوں نہ تو مستجیز
کیا عجب اُس قوم کا خالق اگر — ساتھ ہو تیرے نہاں تو مست گر

از خرد غافل شود بر بد تند — بعد ازاں عقلش ملامت میکند
جو بڑا ہو کر ہو غافل عقل سے — کیوں نہ عقل اس کو ملامت پھر کرے

تو شدی غافل ز غفلت عقل نے — کہ حضورستش ملامت کردنے
تو ہے غافل، عقل تو غافل نہیں — کر رہی ہے وہ ملامت بالیقیں

گر نبودے حاضر و غافل بدے — در ملامت کے ترا سیلی زدے
گر نہ ہو موجود اور غافل رہے — پھر ملامت کس طرح تجھ کو کرے

ور ازو غافل نبودے نفس تو — کے چناں کردی جنون نفس تو
نفس اگر اس سے نہ ہو غافل ترا — گرم کیوں ہو جائے وحشت میں بھلا

پس ترا عقلت چو اصطرلاب بود — زاں بدانی قرب خورشید وجود
عقل تیری مثل اصطرلاب تھی — تا تو قربت جانے مہر حسیم کی

قرب بیچون است عقلت را بتو — نیست از پیش و پس و سفل و علو
ہے تجھی سے عقل کو قرب خدا — پیش و پس اور پستی و بالا سے کیا

قرب بیچوں چوں نباشد شاہ را — کہ نیابد بحث عقل آں راہ را
کیوں نہ قرب اُس کا ہو بیچون و چرا — عقل پاتی ہی نہیں وہ راستا

نیست آں جنبش کہ در اصبع تراست ۔ پیش اصبع یا پسش یا چپ و راست

جنبشوں میں ہیں جو تیری انگلیاں ۔ تو یہ جنبش آگے پیچھے ہے کہاں

وقت خواب و مرگ از وے میرود ۔ وقت بیداری قرینش میشود

وقت خواب و مرگ ہوتی ہے جدا ۔ ہوتی ہے موجود جب ہے جاگتا

از چہ رو می آید اندر اصبعت ۔ کاصبعت بے او ندارد منفعت

کس سبب سے کہو یہ آتی ہے بتا ۔ انگلیاں بیکار ہیں جس کے سوا

نور چشم و مردمک در دیدہ است ۔ از چہ راہ آمد بغیر شش جہت

پتلیوں میں تیری نور خوش صفت ۔ آیا کس جا سے بغیر شش جہت

بے جہت داں عالم امر و صفات ۔ عالم خلقست با سو و جہات

بے جہت ہے عالم امر و صفات ۔ عالم خلقت ہے محدود جہات

بیجہت داں عالم امر اے صنم ۔ بیجہت تر باشد امر لاجرم

بے جہت ہے عالم امر اے فتا ۔ بے جہت تر ہو جو آمر[1] ہے بجا

بیجہت داں عقل علام البیان ۔ عقلتر از عقل و جانست ہم ز جاں

بے جہت ہے عقل[2] علام البیاں ۔ عقل و جاں سے وہ ہے افضل بیگماں

بے تعلق نیست مخلوقے بدو ۔ آں تعلق ہست بیچوں ایعمو

بے تعلق اس سے گو خلقت نہیں ۔ وہ تعلق بھی ہے بیچوں بالیقیں

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں ۔ غیر فصل و وصل نندیشد گماں

کیونکہ فصل و وصل روحوں میں کہاں ۔ صرف فصل و وصل ہیں جانیں گماں

[1] آمر۔ عالم امر و عالم الٰہی کہیں سے ہے۔ اور عالم امر وہ عالم ہے جو امر کن کا نتیجہ ہے جس میں کوئی سمت اور کوئی جہت نہیں۔ مگر اس عالم خلقت کی چھ جہتیں ہیں اور یہ انہیں جہتوں میں محدود ہے +

[2] وہ عقل جو اظہار و بیان کی سب سے زیادہ جاننے والی ہے یعنی خداوند تعالیٰ عزّ اسمہٗ +

غیر فصل و وصل پے نبرد دلیل — لیک پے بردن نبندیشد علیل
تو بغیر فصل و وصل اک راستا — لے دلیلوں سے گماں کو کب ملا
پے پیاپے میبر دوری ز اصل — تا رگ مردیت آرد سوئے وصل
اصل سے ہے دور تو کر پیروی — وصل تک لے آئے تا مردی تری
این تعلق را خرد چون پے برد — بستۂ فصلست و وصلست این خرد
اس کی راہیں عقل کو کیونکر ملیں — عقل وابستہ ہے فصل وصل میں
زین وصیت کرد ما را مصطفیٰؐ — بحث کم جوئید در ذات خدا
کرتے ہیں ہم کو وصیت مصطفیٰؐ — بحث[1] ذات حق میں کرنا ہے برا
آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست — در حقیقت آن نظر در ذات نیست
غور جو کرتا ہے اس کی ذات پر — فی الحقیقت ذات سے ہے دور تر
ہست آن پندار او زیرا براہ — صد ہزاران پردہ آمد تا الٰہ
ہے گماں کی ابر کے نیچے چھپا — ورنہ لاکھوں پردے ہیں اس ذات تک
ہر یکے در پردۂ موصول جوست — وہم او آنست کان خود عین اوست
ہر کوئی پردے میں ہے موصول[2] جو — وہم سمجھا ہے یہی ہے ذات ہُو
پس پیمبر دفع کرد این وہم ازو — تا نباشد در غلط سودا پز او
دفع حضرتؐ نے کیا اس وہم کو — تاکہ لغزش سے کوئی خبطی نہ ہو
زانکہ کرد از وہم او ترک ادب — بے ادب را سرنگونی داد رب
وہم سے جس نے کیا ترک ادب — سرنگونی اس کو دیتا ہے رب

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ" یعنی اے لوگو اللہ کی نعمتوں میں فکر و غور کیا کرو۔ مگر اللہ کی ذات میں بحث و گفتگو نہ کرو۔

[2] موصول یعنی خدا کو ڈھونڈنے والا۔

سرنگونی آں بود کو سوئے زیر | میرود پندارد او کو ہست چیر
سرنگونی یہ کہ ہے پست آشنا | اور سمجھتا ہے کہ غالب ہو گیا

زانکہ حدّ مست باشد اینچنیں | کہ نداند آسماں را از زمیں
یہ تو حدّ مستی ہے پھر سربسر | ہو زمین و آسماں سے بے خبر

در عجبہائیش فکر اندر روید | از عظیمی وز مہابت گم شوید
غور اس کی قدرتوں پر تم کرو | عظمت و ہیبت سے کھو دو اس کی راہ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید | حدّ خود دانید آنگہ تن زنید
صنعتوں میں جب ہوئے گم سربسر | چپ رہو پھر اپنی حد پہچان کر

جز کہ لا احصی[1] نگوید او زجاں | کز شمار و حد برونست ایں بیاں
صرف "لا احصی" ہے قول جانِ جاں | ہے شمار و حد سے باہر یہ بیاں

چوں بیانش بے حد است اے بوالہوس | بحث کم کن پیش او[2] کم زن نفس
جب ہے بے حد یہ بیاں اے بوالہوس | بحث کم کر اُن کے آگے اور بس

ذوالقرنین کا کوہِ قاف جانا

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف | دید کوہ اکز زمرّد بود صاف
پہنچا ذوالقرنین سوئے کوہِ قاف | اس کو دیکھا تھا زمرّد سے بھی صاف

گرد عالم حلقہ کردہ او محیط | ماندہ حیراں اندراں خلق بسیط
گرد عالم تھا محیط و حلقہ زن | خلق تھی حیران اس میں بے سخن

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک" یعنی اے خدا میں تیری حمد و ثنا کا شمار و حساب نہیں کر سکتا تو نے اپنی تعریف آپ کی ہے" یعنی تو اپنی ہی تعریف و حمد کا سزاوار ہے کوئی دوسرا تیری حمد کیا کر سکتا ہے۔

[2] یعنی جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قول بزرگ کے سامنے گنجائش بحث نہیں۔

گفت تو کوہی دگرہا چیستند	کہ بہ پیش عظم تو بازی ستند
بولا۔ تو ہے کوہ، کیا ہیں دوسرے	جو تری عظمت کے آگے ہیں کھڑے
گفت رگہائے منند آں کوہہا	مثل من نبوند در قدر و بہا
بولا وہ سب کوہ ہیں میری رگیں	قیمتی ہیں ان سے میری عظمتیں
من بہر شہرے رگے دارم نہاں	بر عروقم بستہ اطراف جہاں
میری ہر ہر شہر میں رگ ہے نہاں	ہے رگوں پر میری قائم یہ جہاں
حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا	امر فرماید کہ جنباں عرق را
جب خدا لاتا ہے کوئی زلزلا	مجھ سے کہتا ہے کہ رگ اپنی ہلا
پس بجنبانم من آں رگ را بقہر	کہ بداں رگ متصل گشتست شہر
اپنی رگ ہوں میں ہلاتا قہر سے	ہوتی ہے جو متصل اس شہر سے
چوں بگوید بس شود ساکن رگم	ساکنم وز روئے فعل اندر تگم
ٹھہرے رگ جب بس کہے ربِّ جہاں	ہوں میں ساکن اور فعلاً ہوں رواں
ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن	چوں خرد ساکن وزو جنباں سخن
مثلِ مرہم ساکن اور ہوں صرف کار	عقل ساکن سے سخن ہے آشکار
نزد آنکس کہ نداند عقلش ایں	زلزلہ ہست از بخارات زمیں
اس کے آگے جو نہیں یہ جانتا	ہے بخارات زمیں سے زلزلا
ایں بخارات زمیں نبود بداں	زامر حقست و ازاں کوہ گراں
ہیں بخارات زمیں کب زلزلے	ہیں خدا کے حکم اور اس کوہ سے

چیونٹیوں کی گفتگو

مورکے بر کاغذے دید او قلم	گفت با مور دگر ایں راز ہم
دیکھا اک چیونٹی نے کاغذ پر قلم	دوسری چیونٹی سے وہ بولی بہم

کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد	ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد
اس قلم کی ہیں عجب گلکاریاں	مثل ریحان و گل و سوسن یہاں
گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور	ویں قلم در فعل فرع ست و اثر
بولی چھوٹی سی انگلیوں کا ہے ہنر	یہ قلم ہے فعل میں فرع و اثر
گفت آں مور سوم از بازو ست	کاصبع لاغر ز زورش نقش بست
تیسری بولی یہ ہیں بازو رواں	اس کی قوت سے ہیں نقاش انگلیاں
ہمچنیں میرفت بالا تا یکے	مہتر موراں فطن بود اندکے
ایک بڑھ کر دوسری سے کہتی تھی	جو تھی سردار اس میں تھی کچھ زیرکی
گفت کز صورت مبینید ایں ہنر	کاں بخواب و مرگ گردد بے خبر
وہ یہ بولی کب ہیں صورت سے ہنر	یہ تو خواب و مرگ سے ہے بے خبر
صورت آمد چوں لباس و چوں عصا	جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا
ہے یہ صورت جوں لباس اور جوں عصا	نقش ہے محتاج عقل و روح کا
بیخبر بود آنکہ از عقل و فواد	بے ز تقلیب خدا باشد جماد
بے خبر تھی وہ کہ عقل و دل سدا	ساکن و ناقص ہیں بے حکم خدا
یک زماں از تو عنایت برکند	عقل زیرک ابلہیہا میکند
پھیر لے چشم عنایت گر ذرا	عقل دانا ہو حماقت آشنا

ذوالقرنین کا کوہِ قاف سے پھر التماس کرنا

چونکہ کوہِ قاف در نطق شگفت	چونکہ ناطق یافت ذوالقرنین گفت
جبکہ کوہِ قاف بولں گویا ہوا	اس سے ذوالقرنین نے آخر کہا
کائے سخنگوئے خبیر رازداں	از صفات حق بکن با من بیاں
اے سخن گو اے خبیر رازداں!	کچھ صفات حق کا مجھ سے کر بیاں

گفت رو کاں وصف از آں عالی‌پست ‏ ‏ کہ بیاں بروے تواند بُرد دست

بولا، جا، بالاتر اس کی ہیں صفات ‏ ‏ وہ بیاں ہیں آئیں مشکل ہے یہ بات

یا قلم را زہرہ باشد کہ بسر ‏ ‏ بر نویسد بر صحائف زاں خبر

یا قلم میں اتنی طاقت ہے کہاں ‏ ‏ جو صحیفوں میں لکھے اُس کا بیاں

گفت کمتر داستانے باز گو ‏ ‏ از صنائعہاش اے حبر نکو

بولا کم سے کم جو کچھ ہو وہ سُنا ‏ ‏ صنعتوں سے اس کی اے دانا ذرا

گفت اینک دشت سی صد سالہ راہ ‏ ‏ کوہہائے برف پُر کرد است شاہ

بولا یہ جنگل ہے سی صد ۳۰۰ سالہ راہ ‏ ‏ برف دیتا ہے پہاڑوں کو وہ شاہ

کوہ بر کہ بے شمار و بے عدد ‏ ‏ میرساند ہر زماں برفش مدد

کوہ پر ہیں کوہ بے حد و شمار ‏ ‏ ہر گھڑی ہے برف اُن پر آشکار

کوہ برفے میزند بر دیگرے ‏ ‏ میرساند برف سردی بر ثرے

برف پھینکے کوہ اک پر دوسرا ‏ ‏ برف پہنچاتی ہے سردی تا ثری

کوہ برفے میزند بر کوہ برف ‏ ‏ دمبدم زانبار بے حد و شگرف

برف ہے یہ کوہ اُس پر پھینکتا ‏ ‏ دمبدم انبار بے حد سے سدا

گر نبودے این چنیں وادے شہا ‏ ‏ تفِ دوزخ محو کردے مر مرا

گر نہ ہوتی اس قدر اس کی عطا ‏ ‏ گرمی دوزخ مجھے دیتی مٹا

غافلاں را کوہہائے برف داں ‏ ‏ تا نسوزد پردۂ ہر راز داں

غافلوں کو جان کوہ برف ہاں ‏ ‏ ہوں نہ پردے راز کے آتش فشاں

گر نبودے عکس جہل برف باف ‏ ‏ سوختے از نارِ شوق آں کوہ قاف

گر نہ پڑتے عکس برف جہل کے ‏ ‏ جلتا کوہ قاف نارِ شوق سے

آتش از قہر خدا خود ذرہ ایست ‏ ‏ بہر تہدید لئیماں درّہ ایست

ذرہ ہے قہر خدا کا آگ بھی ‏ ‏ جو لئیموں کے لئے کوڑا بنی

با چنیں دوزخ کہ پُرّے فائق است | برد لطفش بیں کہ بر آں سابق است
ہے اگرچہ نارِ دوزخ سوز کیش | سبقتِ رحمت ہے[1] اس سے پیش پیش

سبق بیچون و چگونہ معنوی | سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
ہے یہ سبقت بے چگون و معنوی | سابق و مسبوق[2] ہیں کب ہے دوئی

گر ندیدی ایں بود از فہم پست | کہ عقولِ خلق زاں کاں یکجو است
گر نہ دیکھے تو سمجھ کی ہے کمی | جو برابر عقل ہے مخلوق کی

عیب بر خود نہ بر آیاتِ دیں | کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں
تو ہے باعیب اور نہیں آیاتِ دیں | پہنچے کیونکر چرخ پر مرغِ گلیں[3]

مرغ را جولانگہِ عالی ہواست | زانکہ نشوِ او ز شہوت وز ہواست
سب سے اونچی مرغ کی حد ہے ہوا | حرص و شہوت سے ہو ہے نشو و نما

پس تو حیران باش بے لا و بلے | تا ز رحمت پیشت آید محملے
رہ تو حیراں اور نہ کہ "ہاں" یا "نہیں" | تا کرے رحمت تجھے محمل نشیں

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی | گر بلے گوئی تکلّف می کنی
فہم تیرا کب ہے قدرت آشنا | "ہاں" کہے تو ہے تکلّف برملا

ور بگوئی نے زند نے گردنت | قہر بر بندد بداں نے روزنت
گر کرے "انکار" تو مارا گیا | بند کر دے قہر ہر رستا ترا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس | تا در آید نصرِ حق از پیش و پس
رہ یوں ہی سرگشتہ اور حیران بس | تا کہ آئے نصرتِ حق پیش و پس

ل "سبقت رحمتی علیٰ غضبی" یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے +

ل٢ سابق، سبقت کرنے والا اور مسبوق وہ جس پر سبقت کی جائے +

ل٣ یعنی وہ مرغ جو کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہو +

چونکه حیران گشتی و گیج و فنا	با زبان حال گفتی اهدنا
جب ہو تو حیران و ناداں اور فنا	ہو زبان حال سے اہدنا کہا
زفت زفتست و چو لرزان میشوی	میشود آن زفت نرم و مستوی
سختیاں جتنی ہیں مشکل اور کڑی	نرم اور سیدھی وہ سب ہو جائیں گی
زانکه شکل زفت بهر منکرست	چونکه عاجز آمدی لطف و برست
کیونکہ منکر کے لئے ہیں سختیاں	تو ہوا عاجز تو ہیں رحمت نشاں

جبریل ع کا آنحضرت ؐ کو اپنی اصلی صورت دکھانا

مصطفیٰ میگفت پیش جبرئیل	که چنانچه صورت تست ای خلیل
مصطفیٰ صؐ نے یوں کہا جبرئیل ع سے	تو حقیقی نقش اپنی شکل سے
مر مرا بنمای محسوس آشکار	تا ببینم من ترا نظاره وار
مجھ پہ کر محسوس اور کر آشکار	دیکھنے کی طرح دیکھوں ایک بار
گفت نتوانی و طاقت نبودت	حس ضعیفست و تنک سخت آیدت
بولے مشکل ہے تحمل دید کا	حس ظاہر میں ہے کمزوری سوا
گفت بنما تا ببیند این جسد	تا چه حد حس نازکست و بی مدد
بولے حضرت ؐ ہیں کبھی دیکھوں تو دفعتاً	حس مری نازک ہے کس حد تک بھلا
آدمی را هست حس تن سقیم	لیک در باطن یکی خلق عظیم
حس تن گو آدمی کی ہے سقیم	ہے اگر باطن میں اک خلق عظیم
بر مثال سنگ و آهن این تنه	لیک هست او وصف آتش زنه
سنگ و آہن ہے یہ جسم آدمی	اور ہے دونوں میں صفت چقماق کی

لہ اے اللہ ہمیں ہدایت دے +

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار ۔ زاد آتش زین دو والد قہر بار

لوہے اور پتھر سے ہے ایجادِ نار ۔ ان دو باپوں سے ہے یارِ قہر بار

باز آتش ہست زاید وصفِ تن ۔ ہست قاہر بر تن او و شعلہ زن

وصفِ تن کی آگ آرا آتش بنی ۔ شعلہ بن کر جسم پر غالب ہوئی

باز در تن شعلہ ابراہیم وار ۔ کہ ازو مقہور گردد برجِ نار

پھر ہے تن میں شعلہ ابراہیم دار ۔ جس سے ہو مغلوب یکسر برجِ نار

گر برآری از درونت آتشے ۔ آتشت گردد مطیع و دلخوشے

اپنے اندر سے نکال اس آگ کو ۔ تا تری محکوم و دل جو آگ ہو

لاجرم گفت آن رسولِ ذو فنون ۔ رمزِ نحن الآخرون السابقون

یہ ہے ارشادِ رسولؐ ذو فنون ۔ یعنی نحن الآخرون السابقون[1]

ظاہر این دو بسندانے زبون ۔ در صفت از کوہِ آہنہا فزون

ظاہرا دونوں ہیں اہرن سے زبوں ۔ ہیں صفت میں کوہِ آہن سے فزوں

پس بصورت آدمی فرعِ جہان ۔ در صفت اصلِ جہان این را بدان

ہے بظاہر آدمی فرعِ جہاں ۔ اصلِ دنیا ہے صفت میں بے گماں

ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ ۔ باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

ظاہر اس کا ایک مچھر دے ہلا ۔ باطن اس کا ہے محیطِ ہر سما

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے ۔ ہیبتے کہ کہ شود زان مندکے

کہنے سننے سے دکھایا کچھ جمال ۔ ہیبت ایسی تھی کہ ٹکڑے ہوں جبال

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را ۔ از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰ[2]

ایک پر چھایا ہوا شرق و غرب پر ۔ گئے نبی[3] بے ہوش تھا خوف اس قدر

لہ یعنی ہم اگرچہ متاخرین میں سے ہیں پھر بھی سابق ہیں +

چوں ز بیم و ترس بیہوشش بدید　　جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید
خوف سے بیہوش ان کو دیکھ کے　　لے لیا آغوش میں جبریلؑ نے

آں مہابت قسمتِ بیگانگاں　　واں بخشش دوستاں را رایگاں
کیونکہ ہیبت ہے نصیبِ دشمناں　　دوست کا حصّہ ہے لطفِ جاوداں

ہست شاہاں را زمانِ برنشست　　ہولِ سرہنگان و صارمہا بدست
جس طرح ہوتا ہے جب سلطاں سوار　　ہر سپاہی لے کے چلتا ہے کٹار

دور باش و نیزہ و شمشیرہا　　کہ بلرزد از مہابت شیرہا
دور باش اور تیغ اور نیزے تمام　　شیر لرزیں خوف سے جن کے تمام

بانگ چاؤشان و آں چوگانہا　　کہ شود سست از نہیبش جانہا
وہ نقیبوں کی صدا اور وہ عصا　　خوف سے ہوں سست جانیں برملا

از برائے خاص و عامِ رہگذر　　کہ کنند ایشاں ز شہنشاہے خبر
ہوتی ہے ہیبت یہ بہرِ خاص و عام　　تا ہوں واقف شوکتِ شہ سے تمام

از برائے عام باشد ایں شکوہ　　تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ
عام لوگوں کے لئے ہے یہ شکوہ　　تا کہ اپنا سر جھکا لے ہر گروہ

تا منی ہائے ایشاں بشکند　　نفسِ خودبیں فتنہ و شر کم کند
تا کہ ان کی کبر و نخوت توڑ دے　　اور فنا ہوں فتنہ و شر نفس سے

شہر از آں ایمن شود کاں شہریار　　دارد اندر قہر زخم و گیر و دار
شہر ہو بے خوف یہ ہے شہریار　　ہے اسے قتل و سزا کا اختیار

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس　　ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس
حرص مٹ جاتی ہے ہر اک نفس میں　　اور نحوسوں پر ہیں چھاتی ہیبتیں

باز چوں آید بسوئے بزمِ خاص　　کے بود آنجا مہابت یا قصاص
جب وہ بزمِ خاص پہنچے لوٹ کر　　پھر کہاں وہ دبدبہ وہ کرّ و فرّ

حلم بر حلم است و رحمتها بجوش — نشنوی از غیر چنگ و نے خروش

پھر وہاں ہو حلم اور رحمت کا جوش — بانسری اور چنگ ہو نغمہ فروش

طبل و کوس و ہول با شد وقت جنگ — وقت عشرت با خواص آواز چنگ

ہیبت اور نقارے ہیں سب بہر جنگ — عیش میں احباب اور آواز چنگ

ہست دیوان محاسب عام را — واں پریرویاں گرفتہ جام را

ہے محاسب کی کچہری بہر عام — اور وہاں ہیں ہاتھ میں پریوں کے جام

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا — ویں شراب و نقل در بزم صفا

ہیں زرہ اور خود سامان وغا — ہے شراب و نقل سامان عیش کا

جوشن و خود است مر چالیش را — ویں حریر و برد مر نعریش را

خود و جوشن ہیں لڑائی کے لئے — اور قاقم تخت شاہی کے لئے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد — ختم کن واللہ اعلم بالرشاد

یہ تو لمبا قصہ ہے اے بامراد — ختم کر واللہ اعلم بالرشاد

اندر احمد آں حسے کہ غارب است — خفتہ اینددم زیر خاک یثرب است

ایک فانی حس رسول اللہ میں تھی — خاک یثرب میں جو ہے سوئی ہوئی

واں عظیم الخلق او کو صفدر است — بے تغیر مقعد صدق اندر است

اک عظیم الخلق جس تھی صفدری — جو مقام صدق میں باقی رہی

قابل تغییر اوصاف تن است — روح باقی آفتاب روشن است

قابل تبدیل ہیں اوصاف تن — روح باقی آفتاب ضوفگن

او ست بے تغییر لا شرقیۃ — بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ

وہ ہے بے تغییر لا شرقیۃ — کب وہ ہو تبدیل لا غربیۃ

لـہ اب یہاں سے مولانا علیہ الرحمۃ آپ کے خالف ہو جانے کا سبب بیان فرماتے ہیں + ۲ لـہ یعنی آپ کا جسم اطہر و اقدس + ۳ لـہ لا شرقیۃ و لا غربیۃ یعنی وہ نہ شرقی ہے نہ غربی +

آفتاب از ذرہ کے مدہوش شد ۔۔۔ شمع از پروانہ کے بیہوش شد

ذرے سے مدہوش کب ہو آفتاب ۔۔۔ شمع کو پروانہ سے کیا اضطراب

جسم احمدؐ را تعلق بُد بداں ۔۔۔ آں تغیر آں تن باشد بداں

جسم احمدؐ[۱] روح سے وابستہ تھا ۔۔۔ وہ تغیر تھا فقط اس جسم کا

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد ۔۔۔ جان ازیں اوصاف باشد پاک و فرد

جیسے بیماری ہو جیسے خواب و درد ۔۔۔ روح اس سے پاک ہے اے نیک مرد!

خود نتانم ور بگویم وصف جاں ۔۔۔ زلزلہ افتد دریں کون و مکاں

میں بیاں کچھ بھی کروں گر وصف جاں ۔۔۔ زلزلے میں آئیں یہ کون و مکاں

روبہش گر بارسے آشفتہ بود ۔۔۔ شیر جاں مانا کہ آندم خفتہ بود

جسم گو دم بھر کو آشفتہ ہوا ۔۔۔ شیر جاں اس وقت تھا سویا ہوا

خفتہ بود آں شیر کز خوابست پاک ۔۔۔ آنبیت شیر نرم سا خشمناک

شیر خفتہ تھا جو سونے سے ہے پاک ۔۔۔ نرم اور دل کو کرے خود خشمناک

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں ۔۔۔ کہ کمانش مردہ دانند ایں سگاں

شیر سو جاتا ہے اس انداز میں ۔۔۔ تا یہ کتے اس کو مردہ جان لیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے ۔۔۔ کو ربودے از ضعیفی روبہے

ورنہ دنیا میں پھر ایسا کون تھا ۔۔۔ لومڑی کو شیر سے جو چھینتا

نقش احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت ۔۔۔ بحر او از مہر کف پُرجوش گشت

جسم اُن کا دیکھ کر بے ہوش تھا ۔۔۔ دل کا دریا لطف سے پُرجوش تھا

مہ ہمہ کفست معطی نور پاش ۔۔۔ ماہ را گر کف نباشد گو مباش

مہ ہے کف اور نور دیتا ہے خدا ۔۔۔ ہاتھ اگر اس کے نہیں تو کیا ہوا

[۱] جسم سے مراد ہے +

احمدؐ ار بگشاید آں پرِّ جلیل	تا ابد مدہوش ماند جبرئیلؑ
مصطفیٰؐ کھولیں اگر پرِّ جلیل	تو رہیں بیہوش ابد تک جبرئیلؑ
چوں گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش	وز مقامِ جبرئیلؑ و از حدش
جبکہ سدرہ سے بڑھے آگے نبیؐ	اس جگہ سے حدّ جو تھی جبرئیلؑ کی
گفت او را ہیں بپر اندر پیم	گفت رو رو کہ حریفِ تو نیم
بولے اے جبرئیل میرے ساتھ آ	بولے کب میں ہوں حریف اب آپؐ کا
باز گفتا کز پیم آ و مایست	گفت زیں پس مرا دستور نیست
بولے آؤ پیچھے پیچھے اے امیں	بولے آگے کی اجازت ہی نہیں
باز گفت او را بیا اے پردہ سوز	من باوجِ خود نرفتستم ہنوز
پھر کہا آ تو ہے پردہ سوز ابھی	میں نہ پہنچا اوج پر اپنے ابھی
گفت بیروں زیں حد اے خوش فرِّ من	گر زنم پرّے بسوزد پرِّ من
بولے اپنی حد میں رہنا چاہیئے	ایک پر آگے بڑھا اور پر جلے
حیرت اندر حیرت آمد زیں قصص	بیہشی خاصگاں اندر اخص[1]
ہیں بڑی اس تذکرے میں حیرتیں	جو اخص ہیں وہ بھی یوں بیخود رہیں
بیہشیہا جملہ اینجا بازیست	چند جانداری کہ جاں پرداز نیست
بے ہشی اُن کے لئے ہے کھیل سا	جلتی جاں ہیں ہوں سب اُن پر فدا
جبرئیلا گر شریفی و عزیز	تو نۂ پروانہ و آں شمع نیز
گو شریف و پاک ہو تم جبرئیل	پر نہیں پروانۂ شمعِ جلیل
شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز	جانِ پروانہ نپرہیزد ز سوز
شمع جب مژدہ سنائے جلنے کا	جلنے سے پروانے کو ہو خوف کیا

۱؎ خاص لوگوں سے بھی افضل +

اینجا بیت منقلب پا گور کن | شیر را برعکس صید گور کن

چھوڑ اس کو بات یہ ایسی ہی تھی | شیر صید گورخر ہے یوں سہی

بند کن مشک سخن پاشیدہ را | وا مکن انبان قلماشیدہ را

اب سخن گوئی کو اپنی بند کر | ہرزہ گوئی کی نہ گوٹھیں کھول ادھر

آنکہ برنگذشتہ اجزاش از زمیں | پیش او معکوس و قلماشیست ایں

خاک سے جن کو ہوئی آلودگی | اُن کے آگے ہے یہ اک بیہودگی

لا تخالفہم حبیبی دارہم | یا غریبا نازلاً فی دارہم

کیوں مخالف ہے ہمارا کر حبیب | اُن کے گھر اُترا ہوا ہے تو غریب

اعطِ ما شاؤا و راموا وارضہم | یا ظعینا ساکنا فی ارضہم

جو وہ مانگیں کر کے راضی دے انہیں | کیونکہ تو ساکن ہے اُن کے ملک میں

تا رسیدن در شہ و در نازِ خوش | رازیا با مرغزی میساز خوش

پہنچے جب تک اپنے شہ تک ناز خواہ | مرغزی[1] سے رے کے باشندے نباہ

موسیا در پیش فرعون زمن | نرم باید گفت قولاً لیّنا

اے کلیمؑ اس دہر کے فرعون سے | گفتگو بس نرم کرنی چاہیے

آب را در روغن جوشاں کنی | دیگداں و دیگ را ویراں کنی

پانی گر ڈالے اُبلتے تیل میں | دیگچی اور چولھا کب باقی رہیں

نرم گو لیکن مگو غیر صواب | وسوسہ مفروش در لین الخطاب

نرم باتیں کر مگر کر ٹھیک ہی | وسوسے میں تا نہ پڑ جائے کوئی

وقت عصر آمد سخن کوتاہ کن | ای کہ عصرت عصر را آگاہ کن

وقت عصر آیا سخن کوتاہ کر | اپنے ہر ہمعصر کو آگاہ کر

[1] مرغز اور رے دونوں دو ملک ہیں۔

گوئے ہر گلخوارہ را کہ قند بہ — نرمیٔ فاسد مکن طبعش مدہ

کہ ہر اک گل خوار سے بہتر ہے قند — نامناسب نرمی کب ہے سودمند

نطق جاں را روضۂ جانیستی — کز حروف و صوت مستغنیستی

باغ ہے تو نطق جاں کے واسطے — اور مستغنی حروف و صوت سے

ایں سر خر در میان قندزار — اے بسا کس را کہ بنہادست خار

ان گدھوں نے درمیان قندزار — ہیں لگائے واسطے لوگوں کے خار

ظن ببرد از دور کاں آنست و بس — چوں ز پیچ مغلوبہ امیر فت پس

دور سے لپٹا ہے جو ہے دیکھتا — جس طرح پیچھے چلے ہینڈلے دہا

صورت حرف آں سر خردان یقیں — در زریر معنی و فردوس بریں

ہیں سر خر صورتیں حرفوں کی ہاں — جو ہیں معنی کے گلستاں میں عیاں

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ برآر — ایں سر خر را ازیں بطیخ زار

اے حسام الدینؒ نکال اب جلد سے — ان گدھوں کو خربزوں کے کھیت سے

تا سر خر چوں بمرد از مسلخہ — نشو دیگر باشدش زیں مطبخہ

یا سر خر جو کہ ہے مردہ پڑا — از سر نو پائے اک نشو و نما

ہیں ز ما صورتگری و جاں ز تو — نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں ز تو

ہیں مصور ہم جان بخشی تجھ سے ہے — بلکہ یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے ہے

مثنوی صورت بود جانش توئی — ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی

مثنوی صورت ہے اس کی جان تو — ہے جہت اور نور اور ارکان تو

بر فلک محمودی اے خورشید فاش — بر زمیں ہم تا ابد محمود باش

تیری شہرت عالم بالا میں بھی — رہ سدا محمود اس دنیا میں بھی

تا زمینی با سمائی بلند — یکدل و یک قبلہ و یک خو شوند

تاکہ اہل ارض و چرخ اے مجد ہو — ایک دل، اک قبلہ ہوں اور ایک خو

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی ۔ وحدتست اندر وجودِ معنوی
تفرقہ مٹ جائے اور شرک و دوئی ۔ وحدت آرا ہے وجودِ معنوی

چوں شناسد جانِ من جانِ ترا ۔ یاد آرد اتحادِ ماجرا
ہو مری جاں تیری جاں سے آشنا ۔ یاد آئے اتحادِ ماجرا

موسیٰ و ہاروں شوند اندر زمیں ۔ مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
موسیٰؑ اور ہارونؑ ہوں زیرِ زمیں ۔ وصل باہم جیسے شیر و انگبیں

چوں شناسد اندکی منکر شود ۔ منکری اش پردۂ ساتر شود
کم شناسی سے کوئی منکر ہو گر ۔ ہو یہی انکار پردہ سر بسر

پس شناسائی بگرداند ز رو ۔ خشم کرد آں مہ ز ناشکریِ او
سب کہیں یہ ہے معرفت اس سے جدا ۔ اس کی ناشکری سے ہوکر مہ خفا

زیں سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد ۔ ناشناسا گشت و پشت پائے زد
اس سبب سے جانِ نبیؐ کو جانِ بد ۔ کچھ نہ پہچانی رہی یہ اس کو کد

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن[1] ۔ تا بدانی لجِ آں گبرِ کہن
پڑھ چکا یہ سب تو اب پڑھ لم یکن[1] ۔ تا تو سمجھے جنگ ہر گبرِ کہن

پیش ازاں کہ نقشِ احمدؐ فرنمود ۔ نعمتش ہر گبر را تعویذ بود
جب نہ ظاہر تھے جنابِ مصطفیٰؐ ۔ تھی زباں ہر گبر کا تعویذ ثنا

[1] اشارہ سورۂ بیّنہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ "لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتّیٰ تاتیہم البیّنۃ" یعنی کافر اہل کتاب سے تھے اور مشرک اور بُت پرست تھے اپنے دین سے جدا ہونے والے اور اتباعِ رسولؐ کا وعدہ کرنے والے یہاں تک کہ اُن کے پاس بیّنہ آیا۔ یعنی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے +

کاینچنین کس ہست تا آید پدید	از خیال رُوش دل شاں می طپید
ہاں اک ایسا شخص ہوگا آشکار	اُن کے دل اس کے لئے تھے بیقرار

آنحضرتؐ سے پہلے یہود و نصاریٰ کا اُن پر اعتقاد

سجدہ میکردند کاے ربّ البشر	در عیاں آرش ہر چہ زود تر
سجدے کرتے تھے کہ اے ربّ بشر	کر عیاں اُس کو جہاں میں زود تر
تا بنام احمدؐ از یستفتحون	یاغیاں شاں میشدندے سرنگون
نامِ احمدؐ سُن کے اور یستفتحون[۱]	باغی ہوجاتے تھے اُن سے سرنگون
ہر کجا حربے مہولے آمدے	غوث شاں کرّاریٔ احمدؐ بُدے
جس جگہ ہوتی لڑائی ہولناک	ان کی کرتا تھا اعانت نامِ پاک
ہر کجا بیماریٔ مزمن بُدے	یادِ اوشاں داروئے شافی شدے
جس پہ بیماری کی آتی تھی بلا	یاد ان کی اس کو دیتی تھی شفا
نقشِ او میگشت اندر راہِ شاں	در دل و در گوش و در افواہِ شاں
صورتِ احمدؐ تھی اُن کے سامنے	گوش و دل میں اور مُنہ میں شوق سے
نقشِ او را کے بیابد ہر شغال	بلکہ فرعِ نقشِ او یعنی خیال
صورت ان کی دیکھتا ہے کب شغال[۲]	بلکہ فرع نقش بھی یعنی خیال
نقشِ او بر روئے دیوار ار فتد	از دلِ دیوار خونِ دل چکد
نقش اُن کا گر پڑے دیوار پر	اس کے دل سے خوں ٹپکے سربسر

[۱] کما قال اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ:- "وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ"۔ یعنی یہود و نصاریٰ بعثت سے قبل پیغمبر صلعم اور اُن کے نام سے وسیلہ ڈھونڈتے تھے تاکہ مشرکین پر فتح پائیں جب آیا تو اس کو نہ پہچانا۔ اور اُس سے منکر ہوگئے +

[۲] یعنی دورنگ۔ منافق +

آنچناں فرخ بود نقشش برو — کہ رہد در حال دیوار از دورو

وہ مبارک نقش جب اس پر پڑے — دورُخی دیوار کی جاتی رہے

گشت با یکرنگیِ اہلِ صفا — آں دوروئی عیب مر دیوار را

ہو مبدّل یک رنگیِ اہلِ صفا — وہ دوروئی جو عیب ہے دیوار کا

اینہمہ انکار کفراں زاد شاں — چوں در آمد سیدِ آخر زماں

ہوگئے منکر وہ کافر بیگماں — جبکہ آئے سیدِ آخر زماں

آں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد — چوں بدیدندش بصورت برد باد

وہ محبت اور وہ تعظیم و صفا — آپ کی صورت جو دیکھی کچھ نہ تھا

قلب آتش دید در دم شد سیاہ — قلب را در قلب کے بود دست راہ

آنچ کھوٹے کو جو دی کالا پڑا — قلب[۱] کا ہو قلب میں کیا راستا

قلب میزد لافِ اشواقِ محک — تا مریداں را در اندازد بشک

کھوٹے کو شیخی سے تھا شوقِ محک — تا مریدوں کو نہ آئے کوئی شک

افتد اندر دامِ مکرش ناکسے — ایں گماں سر بر زند از ہر خسے

مکر میں نا اہل اس کے جا پھنسیں — اور وہ دل میں گماں ایسا کریں

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بدے — کے بسنگِ امتحاں راغب شدے

ہاں اگر یہ نقدِ پاکیزہ نہ تھا — کیوں کسوٹی کی طرف راغب ہوا

ہیچ او لافِ محک دیدن زدے — یا بسنگِ امتحاں شوقش بدے

آزمائش کیوں وہ اپنی چاہتا — شوق ہوتا کیوں کسوٹی کا بھلا

او محک میخواہد اما آنچناں — کہ نگردد قلبیِ او زاں عیاں

چاہتا ہے وہ کسوٹی بے گماں — جس سے کھوٹاپن نہ ہو جائے عیاں

[۱] یعنی کھوٹا +

گر بگویم تا قیامت زیں کلام ‏ صد قیامت بگذرد وایں ناتمام
گر کہوں میں تا قیامت یہ کلام ‏ سو ہوں محشر اور رہے یہ ناتمام
آں محک کاو نہاں دارد صفت ‏ نے محک باشد نہ نورِ معرفت
جو محک رکھے چھپانے کی صفت ‏ وہ کسوٹی ہے نہ نورِ معرفت
آئینہ کو عیب رو دارد نہاں ‏ از برائے خاطر ہر قلتباں
آئینہ جو عیب کو کر لے نہاں ‏ دیکھنے والے پہ ہو کر مہرباں
آئینہ نبود منافق باشد او ‏ ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجو
آئینہ کب ہے منافق ہے عیاں ‏ ایسا آئینہ نہ ڈھونڈ اے جانِ جاں
آئینہ چوں راست گوئے بے نفاق ‏ فہم کن واللہ اعلم بالوفاق
ڈھونڈ ایسا جو ہو سچا بے نفاق ‏ فہم کر واللہ اعلم بالوفاق
تا کہ عین آئینت سازد خدا ‏ کہ نمائی عرش را ہمچوں سما
تا بنا دے عین آئینہ خدا ‏ عرش آ جائے نظر مثلِ سما
عرش چہ بود چرخ ہا اے ذو اللباب ‏ فہم کن واللہ اعلم بالصواب
عرش کیا اور چرخ کیا دانش مآب ‏ بس سمجھ واللہ اعلم بالصواب